تین دیوبندی مولویوں کی مشترکہ تالیف

"انصاف" کا علمی و تحقیقی جائزہ

انوارِ احناف

بجوابِ انصاف

تقریظ

محمد منشاء تابش قصوری

تالیف

ابوکلیم محمد صدیق فانی

مکتبہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : انوار احناف بجواب انصاف

مصنف : ابوکلیم محمد صدیق فانی

کمپوزنگ : شبیر احمد رضوی (خانیوال، کبیر والا)

تصحیح و تحشیہ : مولانا ابو جلیل محمد خلیل خان فیضی

پروف ریڈنگ : محمد شکیل قادری عطاری (خانیوال)

صفحات : 432

ہدیہ : 320 روپے

مکتبہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مرازیاں شریف گجرات 0300-6272130

فہرست عنوان

انتساب

شیخ کامل، جامع شریعت وطریقت، عمدۃ الصالحین، قدوۃ العارفین

بیہقی وقت، سیوطی زماں، آیت من آیات اللہ، فنافی الرسول، شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا ابوالفضل **محمد سردار احمد قادری چشتی رضوی** نور اللہ مرقدہٗ

کے نام

جو ہمہ وقت حُسنِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تجلیوں میں گم رہتے تھے

گر قبول افتد زہے عزوشرف

ابوکلیم فانی

اظہارِ عقیدت

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، نباضِ قوم، مفتی عالم اسلام
نائب محدث اعظم پاکستان فیض یافتہ
امیر ملت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند
حضرت علامہ مولانا الحاج

ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

دامت برکاتہم العالیہ
امیر جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ (رجسٹرڈ) پاکستان

ہدیہ تبریک

محسن اہلسنت، پاسبان مسلک رضا، فنافی اللہ، فنافی الرسول
عالم بے ریا، عالم باعمل، زینت علم وقلم، مصنف کتب کثیرہ
حضرت علامہ الحاج

ابوکلیم محمد صدیق نقشبندی

المعروف فانی

نوراللہ مرقدہٗ

مختصر تعارف

جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ (رجسٹرڈ) خانیوال زیر سایہ نباض قوم مفتی عالم اسلام حضرت الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ عرصہ دس سال سے خدمت دین اسلام کی لگن میں مگن ہے۔ قلیل مدت اور محدود ذرائع ہونے کے باوجود جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ خانیوال کی یہ اڑتیسویں (۳۸) اشاعت ہے اس میں سب سے کارہائے نمایاں مسلک حق اہلسنت و جماعت کا دفاع، بزرگان دین کی تعلیمات اور اصلاح اعمال پر مشتمل لٹریچر کی اشاعتیں شامل ہیں جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ خانیوال کی علمی سرپرستی عالم باعمل، زینت علم و قلم، نازش اہلسنت حضرت علامہ الحاج ابوکلیم محمد صدیق فانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ۔اور یہ تحریک راقم الحروف محمد شکیل اختر قادری رضوی، محمد شکیل احمد قادری عطاری، حضرت علامہ مولانا ابوالجلیل محمد خلیل خاں فیضی، شبیر احمد رضوی اور اویس رضا رضوی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ (رجسٹرڈ) خانیوال کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اسی طرح مسلک حق اہلسنت و جماعت بریلوی کی خدمت میں مصروف عمل رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد شکیل اختر رضوی
حال مقیم ساؤتھ افریقہ
یکم دسمبر ۲۰۱۱ء

حرفِ اوّل

از قلم محمد شکیل قادری عطاری

ہمارے مشفق اور مہربان دوست ترجمانِ اعلیٰ حضرت، فخرِ اہل سنت جناب سید صابر حسین شاہ صاحب نے ضلع اٹک سے ''انصاف'' نامی ایک کتاب بذریعہ ڈاک محسن اہلسنت پاسبان مسلک رضا حضرت ابوکلیم محمد صدیق نقشبندی المعروف فانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال فرمائی۔ جو کہ دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ تین مولویوں کی جدوجہد کا ماحصل تھا۔ حسب الارشاد حضرت سید صابر حسین شاہ صاحب حضرت فانی صاحب نے اُنیس دن میں محققانہ جواب لکھ کر اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ (رجسٹرڈ) خانیوال محترم جناب محمد شکیل اختر رضوی (حال مقیم ساؤتھ افریقہ)، محترم جناب شبیر احمد رضوی، محمد اُویس رضوی اور راقم الحروف (محمد شکیل قادری عطاری) کے سپرد فرما دیا کہ مرتبین انصاف نے کوئی نئے گل نہیں کھلائے، وہی پرانی باتیں اور سابقہ اعتراضات ہیں جن کا علماء اہل سنت بارہا تقریراً و تحریراً جواب دے چکے ہیں۔ مخالفین کی قوتِ سمع و بصر ختم ہو چکی ہے فقط امت مسلمہ میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کیلئے اپنے زعم باطل میں دین اسلام کی بہت بڑی خدمت سمجھ رہے ہیں۔

..........☆☆☆☆☆..........

صوفیاء محققین نے فرمایا ہے کہ بغض و حسد ایک ایسی روحانی مہلک بیماری

ہے جب انسانی قلب و ذہن پر اثر انداز ہوتی ہے تو انسان کی فکری صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی حال ''مرتبین انصاف'' کا ہے کہ بغض رضا کے سبب جن کی سوچ و فکر کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اور شاید ایسے مدارس سے تعلیم حاصل کی ہے جہاں اخلاقیات پر درس دینا شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے کی خوب مشق کرائی جاتی ہے۔ تمام کتاب کذب بیانی، دروغگوئی اور الزام تراشی کا مرقع ہے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور فقہاء کرام کے اقوال کے جان بوجھ کر غلط مفاہیم و مطالب پیش کئے گئے ہیں نہ کوئی ربط ہے نہ ضبط، ذہنی مریضوں کی طرح جو بات ذہن میں آئی لکھنی شروع کر دی، نیز ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر کتاب کے حجم کو بڑھانے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔

جناب ابوکلیم فانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''انصاف'' کا ردِ بلیغ لکھ کر عوام اہل سنت پر احسان عظیم فرمایا ہے، مرتبین کی کذب بیانیوں، الزام تراشیوں کو طشت ازبام کیا ہے۔ اور عقائد اہل سنت کی صحیح تصویر عوام الناس کے سامنے پیش کی ہے۔ قرآن و حدیث، اقوال صحابہ و تابعین اور بزرگانِ اسلام سے اپنے عقائد و نظریات کو مدلل کیا ہے۔ اگر مخالفین بغض و حسد کی عینک اُتار کر اس کا مطالعہ کریں گے تو خالق کائنات سے امید واثق ہے کہ ''ان شاء اللہ'' ضرور ان کو راہ ہدایت نصیب ہوگی۔

..........☆☆☆☆☆..........

کمپوز شدہ مسودہ حضرت فانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابوالجلیل محمد خلیل خاں فیضی مدظلہ کو تصحیح کیلئے دیا علامہ ابوالجلیل محمد خلیل خاں فیضی مدظلہ نے تصحیح کے ساتھ ساتھ حواشی بھی تحریر فرما دیئے۔ کتاب پر نظر ثانی و تصحیح و تحشیہ کا کام مکمل ہو چکا تھا

تو اچانک مورخہ ۲۷ نومبر ۲۰۰۶ء بمطابق ۵ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ بروز سوموار شریف حضرت فانی کا سانحہ ارتحال پیش آیا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ حضرت فانی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد کچھ وجوہ کی بنا پر کتاب کی اشاعت نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم سے جماعت رضائے مصطفےٰ (رجسٹرڈ) خانیوال کے اراکین نے اشاعت کیلئے محترم جناب شیخ محمد سرور اویسی صاحب مالک اویسی بک سٹال گوجرانوالہ سے بات کی تو محترم نے بخوشی اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری کو قبول کیا۔ اور اپنے معیار کو قائم رکھتے ہوئے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا ہے اللہ رب العزت جل شانہٗ بطفیل حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کتاب کے مؤلف مصحح، ناشر و جملہ معاونین کو دارین کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرمائے۔ مؤلف کی اس کاوش و محنت کو اپنے دربارِ دربار گہربار میں قبولیت عطا فرمائے اور اس اشاعتی ادارے کو روز افروز ترقی عطا فرمائے۔

۲۹ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ بروز ہفتہ

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد شکیل قادری عطاری

کالونی نمبر ۱، عامر منزل، مکان نمبر ۵۹۹، خانیوال

تقدیم

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۲۱ء) نے ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ تحریک ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک عظیم مجاہد کے طور پر سامنے آئے اور ساری زندگی گستاخوں کے تعاقب میں رہے جب مولوی قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' میں خاتم النبیین کے معنی تبدیل کئے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' میں معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم شریف کو شیطان کے علم سے بھی گھٹانے کی ناپاک حرکت کی اور اس پر مولوی رشید احمد گنگوہی نے تصدیق کی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ''حفظ الایمان'' میں رحمت کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم شریف پر ناروا حملہ کیا تو ان نازک ترین حالات میں مردِ حق آگاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ تڑپ کر رہ گئے۔ آپ نے ان لوگوں سے مطالبہ کیا کہ یا تو ان

عبارات کا صحیح محمل بیان کیجئے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو قلم زد کر دیجئے۔ آپ نے ان گستاخوں کو خطوط لکھے۔ رسائل لکھے بار بار یاد دہانی کرائی لیکن جب یہ لوگ بالکل ٹس سے مس نہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "تحذیر الناس" کی تصنیف کے ۳۰ سال بعد "براہین قاطعہ" کی اشاعت کے قریباً ۱۶ سال بعد اور "حفظ الایمان" کی اشاعت کے قریباً ایک سال بعد ۱۳۲۰ھ میں ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کی خاطر مذکورہ بالا قائلین کے بارے میں ان کفریہ عبارات کی بنا پر فتوائے کفر صادر کیا۔ ۱۳۲۴ھ میں حرمین شریفین کے ۳۵ جلیل القدر علماء کرام نے بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتوٰی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے زوردار تقاریظ لکھ دیں جو حسام الحرمین کی صورت میں سامنے آئیں بعد میں پاک و ہند کے جلیل القدر علماء کرام نے بھی تائید کر دی اور ان افراد کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ یہ ہے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا وہ جرم جو معاف نہیں کیا جا رہا۔ مخالفین نے توبہ کرنے کی بجائے ان عبارات کی تاویلات کرنا شروع کر دیں اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر سب وشتم شروع کر دیا۔ عصمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت کی بجائے اپنے ان علماء کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر بے بنیاد الزامات کے انبار لگا دیئے ان کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا کبھی ان کو انگریز کا ایجنٹ کہا گیا کبھی بدعتی کہا گیا کبھی نئے فرقے کا بانی مشہور کیا گیا اگرچہ ان الزامات کی کوئی حقیقت نہ تھی لیکن علماء اہلسنت نے میدانِ عمل میں آکر ان کے بے بنیاد الزامات کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیے۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے "شہاب ثاقب" میں جو کچھ کہا مفتی سنبھل علامہ سید اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمۃ نے ردّ شہاب ثاقب میں ایسا بھرپور اور مسکت جواب دیا کہ آج تک ان کی ذریت سنبھل نہ سکی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے "المہند" میں جو فنکاری کی مناظر اسلام مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ نے رد

المہند میں ان کے مکروفریب کا پردہ چاک فرما دیا۔ کسی نے مذہبی دنیا میں دہشت گردی کرتے ہوئے "دھماکہ" کیا تو مولانا محمد حسن علی رضوی نے "قہر خداوندی" بن کر اس کے اثرات کو زائل فرمایا نیز مولانا خلیل اشرف اعظمی علیہ الرحمۃ نے اس دہشت گرد کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے باطل کے ایوانوں میں ایک ایسا زلزلہ بپا کیا آج تک تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ جو بھی سامنے آتا ہے۔ علماء اہلسنت کی صفوں میں سے ایک ایک مجاہد آگے بڑھ کر فتنہ پرور کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اور ان کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیتا ہے۔ حق و باطل کی جنگ روز ازل سے جاری ہے۔ اور جاری رہے گی۔ انجمن انوار رضا واہ کینٹ کی جانب سے علامہ حافظ قاضی غلام محمد سیالوی علیہ الرحمۃ (محمدی شریف جھنگ) کی ایک کتاب "لاتفرقوا" شائع ہو کر سامنے آئی۔ جس میں نہایت مدلل اور مثبت انداز میں تفرقہ بازی کو زیر بحث لایا گیا تھا۔ مخالف کیمپ سے افراد ثلاثہ سامنے آئے اور انصاف کے طالب ہوئے۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ لاتفرقوا کا جواب ہے لیکن صرف تین چار جگہوں پر لاتفرقوا کا ذکر ملتا ہے باقی سب کچھ اپنے ان چند علماء کی حمایت میں جن کی کتابیں عصمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ہیں اور جی بھر کر عصمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاسبان امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر سب وشتم کیا گیا بے بنیاد الزامات لگائے گئے۔ حالانکہ الزامات کا بارہا دفعہ جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن افراد ثلاثہ ایک دفعہ پھر انصاف کے طالب ہوئے ہیں تو اہلسنت کی جانب سے محقق اہلسنت علامہ ابوکلیم محمد صدیق فانی علیہ الرحمۃ (م ۲۷ نومبر ۲۰۰۶ء) اسعاف بجواب انصاف لے کر سامنے آئے ہیں۔ آپ بے دینوں کیلئے ایک سیف المسلول ہیں محب الرسول ہیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مقبول ہیں۔ آپ کی ساری زندگی جہاد بالقلم میں گذری آخر دم تک خامہ فرسائی فرماتے رہے۔

اعتقادی اور نظریاتی دنیا میں آپ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ علامہ ابوکلیم محمد صدیق فانی علیہ الرحمۃ ۱۹۴۴ء میں پٹیالہ (گورداسپور انڈیا) میں حاجی مراد علی قادری علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے خانیوال آ گئے۔ یہاں تعلیم حاصل کی۔ پیرِ طریقت امام بخش نقشبندی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بچپن ہی سے خوش نویسی کا شوق تھا آپ نے کتابت اور خوش نویسی کو پیشہ کے طور پر اپنایا مایہ ناز خوش نویس عبدالمجید رقم آپ کے استاد تھے۔ آپ ۳۵ سال کتابت اور خوش نویسی کے ساتھ منسلک رہے بچپن ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تلاوت قرآن کریم روز کا معمول تھا کثرت سے درود وسلام پڑھتے تھے۔ ساری زندگی سادگی اور درویشی میں گذاری۔ آپ کی وسیع لائبریری تھی۔ اکثر مطالعہ میں منہمک رہتے تھے۔ ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں اکثر شائع ہو چکی ہیں اور چند ایک زیر طبع ہیں۔ ۲۷ نومبر ۲۰۰۶ء کو دنیا اہلسنت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی بخشش فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

امید ہے آپ کی دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کرے گی۔ انشاء اللہ

دعا گو

گدائے کوئے مدینہ

احقر صابر حسین

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ، ۲۴ر ستمبر ۲۰۰۷ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمل کا ردِ عمل

تابشِ اہل سنت ...... ادیبِ ملت

حضرت علامہ الحاج محمد منشاء تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

"صراطِ مستقیم" پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے انعام کی عظمت سے سرفراز فرمایا اور اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں انعام یافتہ ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی معیت ورفاقت کا حکم دیا۔ قرآن مجید کا آغاز اپنی حمد سے فرماتے ہوئے سورۃ الحمد میں دُعا کی خصوصی تعلیم دی کہ مجھ سے یوں طلب کرتے رہیں

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

﴿پ ا سورۃ الفاتحہ آیت ۵ تا ۷﴾

ترجمہ:۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ اُن کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

واضح ہوا کہ اللہ رب العزت نے اپنے خاص بندوں کو انعام کی دولت عظمیٰ عطا فرمائی، چنانچہ کسی قسم کا ابہام نہ رہنے دیا بلکہ بڑی وضاحت سے فرمایا

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴿پ ۵ سورۃ نساء آیت ۶۹﴾

ترجمہ:۔ تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں

پس یہی اہل حق صراط مستقیم سے موصوف ہیں ان کی اتباع وپیروی اور نقش قدم پر چلنے سے

انعام ہو سکتے ہیں۔

اور اس دور میں سب سے بڑا انعام صحیح العقیدہ ہونا ہے اور صحیح العقیدہ صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہے اور یہی جماعت ہے جس کے ہر فرد کا اعلان ہے

بندۂ پروردگارم اُمت احمد نبی ...... دوست دار چار یارم تابہ اولادِ علی
مذھب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل ...... خاک پائے غوثِ اعظم زیر سایہ ہر ولی

مزید یہ ہے......

صدیق عکس حسن کمال محمد است ...... فاروق ظل جاہ و جلال محمد است
عثمان ضیائے شمع جمال محمد است ...... حیدر بہار و باغ خصال محمد است
اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین ...... ایمان ما محبت آلِ محمد است

زیرِ نظر کتاب ''انوار احناف'' میں اہل سنت کے عقائد کو دلائل و براہین سے مرصع کیا گیا ہے اور مخالف کے سوقیانہ انداز سے صرف نظر کرتے ہوئے حقائق کو واضح کیا ہے۔

قارئین کرام! بغور پڑھیں اور اپنے ایمان و ایقان کے جسٹس سے فیصلہ کرا لیں، کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔

ہمیں ایسی کتاب شائع کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی، مگر ہمیشہ عمل کا ردِ عمل ہے۔ جو مخالف کا عمل سراسر الزام تراشی پر مبنی تھا تو مجبوراً مصنف کو یہ راہ اختیار کرنا پڑی اور اپنے سچے اور سچے مسلک پر جو خاک ڈالنے کی بے فائدہ کوشش کی گئی تھی اُس سے گرد کو صاف کرنے کے لئے مصنف نے قلم اُٹھایا اور حق واضح فرمایا۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں مسلک حق اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ چلنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ امین ثم امین۔

فقط

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۸رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ/۲رفروری ۲۰۱۲ء چہار شنبہ

تذکرہ صدر الخطاطین علامہ محمد صدیق فانی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

حضرت قبلہ محمد صدیق بن حاجی مراد علی قادری ۱۹۴۲ء میں ضلع گورداسپور (انڈیا) کے علاقہ پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں گورداسپور سے ہجرت کر کے خانیوال بلاک نمبر ۷ میں قیام فرمایا۔

اسم گرامی

والدین نے آپ کا نام محمد صدیق رکھا، کنیت ابوکلیم، تخلص فانی۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم خانیوال ہی میں حاصل کی اور ۱۹۵۸ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول خانیوال سے پاس کیا۔

آپ کو بچپن ہی سے دینی ماحول میسر آیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت حاجی مراد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک دین دار شخصیت تھے اور فوج میں ملازم تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نیک اور پارسا، صوم و صلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔ قبلہ فانی علیہ الرحمۃ بچپن ہی سے شرم و حیا کے پیکر تھے۔

بیعت

آپ نے پیر طریقت، ولی کامل حضرت امام بخش نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے پیر و مرشد کا تعلق جڑانوالہ (فیصل آباد) سے تھا۔ آپ شریعت کے انتہائی پابند صوفی بزرگ تھے۔ قبلہ فانی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میرے مرشد کامل کی مجھ پر خاص نظر عنایت اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

ذریعہ معاش

آپ کو بچپن ہی سے خوشنویسی کا شوق تھا۔ آپ نے کتابت اور خوشنویسی کو پیشہ کے طور اپنایا کتابت اور خوشنویسی میں آپ کے استاد پاکستان کے مایۂ ناز خوشنویس عبدالمجید رقم تھے۔ جن کے آپ تنہا شاگرد تھے۔ کتابت اور خوشنویسی میں آپ کے شاگرد پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔

کم وبیش آپ ۳۵ رسال کتابت وخوشنویسی کے پیشہ سے منسلک رہے۔ اس دوران آپ نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بیشتر کتب احادیث اور فقہ آپ کی کتابت شدہ ہیں۔

ذوقِ عبادت

حضرت فانی علیہ الرحمۃ بچپن ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تلاوتِ قرآن مجید سے قلبی لگاؤ تھا۔ اکثر اوقات تلاوت کلام مجید میں گزارتے اور جمعہ کے روز سورۃ الکہف کا ورد کرتے جو زندگی بھر معمول رہا۔ اس مبارک سورۃ کی برکت سے آپ اصحابِ کہف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

کثرتِ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے

(کنز العمال صفحہ نمبر ۴۲۵ جلد اول طبع بیروت)

حضرت فانی علیہ الرحمۃ سچے عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کا محبوب ومرغوب وظیفہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک تھا۔ دورانِ کتابت جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی اسم گرامی آتا لکھتے وقت درود

شریف پڑھتے قصیدہ بردہ شریف، دلائل الخیرات شریف خصوصی وظائف تھے۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی الغنی (متوفی ۸۹۸ھ) کے درج ذیل شعر کا پورا پورا نمونہ تھے۔

جامی ثنائے یار کند انشراح صدر
ہردم وظیفہ گفتن نام محمد است (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حق گوئی

آپ نے ہمیشہ حق اور سچائی کی بات کی ہے۔ اگر اپنوں میں کوئی کمی محسوس کی تو ان کی تحریری طور پر اصلاح کرنے کی کوشش فرمائی۔

حق اور سچ کے متلاشی لوگ آپ کی کتب سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔

آپ شب بدعقیدگی میں صبح صادق کے نقیب قرار پائے۔ قبلہ فانی علیہ الرحمۃ نے ہمیشہ اپنی زبان اور قلم سے حق کی ترجمانی فرمائی۔ اور حق بات کرنے میں کبھی نہیں گھبرائے۔ آپ کی ذات اہلسنت کیلئے بہت بڑی نعمت تھی۔

اہلسنت وجماعت کے خلاف کوئی تحریر موصول ہوتی حضرت فوراً اس کا رد تحریر فرماتے اشاعت کی کوشش فرماتے اور اکثر کتب بلاقیمت تقسیم فرماتے بالخصوص سرزمین خانیوال میں جس کسی نے اہلسنت کے خلاف زہر اگلا تحریراً یا تقریراً حضرت فانی علیہ الرحمۃ نے رات ورات اس کا رد بلیغ لکھ کر شائع کیا بسا اوقات جواب الجواب کا سلسلہ بھی چل نکلا لیکن چند اقساط کے بعد مخالفین گالی گلوچ پر اتر آئے حضرت کے دلائل سے عاجز ولاجواب ہوگئے۔ رفع یدین کے موضوع پر خانیوال کے ایک غیر مقلد کو شوق چرایا حضرت کے ساتھ تحریری مناظرہ شروع کردیا حضرت نے ایسے محققانہ انداز سے غیر مقلد کے اعتراضات کا قلع قمع کیا کہ غیر مقلد نے راہ فرار اختیار کی تحریری مناظرہ حضرت کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ نجدیت ووہابیت کے رد میں حضرت

فانی علیہ الرحمۃ نے آئینۂ اہلسنت بجواب رضاخانی مذہب، شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت، براہین اہلسنت بجواب کشف حقیقت، افتخار اہلسنت بجواب انوار اہلسنت، میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی بجواب میٹھی میٹھی سنتیں یا بدعتیں تحریر فرمائیں علمائے اہلسنت بالخصوص مناظرین اہلسنت نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ایک محفل میں مناظر اہلسنت علامہ مفتی محمد عبدالحمید چشتی مدظلہٗ مہتمم جامعۃ الرسول خانیوال نے ارشاد فرمایا جس نے مناظر بننا ہے وہ فانی صاحب کی کتب پڑھے۔ حضرت فانی علیہ الرحمۃ کی تحقیق سے مزین کتب میں سے اسعاف بجواب انصاف پیش خدمت ہے یہ حضرت فانی علیہ الرحمۃ کی آخری تصنیف ہے دیگر کتب کی طرح اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مقبول و مشکور فرمائے۔

اخلاق وعادات

آپ سلف الصالحین کی سیرت کا کامل نمونہ تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی تفسیر تھے۔ اپنا ہو یا غیر حق بات کہنے سے نہیں ڈرتے تھے۔ سخاوت اور مہمان نوازی ایسی صفات سے مزین تھے۔ مہمان کے آنے پر دلی فرحت محسوس کرتے اور بذات خود مہمان نوازی کے فرائض انجام دینے کو عار نہیں سمجھتے تھے، انتہائی متواضع، منکسر مزاج اور رحمدل تھے۔ علماء اہل سنت سے نہایت ہی ادب واحترام اور تعظیم وتکریم سے پیش آتے اور صحیح العقیدہ سنی سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتے، بے دینوں کیلئے برہنہ تلوار تھے۔

نام ونمود سے دوری

آپ نے ہمیشہ نام ونمود سے پاک زندگی بسر کی۔ نام ونمود کو ناپسند فرماتے تھے تمام زندگی اتباع سنت میں بسر کی۔ اپنے تخلص فانی کی نسبت سے اپنے نفس کو فنا کر رکھا تھا۔ کسی قسم کی کوئی دنیاوی خواہش نہ تھی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی شرعی حیثیت کے نام سے ایک پُر مغز مقالہ تحریر فرمایا شائع ہوا یہی مقالہ کراچی سے بھی انجمن انوار قادریہ نے بہت خوبصورت انداز میں شائع کیا ٹائٹل پہ حضرت کے نام کے ساتھ علامہ لکھ دیا جب حضرت فانی علیہ الرحمۃ کے پاس چند نسخے آئے تو آپ نے ایک نسخہ ازراہ محبت راقم الحروف کو عنایت فرمایا۔ راقم نے کتاب کے ٹائٹل پر دیکھا سیاہی پھری ہوئی ہے سورج کی روشنی میں دیکھا تو لفظ علامہ لکھا ہوا تھا۔ راقم نے عرض کیا آپ نے اس لفظ پہ سیاہی کیوں پھیری حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا فیضی صاحب ناشر نے میرے نام کے ساتھ علامہ لکھ دیا میں اس قابل کہاں؟ اللہ اکبر! حضرت سعید علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا۔

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بندہ تواضع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک بلند کرتا ہے۔ (احیاء العلوم صفحہ ۳۴۱ جلد ۳ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت)

وسعت مطالعہ

آپ کو مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ ساری ساری رات مطالعہ کرتے۔ ایک بار کثرت مطالعہ کی بناء پر طبیعت ناساز ہوگئی۔ نشتر ہسپتال ملتان داخل کئے گئے کئی روز تک زیر علاج رہے ڈاکٹروں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت علیہ الرحمۃ جیسے ہی صحت یاب ہوئے۔ گھر آتے ہی مطالعہ شروع کردیا۔ جس کتاب کا ایک بار مطالعہ فرماتے۔ اس کے مضامین ہمیشہ کیلئے حافظہ میں محفوظ ہوجاتے۔ اخیر عمر میں کمزوری کے باعث زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتے تھے تو لیٹے ہوئے بھی مطالعہ فرماتے رہتے۔

زیارت حرمین شریفین

۱۹۷۳ء میں بذریعہ بس حج بیت اللہ اور زیارت گنبد خضریٰ سے آپ مشرف ہوئے۔ اور زیارت حرمین شریفین کے موقع پر خوب فیوض و برکات حاصل کئے۔

مزاراتِ اولیاء کاملین پر حاضری

قبلہ فانی علیہ الرحمۃ نے جن مزارات پر حاضری دی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (بغداد، عراق)، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (بغداد، عراق)، حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ (کاظمین، عراق)، حضرت امام محمد یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ (ہمدان، ایران)، حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ (مشہد، ایران)، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری (لاہور)، حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر (پاکپتن)، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی (ملتان)، حضرت شاہ رکن عالم (ملتان)، حضرت محدث اعظم پاکستان محمد سردار احمد قادری (فیصل آباد) ،حضرت شاہ بخش ملتانی (خانیوال)، حضرت بابا ملنگ (خانیوال)، حضرت بابا خورشید عالم (خانیوال)، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ (ملتان)، حضرت مولانا حامد علی خاں (ملتان)، حضرت سید یوسف شاہ گردیزی (ملتان)، حضرت میاں ولی محمد چادر والی سرکار (ملتان)، حضرت سلطان باہو (جھنگ)، حضرت خواجہ غلام فرید (کوٹ مٹھن) رحمۃ اللہ علیہم اور پاکستان کے دیگر مزارات اولیاء کاملین پر حاضری دی۔

شاعری

آپ کو اللہ تعالیٰ نے فن شاعری سے بھی نوازا تھا۔ آپ کی شاعری میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اصلاح معاشرہ کی جھلک پائی جاتی ہے۔

انداز تحریر

حضرت قبلہ فانی علیہ الرحمۃ جب کوئی مضمون یا مقالہ لکھتے تو سب سے پہلے ایک رجسٹر پہ اس مضمون کی سرخیاں قائم کرتے۔ پھر کتب سے عبارات درج کرتے تکمیل کے بعد دوبارہ پڑھتے۔ مشکل عبارات کو عام فہم انداز میں تحریر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت اور قلم میں بہت برکت رکھی تھی۔ کم وقت میں ضخیم کتب تحریر ہوئیں۔ جب بھی کوئی کتاب تحریر فرماتے انتہائی مدلل اور مستند حوالہ جات کے ساتھ تحریر فرماتے تھے۔

بزرگوں کی صحبت اور حلقہ احباب

- حضور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رضوی (فیصل آباد)
- غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ (ملتان)
- حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)
- حضرت مولانا عبدالقادر سعیدی رحمۃ اللہ علیہم (خانیوال) کی صحبت خاص میسر آئی

آپ کا حلقہ احباب یوں تو بہت وسیع تھا جن میں سے چند مشہور احباب یہ ہیں: پاسبان مسلک رضا حضرت الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی (گوجرانوالہ) ماہر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)، حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایڈیٹر ماہنامہ جہان رضا، لاہور)، حضرت مولانا میاں زبیر احمد قادری (لاہور) حضرت مولانا جمیل احمد رضوی (شیخوپورہ)، حضرت علامہ افتخار احمد حبیبی (کوئٹہ)، حضرت علامہ علاؤ الدین صدیقی (وائس چانسلر محی الدین یونیورسٹی آزاد کشمیر)، پیر طریقت حضرت سید ممتاز حسین شاہ سہروردی (خانیوال)، حضرت مولانا مفتی محمد اشفاق احمد رضوی (حال مقیم برطانیہ)، حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)، حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی

(پرنسپل جامعہ نعیمیہ لاہور)، رئیس التحریر حضرت علامہ فیض احمد اویسی (بہاولپور)، حضرت مولانا حسن علی رضوی (میلسی)، حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری (برہان شریف ضلع اٹک)، خلیل احمد رانا (جہانیاں)

کرم ہی کرم

حضرت فانی علیہ الرحمۃ کو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی بہت خواہش تھی۔ ایک دن صبح فقیر کو فرمانے لگے۔ شکیل بیٹا آج تو کرم ہوگا۔ کل رات رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آج طبیعت بہت خوش ہے۔ فرمانے لگے شکیل بیٹا اپنی کتاب براہین اہلسنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کتاب ہے۔ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی یہ کتاب میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں دیکھی۔

کوہ استقامت

آپ نے کسمپرسی کے باوجود بھی تحریری کام کو متاثر نہ ہونے دیا۔ انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ خدمت دین کیلئے آپ کا گھر دن رات کھلا رہتا تھا۔ جب بھی کوئی سائل مسئلہ کے سلسلہ میں آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی تسلی وتشفی فرماتے۔ اس کو اللہ جل جلالہ اور اس کے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درس دیتے اور فرماتے تھے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل دین ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

آپ کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی۔ جو بھی آپ کے پاس تشریف لاتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ جاتا۔ عرس محدث اعظم پاکستان کے موقع پر صاحبزادہ ابوالرضا محمد

داؤد رضوی صاحب (گوجرانوالہ) خانیوال تشریف لائے۔ محمد شکیل اختر رضوی کے ہمراہ قبلہ فانی علیہ الرحمۃ کے گھر پر حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی تحریر کردہ کتاب براہین اہلسنت پیش کی۔ مولانا صاحب نے پوچھا حضرت یہ کتاب کتنے عرصہ میں لکھی ہے، فرمایا ایک ماہ کے عرصہ میں، میں نے یہ کتاب مکمل کی ہے۔ مولانا صاحب فرمانے لگے کہ اس کیلئے کم از کم ایک سال کا عرصہ لگتا تھا۔ بعد میں جب محمد شکیل اختر رضوی گوجرانوالہ حاضر ہوئے تو مولانا محمد داؤد رضوی صاحب فرمانے لگے کہ شکیل صاحب آپ نے میری ملاقات فانی صاحب سے پہلے کیوں نہیں کروائی۔ میں نے وہاں بیٹھ کر بہت روحانیت محسوس کی ہے۔ محمد شکیل اختر کہنے لگے اللہ والوں کی باتیں، اللہ والا ہی جانتا ہے۔

مہمان نوازی

حضرت فانی علیہ الرحمۃ مہمان نوازی میں کبھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے جو بھی آپ سے ملاقات کیلئے آتا تو حضرت بنفس نفیس اس کی خاطر تواضع فرماتے۔ ایک بار مفتی شوکت علی سیالوی اپنے استاد محترم کے ہمراہ حضرت علیہ الرحمۃ کے دارالمطالعہ میں تشریف لائے تو حضرت فانی علیہ الرحمۃ نے چائے اور بسکٹ سے تواضع کی۔ محمد شکیل اختر چائے اور بسکٹ لے کر آئے تو سیالوی صاحب فرمانے لگے کہ فانی صاحب مجھ سے پوچھ تو لیتے، تو جواباً حضرت فانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہی فرق ہے علماء اور درویشوں میں۔ علماء پوچھتے ہیں اور درویش پوچھا نہیں کرتے۔ سیالوی صاحب نے فرمایا حضرت آپ کے ملفوظات میں ایک اور اضافہ ہوا۔

رونمائی مطلع انوار

۱۹ر رمضان المبارک، ۱۳ر ستمبر ۲۰۰۶ء آستانہ عالیہ خورشیدیہ پر قبلہ فانی علیہ الرحمۃ کی آخری کتاب مطلع انوار کی پروقار تقریب رونمائی ہوئی۔ جس میں جاوید ہاشمی

ایڈووکیٹ، پروفیسر محمد مقبول، محمد شکیل اختر رضوی نے کتاب کی افادیت پر روشنی ڈالی اور مصنف کی عملی تحقیق کو خراج تحسین پیش کیا۔اس کے قبلہ فانی علیہ الرحمۃ نے علم کی اہمیت پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔آخر میں دربار عالیہ خورشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی، خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد سلیم خورشیدی، خلیفہ مجاز ڈاکٹر محمد صدیق خورشیدی، خالد شریف (ناظم)، خوشی محمد پہلوان خورشیدی، ڈاکٹر مسرت حسین سہو نے قبلہ فانی علیہ الرحمۃ اور محمد شکیل اختر رضوی کی دستار بندی کی۔

وفات حسرت آیات

۲۵ رنومبر ر۳ ذیقعد بروز ہفتہ ۹ بجے شب محمد شکیل عطاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مسلم شریف کی حدیث پاک کی شرح بیان فرمائی اور کافی دیر دینی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔اس وقت آپ کو کھانسی کی شکایت زیادہ ہوئی تو آپ نے آرام کرنے کی اجازت چاہی۔۲۶ رنومبر کی رات آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی آپ کو ہسپتال لے جایا گیا آپ کو اس وقت دل کی تکلیف محسوس ہوئی۔آپ کو شوگر کا مرض کافی عرصہ پہلے لاحق ہوا تھا۔اس کی وجہ سے آپ کی صحت کافی کمزور تھی۔
۲۷ رنومبر کی صبح فجر کے وقت آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کردی۔

موت سے کس کو رستگاری ہے وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔حضرت فانی علیہ الرحمۃ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر گئے اور اپنے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر گئے اور برملا کہتے ہوئے گئے۔

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

میں اپنی زندگی پر خوش جارہاہوں میں نے کام کیا ہے!

واقعی حضرت نے کام کیا ہے۔موت اس کو مارتی ہے جو موت سے ڈرتا ہے اور جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کیلئے زندگی ہی زندگی

ہے۔

ہو اگر خود نگر و خودگر و خودگیر خودی

یہ بھی ممکن ہے کہ موت سے بھی مر نہ سکے

وقت کی قدر

راقم نے آپ کو کبھی وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا پیرانہ سالی کے باوجود ایک لحہ بھی فارغ بیٹھے نہیں دیکھا گیا طلباء آرہے ہیں حضرت فلاں موضوع پر مقالہ لکھ دیں۔محققین آرہے ہیں حضرت فلاں حوالہ درکار ہے۔غرضیکہ آپ کے پاس ہر وقت محفل جمی رہتی۔مزید مطالعہ کیلئے ملاحظہ ہو"تذکرہ فانی مع تاثرات نورانی" مطبوعہ جماعت رضائے مصطفےٰ (رجسٹرڈ) خانیوال۔

تصنیفات وتالیفات

آپ نے بے شمار کتب تحریر فرمائی ہیں۔جو بہت ہی اہم موضوعات پر ہیں۔
آپ کی چند مشہور کتب درج ذیل ہیں۔

- تخریج احادیث المکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (علیہ الرحمۃ)
- الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی شرعی حیثیت
- آئینہ اہلسنت بجواب رضاخانی مذہب
- براہین اہل سنت بجواب کشف حقیقت
- افتخار اہل سنت بجواب انوار اہل سنت
- شاہکار قدرت کے علم کی وسعتیں
- یاصاحب الجمال ویاسید البشر
- اندھیرا گھرا کیلی جان
- گلدستہ احادیث
- مسئلہ ایصال ثواب
- دو درخشندہ ستارے
- مفتیان کرام
- امہات المومنین

- جمہور علماء کا فیصلہ (زیر طبع)
- نیرّ تاباں
- تنویر الصحیفہ فی تائید ابی حنیفہ
- حقوق المسلمین
- میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوتِ اسلامی
- تذکرہ کافی شہید
- مختصر تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ عطاری
- تذکرہ امام ابوحنیفہ
- شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت
- سیدنا صدیق اکبر
- اسعاف بجواب انصاف
- تذکرہ مدراسی شہید
- دعوت اسلامی اور سبز عمامہ
- سلاسل الذہب
- مختصر احوال معین الدین چشتی
- تحفہ رضویہ
- طلوع سحر
- تذکرہ شہید کے
- جرائتوں کا قافلہ
- ذوالنورین
- سیرت امام ناصر الدین سونی پتی
- مطلع انوار

اللہ رب العزت جل مجدہٗ حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے مرقد کو اپنے نور سے بھر دے اور مرقد پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کا سائبان سایہ فگن رہے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس

ابوالجلیل محمد خلیل خاں فیضی

۲۲ر نومبر ۲۰۱۱ء

0346-7907453

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔ (کنز الایمان)

امام المعقولات مولانا محمد دین بدھوی رحمۃ اللہ علیہ

اکابر اہل سنت میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۸۸۴ء موضع بدھو ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا قاضی سید رسول قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ صرف اور نحو کی تعلیم فتح جنگ ضلع کیمبلپور میں مکمل کی۔ بعد ازاں رام پور میں مولانا فضل حق رامپوری علیہ الرحمۃ اور ٹونک میں مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کسب فیض کرتے رہے۔ رام پور اور ٹونک میں مجموعی طور پر سات سال رہ کر تکمیل کی اور وطن واپس تشریف لائے۔ آپ قطب عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے مرید خاص تھے۔

پہلے چند سال بدھو میں درس دیا۔ جس میں بخارا، کابل اور علاقہ غیر کے طلبہ شریک ہوئے۔ بعد ازاں اہل سنت کے مدارس امرتسر، مکھڈ شریف، ملتان، سیال شریف، وزیر آباد، بھیرہ شریف، وڑچھ، شرقپور شریف، بندیال، ہری پور ہزارہ، چکوال وغیرہ مقامات پر تشنگانِ علوم کو سیراب فرماتے رہے۔

شوال، ۲۵ فروری (۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء) کو تقریباً اسی (۸۰) سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت مولانا عبدالرزاق مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت صفحہ نمبر ۴۶۶، از مولانا عبدالحکیم شرف قادری)

● حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں:

آپ ایک باخبر عالم دین تھے۔ زمانے کے رُخ اور حالات کو بہتر طور پر سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ اپنے دور کی سیاسی تحریکوں کی حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔ جمعیت علماء ہند کی شاطرانہ قلابازیوں، جماعت اسلامی کی دورنگی، خاکساروں کی خود فریبی اور انجام کوری اور کانگریس کی مسلم دشمن پالیسی سے خوب واقف تھے۔ اور علمائے اہل سنت و جماعت کی مومنانہ فراست و بصیرت کے معترف و مداح تھے۔ اس لئے ان تمام جماعتوں کو نظر انداز کر کے مسلم لیگ میں باقاعدہ شامل ہو گئے۔ (تجلیات مہر انور صفحہ نمبر ۸۸۲)

اس لئے آپ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے ترمذی شریف مولوی محمود الحسن دیوبندی سے پڑھی تھی سراسر کذب بیانی ہے۔ (انصاف، عنوان دعائیہ کلمات)

ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم

اور ان کی وفادار دو مشہور شخصیتیں

جب انگریزوں نے ہندوستان کی سیاست میں مداخلت کر کے اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو اس کے ساتھ ہی انہیں انگریزی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے فکر دامن گیر ہوئی، پھر چونکہ سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا کیونکہ ہندوستان کی حکومت انہوں نے مسلمانوں ہی سے چھینی تھی، اس لئے انہوں نے بڑی غور و خوض کے بعد یہ طے پایا کہ جب تک مسلمان قوم کا ایمان و اسلام باقی ہے اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قدم نہیں جم سکتا، لہٰذا مسلمانوں کو ان کے ایمان و عقیدہ سے برگشتہ کرنا اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کر دینا انتہائی ضروری ہے، پھر اس خطرناک سکیم کے تحت انگریزوں نے کرائے کے مولویوں اور لیڈروں کو اس کام پر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سنا سنا کر ان کے عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں تا کہ جب کچھ مسلمانوں کے عقائد خراب ہو جائیں گے تو پرانے اور نئے عقائد والے مسلمان آپس میں لڑیں اور جھگڑیں گے اور مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان ہوشیار مولویوں اور چالاک لیڈروں نے پہلے تو

اپنے نمائشی اعمال کا ڈھونگ رچایا، اسلام کے خادم بنے، قرآن کے حافظ اور حدیث کے محدث بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک کر کے خود روئے اور مسلمانوں کو خوب خوب رلایا پھر جب ان کا عالمانہ، عاشقانہ اور صوفیانہ سکہ مسلمانوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گیا تو انگریزی سازش کے مطابق قرآن کی آیتیں پڑھ کر، حدیثیں سنا سنا کر باطل اور کفریہ عقائد پھیلانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں مسلمان کئی ایک فرقوں میں بٹ گئے، ان کا شیرازہ بکھر گیا ان کی اجتماعی قوت پاش پاش ہوگئی۔ سادہ لوح مسلمان سمجھتے رہے کہ راستہ وہی سیدھا ہے اور عقیدہ وہی حق ہے جو یہ مولوی اور لیڈر بتا اور سکھا رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ مولانا، محدث، صوفی اور مصلح ہیں اور پھر بار بار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کر رہے ہیں۔ افسوس اور صد افسوس! اگر وہ مسلمان کسی طرح آگاہ ہوگئے ہوتے کہ یہ خطرناک جال عیسائی انگریزوں کا پھیلایا ہوا ہے اور ان کے یہ مقرر کئے ہوئے مولوی اور لیڈر دین کے بھیڑیے ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئے ہیں تو روز اول ہی سے انگریزوں کی تباہ کن سکیم تہس نہس ہوگئی ہوتی اور آج مسلمان چند در چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاتے۔ لیکن اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے سینکڑوں مسلمان ناواقف ہو کر اپنے ایمان کا ہیرا کھو بیٹھے۔ بالآخر انگریزوں کی خواہش کے مطابق ان مولوی اور لیڈروں نے نئے نئے عقائد و نظریات پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں خوب لڑایا اور اس طرح ان کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

یوں تو انگریزوں نے بہت سے مولویوں اور لیڈروں کو اسلام کے خلاف غلط عقائد و خیالات پھیلانے کیلئے مقرر کیا تھا لیکن ہمیں صرف ان مولویوں اور لیڈروں کا پردہ چاک کرنا ہے جو پورے ہندوستان اور پاکستان میں مشہور ہیں اور جن کا ظاہری تقدس آج بھی بیشتر مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنا ہوا ہے۔ حضرت مولانا

حسن جان سرہندی علیہ الرحمۃ نے ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"جن کے ظاہر خدوخال یہ ہیں کہ اگر ان کے ظاہر پر نظر کی جائے تو پختہ مسلمان ہیں اور باطنی خباثت پر اطلاع ہو تو بدتر از شیطان ہیں، بظاہر اصلاح سے آراستہ ہیں، ان کا لباس سفید و پاکیزہ ہے ریشیں دراز ہیں نمائشی تقویٰ کے مجسمے ہیں انکی زبانیں نرم اور شیریں ہیں مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن طعن کی خباثت سے آلودہ ہے"۔ (الاصول الاربعہ صفحہ نمبر ۱۸ مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء)

- **نام نہاد امیر المؤمنین سید احمد صاحب (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء)**

دنیائے دیوبندیت میں جناب سید احمد، غازی، صوفی، پیر اور مجدد پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ دیوبندیوں کا یہ مصلح انگریزی حکومت کا وفادار، پولیٹیکل ایجنٹ، قابل اعتماد مشیر کار تھا۔ پیر و مرشد بن کر اس شخص نے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان و مذہب کو خراب کیا۔ انگریزی سلطنت کی حمایت پا کر وہابیت کا خوب چرچا کیا۔ انگریزوں کے اس غازی اور مجاہد کا بیان ملاحظہ ہو۔

- صاحب تواریخ عجیبہ لکھتے ہیں:

ہم (سید احمد اور ہمارے ساتھی) سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلاسبب گرادیں...... کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔ (تواریخ عجیبہ از جعفر تھانیسری صفحہ نمبر ۹۱)

- صاحب حیات طیبہ لکھتے ہیں:

لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا، اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد، سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا۔[1] (حیات طیبہ صفحہ نمبر ۳۲۰ طبع لاہور ۱۹۸۴ء)

---

[1] مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں: سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۲۷۰ جلد ۲ طبع لاہور، بتائیے یار محمد انگریز کا نام ہے یا مسلمان کا؟ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

قارئین کرام! یہ امیر خاں وہی شخص ہے جس نے انگریزوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اسی شخص کو انگریزوں کے ایجنٹ سید احمد نے شیشہ میں اُتار کر یعنی جھانسہ دے کر انگریزی حکومت کا حامی اور طرفدار بنایا جس کے باعث لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی اس قسم کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش ہوتا تھا۔

● صاحب تواریخ عجیبہ لکھتے ہیں:

اس سوانح اور مکتوبات منسلک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید (احمد) صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ (سید احمد) اس آزادی عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اُس وقت دل سے چاہتی تھی کہ (پنجاب میں) سکھوں کا زور کم ہو۔ (تواریخ عجیبہ، از جعفر تھانیسری صفحہ نمبر ۱۸۲)

حوالہ مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے مشترکہ امام سید احمد انگریزی سلطنت کو اپنی ہی سلطنت سمجھتا تھا نیز سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی نے سکھوں سے اس لئے جنگ کی تاکہ صوبہ پنجاب اپنے انگریزی علاقہ میں شامل ہو جائے اور انگریزوں کا دلی مقصد پورا ہو۔

● صاحب سیرت سید احمد لکھتے ہیں:

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت (سید احمد) نے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کردیئے تھے آپکی اطلاع کریں، آج انہوں نے کہا کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں یہ اطلاع پا کر

غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا، تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کرلیا جائے، کھانا لے کر قافلہ میں تقسیم کردیا گیا اور (وہ) انگریز تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔

(سیرت سید احمد از ابوالحسن ندوی حصہ اول صفحہ نمبر ۱۹۰)

انگریز...... بہادر کا...... تین دن سے انتظار کرنا...... اور پھر...... سید احمد اور ان کے لشکر کیلئے...... راشن کا انتظام کرنا...... صاف بتا رہا ہے...... کہ سید احمد کا...... انگریزوں سے ساز باز تھا...... اور یہ لشکر انگریزوں ہی کی حمایت میں...... لڑنے کیلئے جا رہا تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا مشترکہ پیشوا سید احمد صاحب انگریزوں کے آلہ کار، معتمد علیہ ایجنٹ، بے نظیر خدمت گزار اور وفادار غلام تھے۔

● **انگریز کا دوسرا وفادار سپاہی مولوی اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۸۳۱ء)**

دیوبندیوں اور وہابیوں کے مشترکہ پیشوا اور رہبر جناب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۱۷۶ھ) کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (۱۲۳۹ھ) کے بھتیجے، نیز سید احمد کے مرید تھے اپنے پیر صاحب کی طرح مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریزی سلطنت کا قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔

● صاحب تواریخ عجیبہ لکھتے ہیں:

یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار (انگریزی) پر کسی طرح جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ (تواریخ عجیبہ از جعفر تھانیسری صفحہ نمبر ۷۳)

معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریزوں سے لڑنا اور ان پر جہاد کرنا حرام ٹھہرایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس وقت ہندوستانی مسلمان کمزور تھے ان کے پاس اسلحہ جنگ اور لڑائی کے سامان نہ تھے، بلکہ جہاد کو حرام قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ سید صاحب اور ان کے مرید مولوی اسماعیل نصرانی نظامِ حکومت کی رضا و رغبت قبول کر چکے تھے اور انگریزی حکومت کو خود اپنی حکومت قرار دے چکے تھے۔ اس لئے بے دھڑک فتویٰ صادر کر دیا کہ مسلمانوں کو انگریزی سلطنت سے لڑنا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی جماعت انگریزی حکومت کو مٹانا چاہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس جماعت سے لڑیں انگریزی سلطنت پر آنچ نہ آنے دیں۔[1]

اگر ایک طرف مولوی اسماعیل دہلوی کا وعظ یہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا حرام ہے اور ان کی حمایت میں لڑنا ان پر جان فدا کرنا فرض ہے تو دوسری طرف انگریزوں کے اشارہ پر مسلمانوں کا ایمان اور اسلامی عقیدہ برباد کرنے کیلئے یوں تبلیغ کر رہے تھے کہ:

۱۔ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی قوم کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۶۱)

تبصرہ: اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کو اپنی امت پر وہ سرداری حاصل ہے جو کسی مخلوق کیلئے ثابت کرنا توہین رسالت ہے۔

۲۔ اور یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۱۴)

تبصرہ: اس عبارت میں جملہ ''چمار سے بھی ذلیل ہے'' کس قدر گستاخانہ اور لرزا دینے والا جملہ ہے کہ چمار اتنا ذلیل نہیں جس قدر اللہ کے نزدیک انبیاء اولیاء ذلیل ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ''چھوٹی مخلوق'' کے لفظوں سے چھوٹے مرتبہ کی کل مخلوقات

[1] حیات طیبہ صفحہ نمبر ۲۲۳ طبع لاہور (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

اور ہر ''بڑی مخلوق'' کے لفظوں سے بڑے رتبہ کی کل خاص مخلوق کے معنی ہر شخص کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بڑے مرتبہ کی خاص مخلوق انبیاء کرام، ملائکہ عظام اور اولیاء اللہ ہیں۔

۳۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۵۴)

تبصرہ: اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے اس کا کون بدبخت منکر ہے لیکن عبارت میں یہ جملہ کہ سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کا صریح مطلب یہ ہے کہ ذرہ ناچیز اس قدر کمتر نہیں جتنے انبیاء اور اولیاء کمتر ہیں۔ معاذ اللہ۔

۴۔ یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۳۵)

تبصرہ: اہل سنت کے نزدیک ہر بزرگ کی تعریف اس کی شان اور مرتبہ کے لائق کی جائے گی حتی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بشر کی سی تو ہونا در کنار ملائکہ مقربین سے بھی زیادہ ہوگی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ ان سے بلند و بالا ہے۔

۵۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۴۲)

تبصرہ: اہل سنت کا مذہب ہے، مالک و مختار بالاستقلال تو خاصۂ خداوندی اور ملک و اختیار ذاتی کسی فرد مخلوق کیلئے ثابت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اختیار اور اس کی عطا کی ہوئی ملک عام انسانوں کیلئے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں علی الاطلاق یہ کہہ دینا کہ وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں شانِ اقدس میں صریح توہین ہے اور ان تمام نصوص شرعیہ اور ادلہ قطعیہ کے قطعاً خلاف ہے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اللہ کی دی ہوئی مِلک اور اختیار ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۴۲)

تبصرہ: اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام باوجود موت عادی طاری ہونے کے حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور ان کے اجسام صحیح وسالم رہتے ہیں۔

۷۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۹)

تبصرہ: اہل سنت کے نزدیک اللہ کے سوا کسی کو نہ ماننا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا چاہیے اور کسی پر ایمان لانا جائز نہیں کفر خالص ہے۔ دیکھیے تمام امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جب تک اللہ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، اللہ کے تمام رسولوں، یوم آخرت اور خیر وشر کے منجانب اللہ مقدر ہونے اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہ لائے اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔

۸۔ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور رسول جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۱۶)

تبصرہ: اہل سنت کے نزدیک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل ونظیر کے پیدا کرنے سے قدرت ومشیت ایزدی کا متعلق ہونا محال عقلی ہے۔

۹۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانا، بیل گدھے کے تصور میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم صفحہ نمبر ۸۶ مفہوما)

تبصرہ: اہل سنت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک تکمیل نماز کا موقوف علیہ[1] ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت کریمہ کو دل میں حاضر کرنا مقصد عبادت کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ عظمیٰ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانے کو گائے بیل کے تصور میں غرق ہوجانے سے بدتر کہنا

---

[1] نماز میں تشہد پڑھنا ضروری ہے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اور اپنے دل میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ذات پاک کو حاضر جانو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (احیاء علوم الدین جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۹ طبع مصر) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین شدید ہے۔

یہ چند نمونے برطانوی سیاسی ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی کی تبلیغ ووعظ کے پیش کیے گئے ہیں۔ انہیں سے ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ انگریزوں کے اس آلہ کار مولوی نے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیے۔

- مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا اعتراف (المتوفی ۱۲۴۶ھ)

(پہلے میں نے اس کتاب (یعنی تقویۃ الایمان کو عربی میں لکھا) خان صاحب نے فرمایا اس کے بعد (مولانا محمد اسماعیل) نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید احمد صاحب مولوی عبدالحئی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا فریدالدین صاحب مراد آبادی، مومن خان، عبداللہ خان علوی (استاذ امام بخش صہبائی اور مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ تیز الفاظ بھی آگئے ہیں بعض جگہ شدت بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے (حکایات اولیاء از اشرف علی تھانوی صفحہ نمبر ۸۳، ۸۴ طبع لاہور) (خلاصہ)

تبصرہ: مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ایسا کرنے سے احکام میں تبدیلی آجاتی ہے کیونکہ شرک خفی کا مرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوتا جبکہ شرک جلی کا مرتکب اسلام سے خارج ہوکر مشرک وکافر ہوجاتا ہے اور یہ مولوی اسماعیل دہلوی کی اتنی بڑی جرأت ہے جو چودہ سو برس کے عرصہ میں کسی مسلمان نے نہیں کی اور یہی احداث فی الدین ہے۔

- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک بار روئے ان سے کہا گیا کیوں روئے؟

فرمایا کہ ایک بار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، تو وہ بات مجھے یاد آگئی تو اس نے مجھے رلایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا میں اپنی امت پر شرک (خفی) خفیہ شہوت سے ڈرتا ہوں، میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں! لیکن وہ سورج یا چاند یا پتھروں یا بتوں کو نہیں پوجیں گے مگر اپنے (نیک) اعمال کو دکھلائیں گے یعنی ریاکار ہوں گے اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں صحبت کرے گا اور اپنی شہوت کے باعث روزہ توڑ دے گا۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ صفحہ نمبر ۴۵۵، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

نیز اس مجلس میں موجود علماء کا مولوی اسماعیل دہلوی کے اس نظریے کی تردید نہ کرنا اور خاموش بیٹھے رہنا، ایسے اشخاص کو حدیث میں گونگے شیطان کہا گیا ہے۔

- **مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)**

اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت ہی عمدہ کتاب ہے، اور رد شرک و بدعت میں لاجواب کتاب ہے۔ استدلال اسکے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۷۸، جلد اول طبع کراچی)

- بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۸۵ جلد اول طبع کراچی)

تبصرہ: یعنی شرک خفی کو شرک جلی اور جلی کو شرک خفی کہنا درست ہے کہ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

- انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ ظاہر ہے بلاوجہ اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ سرسید لکھتے ہیں۔

"جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل

ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ جلد ۱۳، ۱۸۵۲ء میں چھپا تھا"۔

(مقالات سرسید طبع لاہور صفحہ نمبر ۱۷۸ جلد ۲)

- **مولوی محمد اسماعیل دہلوی اور انکے پیر سید احمد کا قتل مسلمانوں کے ہاتھ سے ہوا**

پیر اور مرید کے متعلق دیوبندیوں اور غیر مقلدین نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اسی لئے ان کو شہید کے نام سے عوام میں مشہور کر رکھا ہے۔ مگر تاریخی واقعات اس امر کے خلاف ہیں۔ دراصل اختلاف عقائد کے سبب، سید صاحب عامۃ المسلمین کو منافق قرار دیتے تھے اور ان کا خاتمہ بھی تحریک کے مقاصد میں اہم مقصد کی حیثیت رکھتا تھا کون نہیں جانتا کہ سرحد اور افغانستان کے مسلمان کٹر سنی حنفی ہیں۔ ان کے بارے میں سید صاحب، رئیس قلات خان خاناں خلجائی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

جناب والا! خود غزنی کے نواح میں منافقین پر چھاپے مارنے شروع کردیں...... اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا اور اسی طرح پھر وہاں سے کابل جاؤں گا، اس طرح مردود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں ان کے پاؤں ایسے اکھڑ جائیں گے

(مکتوبات سید احمد شہید از جعفر تھانیسری صفحہ نمبر ۴۸ ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

یہ کون لوگ ہیں جنہیں منافقین کہا جا رہا ہے اور جن کے استیصال کیلئے اس قدر منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ سرسید کی زبانی سنیئے۔

"مجھے صدہا پہاڑی لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، لیکن میری نظر سے آج تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو کار ہو یا وہابیت کی جانب ذرا بھی میلان رکھتا ہو"

(مقالات سرسید صفحہ نمبر ۱۳۹ حصہ نہم ناشر مجلس ترقی ادب لاہور)

تاریخ بنانے والے اہل قلم سرحدی پٹھانوں کو غدار کہتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ نظریاتی اور اعتقادی اختلاف برداشت کرنے کی بجائے جب تشدد کی راہ اختیار کی گئی، سیدھے سادے مسلمان پٹھانوں کو منافقین قرار دیا گیا ان کے خلاف میدان کارزار گرم کیا گیا، ان پر چھاپے مارے گئے، ان کی بیوہ خواتین سے زبردستی نکاح کیا گیا تو ان سے خیر خواہی کی توقع کس طرح کی جاسکتی تھی؟ وہ بجا طور پر مجاہدین کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے تھے۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تھیں اور بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کرلیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جارہی ہیں مجاہدین میں سے کسی شخص نے انہیں پکڑا اور زبردستی مسجد میں لے جاکر نکاح پڑھالیا...... مجاہدین میں سب طرح کے آدمی تھے برے بھی اور بھلے بھی بلکہ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ برے زیادہ اور بھلے کم تھے''۔

(حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۲۸۰)

- پھر پٹھانوں پر اپنے مذہبی عقائد ٹھونسنے کی بھی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔

سرسید احمد لکھتے ہیں:

''پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لئے وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کرسکے کہ وہ انکے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے''۔

(مقالات سرسید صفحہ نمبر ۱۳۹، ۱۴۰، حصہ نہم)

اس تشدد کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہ نکلا۔

سرسید احمد لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے آخر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کرلیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب

اور سید احمد کو شہید کردیا''(مقالات سرسید صفحہ نمبر ۱۴۰، حصہ نہم)

قارئین کرام! اس موضوع پر تفصیلی حالات کیلئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کافی ہوگا۔

۱۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود بدایونی۔

۲۔ امتیاز حق از راجہ غلام محمد۔

۳۔ حقائق تحقیق بالاکوٹ از شاہ حسین گردیزی۔

۴۔ تاریخ تناولیاں از سید مراد علی۔

۵۔ حقیقت افسانہ جہاد از سید نور محمد قادری۔

الزام: مرتبین ''انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''انگریزی حکومت کے دو زبردست حامی''۔

پہلا شخص مرزا غلام احمد قادیانی۔ دوسرا شخص جس نے کلمہ کی پہلی جز لا الہ الا اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی پوری عمر اپنی کتابیں لکھنے میں گزار دی جس سے مسلمان توحید و سنت سے دور ہوں۔ شرک و بدعت میں مبتلا ہوں یہ شخصیت بریلوی اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲)

الجواب: مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زندگی میں بھی بعض مخالفین و معاندین نے درج ذیل الزامات لگائے تھے۔

۱۔ نینی پال پر لیفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

۲۔ گورنمنٹ کی خوشی کیلئے اس کے حسب منشاء فتویٰ لکھا۔

۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے تھے۔ (السواد الاعظم (مراد آباد) شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

اسکے جواب میں امام احمد رضا نے تمام الزامات کا ایک جواب دیا جو سب پر بھاری ہے آپ نے فرمایا: ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو۔

(السواد الاعظم (مراد آباد) شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

ممکن ہے کہ اس صفائی اور وضاحت کے باوجود بھی ''مرتبین انصاف'' کو اطمینان نہ ہو تو ان کیلئے ایک ایسے شخص کی گواہی پیش کرتے ہیں جو تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کے مخالفین میں شمار ہوتے تھے یعنی مولانا سید جعفر شاہ پھلواری، سنیئے وہ کیا کہتے ہیں:

''ترکِ موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترکِ موالاتیوں نے ان کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ ''نعوذ باللہ'' وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترکِ موالات کی مخالفت پر مامور ہیں...... دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرنے کیلئے کوئی چلتا ہوا لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں...... اس قسم کی خبریں خواہ ایک فیصد اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہوں لیکن عام لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ کوئی ثبوت طلب کئے بغیر ایمان لے آتے ہیں ایسے مواقع کیلئے یہ محاورہ بنا ہے ''کوا کان لے اڑا'' تحریک ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اس لئے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا۔

(خیابان رضا از محمد مرید چشتی بحوالہ گناہ بے گناہی صفحہ نمبر ۶۵ طبع لاہور)

- اسی طرح امام احمد رضا کے معاصر اور عینی شاہد سید الطاف علی بریلوی نے لکھا ہے:

''سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی بلاشبہ حریت پسند تھے انگریزوں اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی ''شمس العلماء'' قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان کو کبھی تصور بھی پیدا نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی''۔

(اخبار جنگ، شمارہ ۲۵ رجنوری ۱۹۷۹ء)

نیز ''مرتبین انصاف'' کا یہ کہنا کہ عمر بھر شرک و بدعت کی اشاعت میں گزاری کذب بیانی، دروغگوئی اور الزام تراشی کے سوا کچھ نہیں اور حقیقت شرک و

بدعت سے جاہل ہونے کی دلیل ناطق ہے اور یہ سبق انہوں نے اپنے جد امجد مولوی محمد اسماعیل قتیل سے سیکھا ہے جو خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنا کر اپنی عاقبت خراب کرتا رہا ہے۔

الزام: مرتبین ''انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''بریلوی اعلیٰ حضرت کی طرف سے انگریز کی حمایت''۔

''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں، چونکہ مولانا احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام کہا ہے اس لئے وہ انگریزوں کے حمایتی تھے۔ (مفہوماً) (انصاف صفحہ نمبر ۱۲)

الجواب: فقط مولانا احمد رضا بریلوی ہی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار نہیں دیا تھا بلکہ اس دور کے دیگر علمائے اہل سنت کے علاوہ دیوبندی اور غیر مقلد علماء بھی آپ کے ہمنوا تھے۔ اب ہم اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد شباب میں جبکہ آپ کی عمر ۲۴ سال کی ہوگی، ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں بدایون کے ایک مستفتی مرزا علی بیگ نے استفتاء پیش کیا جس میں تین سوال تھے۔

۱۔ پہلا سوال ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کے متعلق تھا۔[۱]

۲۔ دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ کتابی ہیں یا مشرک۔[۲]

۳۔ تیسرا سوال روافض اور مبتدعین کے بارے میں ہے کہ مرتد ہیں یا نہیں۔[۳]

پہلے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے کیونکہ دارالحرب وہ ہے جہاں شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور ہندوستان میں یہ صورت نہیں اس لئے یہ دارالاسلام ہے۔ یہ فتویٰ خالصۃً فقہی ہے سیاسی نہیں کیونکہ اس جواب میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ادنیٰ گمان ہو سکے کہ یہ انگریزوں کو خوش کرنے کیلئے لکھا ہے۔

---

[۱] اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۹۲۷ء)
[۲] ایضاً ۹ تا ۱۵
[۳] ایضاً ۱۵ تا ۲۳

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بعض علماء وامرا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر یہ چاہتے تھے کہ سود کے جواز کی صورت نکل آئے کیونکہ دارالحرب میں حربی سے سود لینا جائز ہے۔ جواب میں امام احمد رضا نے ایسے لوگوں کا تعاقب کیا اور لکھا کہ دارالحرب قرار دے کر سود لینے کو تو تیار ہیں مگر ہجرت کو تیار نہیں جو بصورت دارالحرب واجب ہے۔ گویا جواب کا اصل محرک سود کے عدم جواز کیلئے شرعی بنیاد فراہم کرنا تھا نہ کہ کسی کو خوش کرنا تھا، مولوی اشرف علی تھانوی بھی

اس مسئلہ میں مولانا احمد رضا بریلوی کے ہم نوا تھے۔ اور دارالاسلام ہونے کو ترجیح دیتے تھے۔ (تحذیر الاخوان عن الربا فی ہندوستان از اشرف علی تھانوی مطبوعہ تھانہ بھون ۱۹۰۵ء)

- مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی فرنگی محلی نے ایک فتوٰی میں فرمایا کہ بلاد ہند دارالحرب نہیں۔

بلاد ہند جو نصاریٰ کے قبضہ میں ہیں دارالاسلام ہیں اور احکام دارالاسلام، کے دارالحرب ہونے کی شرائط ان میں موجود نہیں ہیں اگرچہ ان میں احکام کفر جاری ہیں مگر باایں ہما اصول وارکان اسلام بھی جاری ہیں بلکہ کفار بعض امور میں علماء کی رائے پر فیصلہ کرتے ہیں۔ الخ (مجموعہ فتاوٰی صفحہ نمبر ۲۲۷ جلد اول مطبوعہ لکھنؤ بار دوم ۱۹۳۵ء)

- مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی ہندوستان کو دارالامان قرار دیا ہے۔ (الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی ۱۳۴از فضل بہاری)
- مولوی محمود الحسن بھی ہندوستان کو ایک حیثیت سے دارالحرب قرار دیتے تھے مگر دوسری حیثیت سے دارالاسلام۔ (سفرنامہ شیخ الہند از حسین احمد مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۱۲۶)

مولوی کرامت علی جونپوری (المتوفی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) خلیفہ سید احمد بریلوی

نے ۲۳ر نومبر ۱۸۷۰ء کو کلکتہ کے ایک مذاکرہ علمیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"مملکت ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ مطابق مذہب فقہ حنفی کے دارالاسلام ہے اور اسی پر فتوٰی ہے"۔

ان کی تقریر کے بعد مولوی فضل علی، مولوی ابوالقاسم عبدالحکیم، مولوی

عبداللطیف سیکرٹری مجلس، شیخ احمد آفندی انصاری مدنی، سید ابراہیم بغدادی نے اپنی تقاریر میں مولانا کرامت علی جونپوری کی تائید کی۔

اس کے علاوہ اس رسالہ میں حضرت شیخ جمال بن عبداللہ حنفی مفتی مکہ معظمہ، علامہ سید احمد دحلان مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ، شیخ حسین بن ابراہیم مفتی مالکیہ مکہ معظمہ، علامہ عبدالحق خیر آبادی اور مفتی سعداللہ کے فتاوٰی موجود ہیں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ (اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ از مولانا کرامت علی جونپوری صفحہ ۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

اگر مولانا احمد رضا بریلوی آپ کے اصول کے مطابق کہ انہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام کہا ہے انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تو مولوی اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مولوی محمود الحسن دیوبندی اور دیگر علماء کو بھی انگریزوں کے ایجنٹس کی فہرست میں شمار کرو۔ ؎

. دیکھتے ہیں...... تینوں ...... دیوبندی مولویوں کا ...... قلم کب حرکت میں آتا ہے؟

الزام: "مرتبین انصاف" درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بریلوی اعلیٰ حضرت کا خاندان بھی انگریز کا حامی تھا"۔ (انصاف صفحہ ۱۳)

بریلوی اعلیٰ حضرت کا انتخاب انگریزوں کی طرف سے محض اتفاقی نہیں تھا بلکہ خان صاحب بریلوی خاندانی طور پر انگریز کے حامی چلے آرہے تھے چنانچہ ان کا ایک عقیدت مند شاگرد لکھتا ہے:

"مولوی احمد رضا خان صاحب کے پردادا حافظ کاظم علی خان نے انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں" (انصاف صفحہ نمبر ۱۳)

الجواب ا: اگر "مرتبین انصاف" "خط کشیدہ الفاظ" "حیات اعلیٰ حضرت" صفحہ

ل رشید احمد گنگوہی جی کہتے ہیں: دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں سے اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض (یعنی چند) دارالحرب کہتے ہیں۔ فتاوٰی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۷ طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی گنگوہی جی کے جواب میں پڑھ لینا چاہیے کہ اکثر علماء دارالاسلام کہتے ہیں کیا یہ سب انگریز کے ایجنٹ تھے۔ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

نمبر ۳ پر دکھادیں تو مبلغ ۵۰۰۰ روپے نقد انعام حاصل کریں، ورنہ ہم یہ کہنے کے حق بجانب ہوں گے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین"۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ کاظم علی خان دور سلطنت مغلیہ میں شہر بدایون کے تحصیلدار تھے انگریزوں اور بادشاہ سلطنت مغلیہ میں کچھ مناقشات ہوگئے آپ چاہتے تھے کہ دونوں کے درمیان تصفیہ ہوجائے تا کہ سلطنت مغلیہ قائم ودائم رہے اس مقصد کیلئے حافظ صاحب کو (مسلمانوں کے سفیر کی حیثیت سے) کلکتہ جانا پڑا۔

• مولانا ظفرالدین بہاری لکھتے ہیں:

حضرت کاظم علی خان صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اور یہ عہدہ آج کل کلکٹری کے قائم مقام تھا...... وہ اس جدوجہد میں تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے ان کا تصفیہ ہوجائے۔ چنانچہ اسی تصفیہ کیلئے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ نمبر ۳ جلد اول ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۹۲ء)

الجواب ۲: مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

۱۲۳۱ھ تک سید صاحب امیر خاں کی ملازمت میں رہے، مگر ایک نامور کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی...... لارڈ ہیسٹنگ سید احمد کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکر کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا جس میں امیر خان، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد شامل تھے۔ سید احمد خاں صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا۔ (حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۳۲۰)

اگر حافظ کاظم علی خاں سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں تصفیہ کرانے کی وجہ سے بقول "مرتبین انصاف" انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں تو سید احمد صاحب نے کیا انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام نہیں دیں؟

ذرا سید احمد کے متعلق بھی قلم کو حرکت دیں۔

نیز اس وقت انگریزی حکومت تو قائم ہی نہیں ہوئی تھی، انگریزی عہدہ کہاں سے قبول کرلیا اور پروفیسر ایوب قادری کا حوالہ بھی غلط ہے نہ صفحہ درج ہے نہ مقام اشاعت۔

قارئین کرام! "مرتبین انصاف" کا یہ کہنا بھی کذب بیانی پر مبنی ہے کہ خان صاحب بریلوی خاندانی طور پر انگریزوں کے حامی چلے آرہے ہیں" (انصاف صفحہ نمبر ۱۳)

الجواب: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے جداجداد میں سے محمد سعادت خاں جو مغلیہ فوج کے سپہ سالار تھے اور سلطنت وقت کے حکم سے انہوں نے اہل ہنود سے بریلی کا علاقہ فتح کرکے مسخر کیا تھا۔

• مجاہد اعظم مولانا رضا علی خاں اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

جب دہلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر پر انگریز غالب ہونے لگے اور انگریزوں سے مقابلہ کیلئے جنرل بخت خاں شاہ احمد اللہ مدراسی نے جہاد کمیٹی بنائی تو دہلی سے مولانا فضل حق خیرآبادی اور کاکوری سے مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری مصنف علم الصیغہ اور بریلی سے مولانا رضا علی خاں کو منتخب کیا۔

جب روہیل کھنڈ بریلی کے اکناف میں انگریزی اقتدار بڑھنے لگا تو جنرل بخت خاں نے مجاہد جلیل مفتی عنایت احمد کو مجاہدین کی تربیت کیلئے بریلی بھیجا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ مولانا رضا علی خاں کی ہدایات سے مکمل استفادہ کیا جائے۔ مولانا نے اپنا مال ومنال مجاہدین پر صرف کردیا۔ مفتی صاحب نے آپ کے پاس ہی رہ کر میدان کارزار کے منصوبے بنا کر انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں دیں، مولانا رضا علی خاں کے فرزند ارجمند حضرت مولانا نقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا) کی ڈیوٹی مجاہدین کو ہر قسم کا رسد پہنچانے پر لگی ہوئی تھی۔ آپ کی جامع مسجد میں ہر وقت دیگیں، چولہوں پر رہتیں اور مجاہدین کیلئے لنگر عام جاری رہتا تھا۔

بدقسمتی سے بعض غدار مسلمانوں اور ہندوؤں کی سازشوں سے تحریک جنگ

آزادی کامیاب نہ ہوسکی۔ انگریزوں نے ملک پر قابض ہو کر اکابر بریلی علماء وفضلاء مجاہدین پر بے پناہ مظالم کیے، کئی تو شہید ہو چکے تھے اور بچے کھچے گرفتار کر کے جزیرہ انڈومان کی کال کوٹھڑیوں میں محصور کر دیے گئے۔ چنانچہ مجاہدین کی سرگرمیوں کی بنا پر مولانا رضا علی خاں بریلوی کے وارنٹ جاری ہوئے اور ایک انگریز سارجنٹ سپاہی لے کر بریلی پہنچا جس وقت وہ آپ کی مسجد میں گیا آپ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے، سارجنٹ نے ادھر اُدھر دیکھا اسے کچھ نظر نہ آیا، باوجود تلاش وہ خائب وخاسر چلا آیا۔ انہیں ایام میں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اس طرح آپ کو خدا تعالیٰ نے فرنگی استبداد سے محفوظ فرمایا۔

(۱)...... (مجاہدین اکابرین علماء وشہدائے تحریک آزادی از مولانا غلام مہر علی صفحہ نمبر ۵ تا ۷ (مقالہ)
(۲)...... (حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری صفحہ نمبر ۳ حصہ اول)

شاد باش اے سرزمین بریلی شاد باش
شاد باش اے موطن شاہ احمد رضا شاد باش
شاد باش اے مرکز جہاد شاد باش
شاد باش اے میدان غزا شاد باش

● حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اور اس کا جواب

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد مرحوم کی فکر کو عملی جامہ پہناتے ہوئے سب سے پہلے یہ فتویٰ دیا کہ: ہندوستان دارالحرب ہے۔

(فتاویٰ عزیزی) (انصاف صفحہ نمبر ۱۲)

الجواب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے اپنے زمانہ کے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کو دارالحرب فرمایا تھا۔ اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ حالات اور تقاضوں کے پیش نظر مسائل میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ جب

مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام کہا تھا اس وقت ہندوستان پر دارالحرب کی بجائے دارالاسلام کا اطلاق آتا تھا۔ نیز یہ ایک فروعی مسئلہ ہے اور فروعی مسائل میں اختلاف دورِ صحابہ سے لے کر آج تک علماء میں چلا آرہا ہے۔

● علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیہ ابواللیث ثمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتویٰ دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ پہلے میں فتویٰ دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اُجرت لینا حلال نہیں، اسی طرح فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کیلئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اُجرت پر وعظ کرنے جائے اور عالم کیلئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ کی صحبت) اختیار کرے مگر اب تعلیم قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کر لیا۔ (رسائل ابن العابدین جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۷ مطبوعہ لاہور)

● حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کے زمانہ میں ہندوستان کی سیاست اور بغاوتیں

موصوف ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲۳ء میں وصال فرمایا:

صاحبِ جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر لکھتے ہیں: ان زیادتیوں کے علاوہ (جو مسلمانوں پر کی گئیں) ڈلہوزی نے (۱) پیشوا باجی راؤ ثانی کی وفات پر اس کے متبنیٰ نانا راؤ کو اس کی آٹھ لاکھ روپے کی پنشن سے محروم کر دیا۔ (۲) نواب کرناٹک کا انتقال ۱۸۵۳ء میں ہوا۔ اگرچہ اس کے جانشین موجود تھے مگر ڈلہوزی نے عہد ناموں کو نظرانداز کر کے اس کے خطابات اور وظائف ضبط کر لئے یہی حشر تنجور کا ہوا۔ (۳) یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا کہ مغل شہنشاہ کی وفات پر اس کی اولاد کو جملہ اختیارات، خطابات شاہانہ اور قلعہ کے قیام سے محروم کر دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ ان اقدام کے خلاف ۱۸۵۷ء کے درمیانی عرصہ میں ہندوستان

میں سول یا فوجی بغاوتیں ہوتی ہیں۔ ان کے اسباب سال چھ ماہ کی پیداوار نہ تھے بلکہ اس ایک صدی میں بتدریج مہیا ہوتے رہے۔ میر قاسم کی بغاوت پہلا کھلا ردعمل تھا جو کمپنی کے جابرانہ راج کے خلاف ہوا......۱۷۶۴ء میں فوج نے بنگال کے میر جعفر کی لوٹ کھسوٹ میں سے اپنا حصہ لینے کیلئے شورش کی اور اسے لے کر چھوڑا۔ یہ بنگال آرمی کی پہلی شورش تھی اس میں پانچ بٹالین شامل تھیں۔ اس شورش کے سات ماہ بعد بنگال آرمی کی دوسری شورش ہوئی۔ یہ بغاوت سب سے پرانے بٹالین نے کی۔ فرنگیوں نے اس کے دیسی قائدین کو سب کے سامنے توپ سے اڑا دیا۔ ۱۷۶۹ء میں دھلبھم کے راجاؤں کی بغاوت ہوئی جو پانچ سال تک جاری رہی۔ ۱۷۸۳ء میں ایک بغاوت رنگ پور اور ۱۷۸۹ء میں دوسری بغاوت بشون پور میں ہوئی۔ ۱۷۹۰ء میں وزیگاپٹم اور ۱۷۹۴ء میں وزیرام راؤنزی کی بغاوتیں ہوئی، جو جنوبی ہندوستان میں برپا ہوئیں۔ ۱۷۹۶ء میں پانچے راجا نے بھی جنوبی ہندوستان ہی میں علم بغاوت بلند کیا۔ یہ اتنی شدید تھی کہ ۱۸۰۵ء تک جاری رہی۔ ۱۷۹۹ء میں تین بغاوتیں بنگال اور شمالی ہندوستان میں ہوئیں یہ چوارس اور وزیر علی کی شورشیں تھیں اور سلہٹ کے ہنگامے ان کے علاوہ تھے۔ جنوبی ہندوستان میں بدنور میں ڈھندیا کی بغاوت دو سال تک جاری رہی ۱۸۰۰ء میں گنجام میں جدوجہد ہوئی جو پانچ برس تک جاری رہی۔ ۱۸۰۱ء میں ٹنی دیلی میں پولی گرز کی جدوجہد ہوئی جنوبی ہندوستان کی اس بغاوت کو فرو کرنے میں چار سال لگے۔ پھر ۱۸۰۳ء میں شمال ارکاٹ کی جدوجہد شروع ہوئی۔ ۱۸۰۵ء تک جاری رہی۔ ۱۸۰۶ء میں مدراس کی چھاؤنی میں ویلور کی بغاوت ہوئی۔ فرنگی کمانڈر نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ داڑھی مونچھیں صاف کریں۔ پگڑی میں چمڑے کا استعمال کریں تاکہ وہ انگریزی ہیٹ کی مثل نظر آئے۔ ہندوؤں کو ماتھے پر تلک نہ لگانے کا حکم ملا۔ ہندو سپاہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قلعے میں جا کر سو سے زائد فرنگی افسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان تمام سپاہیوں کو بعد میں گولی مار دی گئی۔ ۱۸۰۶ء ہی میں دکن میں حیدر آباد، نندی ورگ، پالیم کوٹ اور والا جاہ آباد کے مقامات پر بغاوتیں ہوئی۔

۱۸۰۷ء میں ریاست ٹراونکو میں دیوان اور ریذیڈنٹ کے درمیان بگاڑ پیدا ہوا اور شورش ہوئیں۔ ریذیڈنٹ کے بھاگ جانے کے بعد اس کی مختصری جمعیت کو ہلاک کر دیا گیا۔ ۱۸۰۸ء میں شمالی ہندوستان میں بندھیل کھنڈ میں فسادات ہوئے جو چار برس تک جاری رہے۔ ۱۸۰۹ء میں جاٹوں نے بغاوت بلند کی۔ اسی سال مدراس آرمی نے بغاوت کی۔ ۱۸۱۰ء میں بمبئی پریذیڈنسی میں عبدالرحمٰن نے بغاوت کی۔ ۱۸۱۰ء میں بنارس میں شورش ہوئی جو اگلے برس بھی جاری رہی۔ ۱۸۱۳ء میں پرلاکیمری میں جاگیروں میں فسادات ہوئے جو سترہ برس جاری رہے۔ ۱۸۱۶ء میں بریلی میں ایک سخت بلوہ پھوٹ پڑا۔ مقامی مفتی صاحب نے جہاد کا فتویٰ دے دیا۔ اس طرح فوج پر حملہ کر دیا گیا فوج نے مجاہدین پر سخت آتش باری کر کے ان کو تہ تیغ کر دیا۔ ۱۸۱۷ء میں شمالی ہندوستان میں کیونک کے مقام پیکس کی بغاوت ہوئی جو اگلے سال ہی دبائی جا سکی۔ ۱۸۱۸ء میں جنوبی ہندوستان میں بھلس کا دھماکہ ہوا جو ۱۸۳۱ء تک جاری رہا۔ ۱۸۲۰ء میں مروڑا میں مرنگی بغاوت ہوئی۔

(جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۲۱،۲۰ از محمد صدیق قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتویٰ کا متن

یعنی یہاں روسائے نصاریٰ (عیسائی حکام) کا حکم ہے بے جھجک و بے دھڑک جاری ہے اور ان کا حکم جاری اور نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری، انتظامات رعیت، خراج و باج، عشر، مال گزاری، اموال تجارت، ڈاکوؤں اور چوروں کے معاملات، مقدمات کے فیصلوں اور جرائم کی سزاؤں میں یہ لوگ خود ہی حاکم اور مختار مطلق ہیں۔ بے شک نماز جمعہ، عیدین، اذان اور ذبیحہ گاؤ جیسے احکام میں وہ رکاوٹ نہیں ڈالتے، لیکن جو چیز ان سب کی جڑ اور آزادی کی بنیاد ہے وہ قطعاً بے حقیقت اور پامال ہے۔ چنانچہ یہ لوگ بے تکلف مسجدوں کو مسمار کر دیتے ہیں۔ عوام کی شہری آزادی ختم ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی مسلمان یا غیر مسلم ان کی اجازت و اطمینان کے بغیر اس شہر یا اس کے اطراف و جوانب میں نہیں آسکتا۔ عام مسافروں یا

تاجروں کو شہر میں آنے جانے کی جو اجازت ہے وہ بھی ملکی مفاد یا عوام کی شہری آزادی کی بنا پر نہیں بلکہ خود اپنے مفاد کے خاطر ہے۔ اس کے بالمقابل خاص خاص اور ممتاز و نمایاں حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کی اجازت کے بغیر اس ملک میں داخل نہیں ہو سکتے ، دہلی سے کلکتہ تک انہی کی عملداری ہے بے شک کچھ دائیں بائیں حیدر آباد، لکھنؤ، رامپور میں چونکہ وہاں کے فرمانرواؤں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ براہ راست نصاریٰ کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اول)

شاہ صاحب نے اس فتوے کے علاوہ ایک اور فتویٰ بھی جاری کیا تھا جس میں دلائل سے ثابت فرمایا تھا کہ ہندوستان اب دار الحرب ہو گیا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اول)

- مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں: شاہ صاحب کے یہ دونوں فتوے اپنے مندرجات و مشمولات میں صاف اور واضح ہیں ان کی رو سے بلاشبہ اس زمانے میں ہندوستان دار الحرب تھا۔ (فقہائے پاک و ہند جلد اول صفحہ نمبر ۸، ۹ طبع لاہور)

یہ تھے وہ حالات جن کے پیش نظر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا تھا۔ لیکن جب مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی، مولوی اشرف علی تھانوی نے اور مولانا احمد رضا نے ہندوستان کو دار الاسلام کہا تھا اس وقت ہندوستان کے یہ حالات نہ تھے جن کا ہم نے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

مکتوبات کا جواب

''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''شاہ اسماعیل شہید کی تحریک کی اصل منزل''۔

مجاہد کبیر سید احمد شہید نے شاہ بخارا کے نام جو خط لکھا اس سے واضح ہے کہ اس تحریک کا نصب العین سارے ہندوستان کی تحریک آزادی تھا۔ اس کے بعد شاہ بخارا کے نام تین خطوط اور شاہزادہ کامران کے نام ایک خط کا اردو ترجمہ نقل کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں:

''امت مرحومہ کی بد قسمتی ہے کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی اس

تحریک جہاد کی عظمت کم کرنے کیلئے کبھی تو یہ کہا گیا ان کا مقصد انگریز کی بجائے سکھوں کے خلاف جہاد تھا، حالانکہ یہ ان کے جہاد کی ابتداء تھی اصلی مقصد انگریز تھے جیسا کہ مکاتیب سے واضح ہے''۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷)

<u>الجواب:</u> حق چھپائے چھپتا نہیں ایک روز ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے سید صاحب نے مصلحت کے تحت انگریزوں سے اپنے روابط اور تعلقات کو چھپانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ سید صاحب جہاں بھی گئے انگریز دوستی کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔

- غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

کارو (سندھ) میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسین نے ان سے ملاقات کی۔ وہ سید صاحب کی ملاقات کیلئے آئے اور ایک بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ لوگ عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں اسی لئے بدکتے ہیں۔ (سید احمد شہید صفحہ نمبر ۲۸۲)

آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے، اسی بنیاد کو سید صاحب اپنے خیال میں چھپائے ہوئے تھے لیکن سندھ کی طرح سرحدی لوگ بھی اس راز سے واقف ہو گئے تھے۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں، وہاں کے لوگوں نے کہا:

انگریزوں نے انہیں (سید صاحب کو) تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ (سید احمد شہید صفحہ نمبر ۲۸۲)

سید صاحب نے ایک وفد میاں جی محی الدین چشتی کی سرکردگی میں شاہ بخارا کے پاس حصول امداد کیلئے بھیجا چونکہ انگریز دوستی کی خبر وہاں بھی پہنچ چکی تھی اس لئے ناکامی ہوئی۔

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ وہاں کے درباریوں نے غلط بیانیوں کے ذریعے سے شاہ (بخارا) کو بدظن کر دیا ہے۔ غلط بیانی یہ تھی کہ سید صاحب جہاد کیلئے نہیں آئے بلکہ انگریزوں نے اپنا جال وسط ایشیا میں پھیلانے کی غرض سے انہیں بھیجا ہے لہٰذا ان کی

امداد نہ کرنی چاہئیے ۔(جماعت مجاہدین صفحہ نمبر ۱۸۸)

معلوم ہوا کہ سید احمد نے یہ مکتوبات شاہ بخارا کو اپنی انگریز دوستی پر پردہ ڈالنے کیلئے لکھے تھے جن سے یہ صفائی پیش کرنا چاہتے تھے کہ ان کا نصب العین سارے ہندوستان کی تحریک آزادی تھا لیکن یہ بات حقیقت سے دور ہے۔

سید صاحب خود بعد میں پہنچتے ہیں انگریز دوستی کی شہرت پہلے پہنچ جاتی ہے مشہور محاورہ ہے "زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" کیا عام لوگ اس شبہ میں حق بجانب تھے یا نہیں؟

- محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں:

جب حضرت شہید بہ عزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقے میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور پر یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔(حاشیہ مقالات سرسید حصہ شانزدہم صفحہ نمبر ۲۵۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سید صاحب کے انگریزوں سے مراسم کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ سندھی اور سرحدی مسلمانوں کا یہ شبہ حق پر مبنی تھا۔

آج جو لوگ سید صاحب کو انگریز دوست نہ ثابت کرنے کیلئے ناجائز طریقے استعمال کر رہے ہیں کذب و افتراء سے کام لے رہے ہیں انہیں چاہئیے کہ وہ صمیم قلب سے اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ سید صاحب انگریز دوست تھے۔ اور انہوں نے کبھی بھی انگریزوں سے کسی قسم کی مخاصمت مول نہیں لی۔

. شہزادہ کامران کے پاس بھی کسی سبب سے یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ سید صاحب انگریزوں کے خیر خواہ ہیں اور خراسان پر قابض ہونا چاہتے ہیں تو اپنی انگریز خیر خواہی پر پردہ ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں "ہمارا اصلی مقصد پورے ہندوستان پر لشکر کشی ہے نہ کہ خراسان کے علاقہ کو وطن بنا لینا"۔

الزام: "مرتبین انصاف" درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بریلوی اعلیٰ حضرت کے نزدیک سکھ نیک لوگ ہیں"۔

بریلوی اعلیٰ حضرت کا شعر ہے۔

وہ وہابیہ نے جسے لقب دیا ہے شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ ہے وہ قتیل تیغ خیار ہے

(حدائق بخشش صفحہ نمبر ۵۸)

خیار نیک لوگ، سکھ فوج کو فرما رہے ہیں۔(انصاف صفحہ نمبر ۱۷)

الجواب: چونکہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر و مرشد سید احمد بالاکوٹ کے مقام پر سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے جیسا کہ ہم اوراق گزشتہ میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں۔ اس شعر میں خیار سے مراد سرحدی سنی حنفی پٹھان ہیں۔ [1]

ڈاکٹر ہنٹر نیک اور دیگر انگریز مؤرخین کے متعلق مرزا حیرت دہلوی "صاحب حیات طیبہ" کی رائے

ان کی ۲۱۸ صفحے کی کتاب غلطیوں کے انبار سے بھری ہوئی ہے اسی طرح بے جا تحکم اور غلط منطق کی ہر جگہ جھلکی پائی جاتی ہے۔ الخ (حیات طیبہ صفحہ نمبر ۳۲۲)

---

[1] مرتبین انصاف بغض رضا میں اس قدر مدہوش ہو گئے اعلیٰ حضرت کا شعر لکھنا بھی نہ آیا شعر اس طرح ہے۔

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلی نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

(حدائق بخشش، ۲۵۰ طبع مسلم کتابوی لاہور)

شعر کا مطلب، وہابی دیوبندی مولوی اسماعیل دہلوی کو شہید ذبیح (گردن کٹ کر مرا ہوا) کے القاب سے یاد کرتے ہیں مگر حقیقت میں اسماعیل دہلوی لیلی نجد محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عاشق تھا اس کی گواہی دیتا تھا نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ تقویۃ الایمان کر کے اپنے آپ کو نجدی ثابت کر دیا اور اس کو ذبح کرنے والی تلوار صحیح العقیدہ سنی حنفی مسلمانوں کی تھی۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اس تحریر سے ڈاکٹر ہنٹر کی اصلی معاملات سے بے خبری اور خیالی پلاؤ پکانے اور ایک معاملہ پر فرضی رائے قائم کرنے کا پورا حال کھلتا ہے۔ (حیات طیبہ صفحہ نمبر ۳۲۱)

نیز مرزا صاحب تو ان مسلمانوں سے بھی نالاں ہیں جو انگریزوں کی تحریروں پر اعتماد کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ ان پر افسوس آتا ہے کہ جو اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں اور انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں معاذ اللہ کذب کو جگہ ہو سکتی ہے مگر انگریز کے ہاتھ کا لکھا ہوا کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا، خدا ان پر رحم کرے اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھائے۔ (حیات طیبہ صفحہ نمبر ۳۲۹)

اس لئے ایسی من گھڑت کتابوں کے حوالہ جات کو ہم ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔

- **"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں:**

۱۔ کہ لفظ وہابی انگریز کی ایجاد ہے۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۰)

جواب: یہ خواب خیالی ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جب دعوتِ اسلام شروع کی تو موصوف درعیہ تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ کا ہے اس کے بعد وہابی تحریک کو فروغ حاصل ہوا۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ نمبر ۳۸)

نیز لکھتے ہیں:

آپ ہی کی طرف وہابی جماعت منسوب ہے۔

۲۔ جانباز وہابی کا مقصد مذہبی سلطنت قائم کرنا تھا۔

۳۔ مذہبی سلطنت قائم ہو چکی تھی لیکن سید احمد شہید کی ناگہانی وفات سے ختم ہو گئی

۴۔ مذہبی سلطنت کو سکھوں نے ختم کیا جو کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک نیک لوگ ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۰)

الجواب:

سید صاحب کی قائم کردہ مذہبی سلطنت اور اس کے ظلم و ستم

- مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظام سلطنت ان مسجد کے ملانوں کے ہاتھ میں تھا، جن کا جلیس سوائے مسجد کے دادورسن کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظم امور سلطنت بنا دیا گیا۔ (حیات طیبہ صفحہ نمبر ۲۸۱)

- شیخ اکرام لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کے بعض ساتھیوں کا رویہ ہمدردی اور معاملہ فہمی کا نہ تھا، بلکہ وہ جلد ہی فاتحانہ تشدد پر اتر آئے۔

(موج کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ نمبر ۳۱)

اب فاتحہ تشدد کی حکایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

مولوی مظہر علی نے یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصے میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (عورتیں) ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس کے گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ (جبکہ سید احمد کے خاندان کی کافی بیوہ عورتیں بغیر نکاح ثانی کے وفات فرما گئیں)

یہ ہے فاتحانہ تشدد کا ادنیٰ مظاہرہ، یہ معاملہ افہام و تفہیم سے نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک عورت نکاح ثانی نہیں کرنا چاہتی تو آپ اس کے مکان کو آگ لگا دیں۔ کیا قرآن و سنت میں کوئی ایسا حکم ہے۔ عیش و عشرت کے دلدادہ اور عورتوں کے رسیا نام نہاد مجاہدوں نے نکاح ثانی کی آڑ میں کیا کھیل کھیلے۔ اپنوں کی زبانی سنیئے۔

سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ شرع محمدی کے مطابق عملدرآمد کریں مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں مجاہدین میں سے کسی

شخص نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھالیا۔

(حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۲۸۰)

کیا یہی نکاح ثانی کے شرعی تقاضے ہیں، مزید سنیئے اور نام نہاد مجاہدین پر لاحول ولاقوۃ پڑھیئے۔ ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی تھی کہ میرا نکاح ثانی ہو، مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں۔ نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔ (حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۲۸۱)

یاد رہے کہ یہ وہ مجاہد ہیں جو سکھوں سے جہاد کرنے سرحد آئے اور اب مسلمان لڑکیوں سے زبردستی نکاح کر کے نفس کو جہاد شہواتی کی تربیت دے رہے ہیں

- **کسانوں پر ظلم و ستم**

ایک ایک چھوٹے چھوٹے ضلع قصبہ گاؤں میں ایک ایک عمال سید صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا وہ بے چارہ جہانداری کیا خاک کرسکتا تھا، اسلئے سید ھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بے چارے غریب کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اف نہ کرسکتے تھے۔ کھانا پینا، بیٹھنا، اٹھنا، شادی بیاہ کرنا سب ان پر حرام ہو گیا تھا نہ کوئی منتظم تھا نہ کوئی دادرس تھا۔ (حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۲۸۱)

- **سرحدی علماء اسلام کی ناموس پر تنقید**

سید احمد کے خوشہ چیں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

کہ پہلے سرحدی علماء اپنی گزر بسر کیلئے مسلمانوں سے عشر لیتے تھے وہ سید صاحب لینے لگے اور دوسرا صوبہ سرحد میں فقہ حنفی کے مطابق میت کا حیلہ ہوتا تھا (اس سے علماء کو کافی رقم مل جاتی تھی) جسے سید صاحب نے بند کرادیا۔

مہر صاحب بڑے دور اندیش آدمی ہیں وہ سمجھتے تھے کہ سرحدی علماء اسلام کی مخالفت وہابیت ایسی چیز ہے۔ جسے پردہ اخفا میں رکھنا ناممکن ہے اس لئے علماء کی مخالفت کو اعتقادی اور ظالمانہ حکومت سے اختلاف کی بجائے معاشیات سے وابستہ کر کے سید صاحب کو منزہ عن العیوب اور علماء سوء قرار دے دیا اور بعد والوں نے بھی

سمجھا کہ مہر صاحب چونکہ مسلمان ہیں اور مسلمان جھوٹ نہیں بولتا نہ لکھتا ہے جوں کا توں تسلیم کرلیا۔

لیکن مخالف علماء میں حضرت مولانا شیخ عبدالغفور اخوند سواتی، (جنہوں نے تقویۃ الایمان کا رد لکھوایا) حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی، حضرت مولانا نصیر احمد قصہ خوانی اور ملا عظیم اخوندزادہ سرفہرست ہیں جن کا زہد تقویٰ اور علم و عرفان میں بلند مقام ہے اس لئے مہر صاحب کی الزام تراشی حقیقت سے بعید معلوم ہوتی ہے

ان شواہد سے معلوم ہوا کہ سرحدی علماء نے مندرجہ ذیل اعتراضات کئے تھے وہ بالکل صحیح و درست ہیں۔

(۱)۔ مجاہدین نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذات جسمانی کے جویا۔

(۲)۔ وہ ظلم و تعدی کے خوگر ہیں بلاشبہ شرعی مسلمانوں کے اموال و نفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

(۳)۔ وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً جدید الاسلام ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں۔ (سید احمد شہید از غلام رسول مہر صفحہ نمبر ۶۶۰)

یہ ہے سید احمد کی قائم کردہ مذہبی سلطنت جس کا مختصر خاکہ دلائل و شواہد کی روشنی میں ہم نے مختصر بیان کیا ہے۔

چونکہ سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی بالاکوٹ کے مقام پر سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے اس لئے مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کو اخیار کہا ہے جس پر ہم اوراق گزشتہ میں تفصیلی گفتگو کرچکے ہیں۔

۵۔ شاہ شہید کے بچے ہوئے ساتھیوں نے انگریز کو خوب پریشان کیا۔

(انصاف صفحہ نمبر ۲۰)

__الجواب:__ جب سید احمد صاحب انگریزی حکومت کے خیر خواہ تھے اور انگریز ہر مقام پر ان کی امداد و اعانت کرتا رہا تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ان کے بچے کھچے ساتھیوں نے انگریز کو پریشان کیا ہو؟ یہ بات حقیقت سے بعید ہے اور ایک افسانہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

- جمعیۃ الہند کے صدر اور دیوبند کے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔
(نقش حیات از حسین احمد ٹانڈوی صفحہ نمبر ۱۲ جلد ۲)

- مولوی منظور احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔ (الفرقان لکھنؤ شہید نمبر ۵ ۱۳۵۵ھ صفحہ نمبر ۷۶)

- سید احمد صاحب اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) اس خاکسار کا معاملہ ''کالشمس رابعۃ النہار'' کی طرح واضح ہے میں اہل عناد قوم سکھ سے جہاد کرنے کیلئے مامور ہوں۔

(مکتوبات احمدی از جعفر تھانیسری صفحہ نمبر ۲۳۶)

- مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

سید احمد کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ (سوانح احمدی صفحہ نمبر ۱۳۹)

نیز یہ بھی لکھتے ہیں:

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک دفعہ مولانا محمد اسماعیل وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔

(سوانح احمدی صفحہ نمبر ۱۷۱)

- مولوی عبدالرحیم (غیر مقلد) صادق پوری لکھتے ہیں:

سید احمد کی برابر روش یہ رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادہ جہاد کرتے رہے۔ اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے۔ (الدر المنثور از عبدالرحیم صادق پوری صفحہ نمبر ۲۵)

- شیخ اکرام لکھتے ہیں:

جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنے دور سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو انگریز جو اس ملک پر قابض ہے وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں؟ گھر کے گھر میں جہاد کر کے ملک ہندوستان ان سے لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا...... سید صاحب نے جواب دیا سرکار انگریز گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی، اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ الخ

(موج کوثر از شیخ اکرام صفحہ نمبر ۲۰)

قارئین کرام! کتنا واضح سوال اور کتنا واضح جواب ہے اس پر بھی اگر کوئی سید صاحب کو انگریز دشمنی کا طعنہ دے تو اسے خلل دماغ ہی کہا جا سکتا ہے۔

<u>الزام:</u> ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''بریلوی اعلیٰ حضرت کے پیر خانہ کی طرف سے انگریزی حکومت کی حمایت''۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا پیر خانہ مارہرہ اس کے گدی نشین مولوی فضل رسول بدایونی پہلے شخص ہیں جنہوں نے تحریک آزادی کے چراغ جلانے والے خاندان ولی اللٰہی کے خلاف انگریز آقا کو خوش کرنے کیلئے زبان کھولی اور اپنی کتاب ''البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ'' میں لکھتے ہیں: شاہ ولی اللہ نے <u>جو کچھ لکھا اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے</u>...... مولوی اسماعیل نے وقت کو اسلامی حکومت سے فارغ دیکھا اور بڑے علماء سے خالی پایا طبعی تیزی کو اور تیز کر کے اس چنگاری کو جو خاک تلے بجھی تھی بھڑکا دیا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۰، ۲۱)

الجواب ا:

''مرتبین انصاف'' کی کذب بیانی

مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کو مارہرہ شریف کا سجادہ نشین کہنا سراسر کذب بیانی اور دجل وفریب ہے۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے دور میں مارہرہ شریف کے سجادہ نشین شاہ آل رسول نور اللہ مرقدہٗ تھے۔

(دیکھو تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی طبع لاہور)

الجواب ۲: حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں شاہ صاحب کی علمی وعملی شہرت سے بعض لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنے عقائد ونظریات کو (جو اہل سنت وجماعت کے خلاف تھے) رسائل وکتب کی صورت میں لکھ کر ان کی نسبت موصوف کی طرف کردی اور جعلی قلم سے ان پر آپ کا اسم گرامی لکھ دیا۔ علاوہ ازیں ان کی بعض تصانیف میں تحریف کردی۔ حالانکہ ان تمام جعلی کتب میں آپ کی اصل کتب میں درج عقائد کے برخلاف باتیں درج تھیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی جعلی کتب کو دیکھتے ہوئے خط کشیدہ الفاظ فرمائے ہیں کیونکہ ان کے سرورق پر جلی حروف میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا۔ اور ابھی تک شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی جعلی کتب کی نشاندہی بھی نہیں ہوئی تھی۔

- مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے ''شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریف کا عنوان دے کر درد انگیز مضمون لکھا ہے۔ ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہوچکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق (۶۱ میں سے) لکھا ہے، خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں نہ ہے اور لکھا ہے کہ مصنفات کو نایاب کرکے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کردیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام پر کی گئی۔ آپ نے (۱) البلاغ المبین۔ (۲) تحفۃ الموحدین۔ (۳) اشارہ

مستمرہ۔ (۴) قول السدید کے نام لکھے ہیں اور دو قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین، الجریۃ العالیہ فی مناقب المعاویۃ لکھے ہیں کہ ان دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز مکمل رسائل وکتب تصنیف کرکے شاہ صاحب کی طرف منسوب کردینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیفات میں جابجا ترمیم واضافہ اور تحریف بھی کردی گئی اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیفات کے ساتھ کیا گیا۔

تقسیم ہند کے بعد اس فعل شنیع میں اضافہ

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت اضافہ ہوگیا ہے یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کررہے ہیں یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کئی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے کی ہے فرمایا:

''وَلاتلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون''۔

__ترجمہ:__ ''اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ''۔ (البیان)

مولانا برکاتی نے ''البلاغ المبین'' وغیرہ کا ذکر کرکے لکھا ہے۔ متعدد رسائل میں اہل سنت وجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کئے گئے۔ جن کو یہ حضرات ''تمسک بالکتاب والسنۃ'' کا نام دیتے ہیں اور جو ''کتاب التوحید'' کی بازگشت ہے۔ (مقدمہ القول الجلی (مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی) اردو از مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نور اللہ مرقدہٗ صفحہ نمبر ۵۶، ۵۷ طبع لاہور ۱۹۹۹ء)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی طبع تیزی

علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان میں مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت وجماعت اور دوسرے شیعہ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا...... ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا

اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' اس کی نظر سے گزرا انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ اور کوئی غیر مقلد اور کوئی وہابی بنا کوئی اہلحدث کہلایا یا کسی نے اپنے آپ کو سلفی کہلایا آئمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا ختم ہوا۔ معمولی نوشت خواند (یعنی کم پڑھے لکھے) افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم وتکریم میں تقصیرات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ سب قباحتیں ماہ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کے بعد ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کرام کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے بالاتفاق اس کتاب کا رد کیا۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا اعتراف

......مولوی اسماعیل نے جب تقویۃ الایمان لکھی تو اپنے ہم خیال چند علماء کے سامنے پیش کی۔ اور کہا'' میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ تیز الفاظ بھی آگئے ہیں بعض جگہ شدت بھی ہوگیا ہے۔ الخ (ارواح ثلاثہ)

اور اسی طرح تیزی کا ذکر مولانا فضل رسول بدایونی نے کیا ہے۔

الزام: ''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں۔

''بریلوی تحریک کا مقصد تفریق ملت''۔

چنانچہ انکے ایک معتقد قاری احمد پیلی بھیتی سوانح اعلیٰ حضرت کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں نے قلم اٹھایا۔ کثرت سے کتابیں لکھیں فتوے صادر کئے حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علماء حرمین سے علماء دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصدیقات حاصل کیں...... مولانا احمد رضا خان پچاس سال سے مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتب فکر قائم ہوگئے

......الخ (سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ نمبر ۸) (انصاف صفحہ نمبر ۲۱)

الجواب: قاری احمد پیلی بھیتی کی یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلی علیہ رحمۃ سے قبل سنی وہابی کا تنازعہ اور مسلکی اختلاف موجود تھا دیوبندی، وہابی، شیعہ، رافضی، نیچری، قادیانی وغیرہ موجود تھے علمائے اہلسنت میں سے حضرت علامہ ابن عابدین شامی حنفی، علامہ احمد زینی دحلان مکی، علامہ سلیمان بن عبدالوہاب، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، علامہ رضا علی خاں، علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہم باطل قوتوں کا رد فرما رہے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلی کی کوشش سے دو مکتب فکر نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے موجود تھے ہاں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے بے ادب گستاخ فرقوں کی بے مثال گردن زنی فرمائی اور بدمذہبیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا۔ لہٰذا قاری احمد کی بات ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ وہ واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔

الزامات:

۱۔ ''بریلوی اعلیٰ حضرت کا پیر خانہ انگریز کا حامی''۔

۲۔ انکے پیر خانہ کے بزرگ مولوی فضل رسول بدایونی انگریز کے وظیفہ خوار تھے۔

(اکمل التاریخ صفحہ نمبر ۳۷، ۳۸) (انصاف صفحہ نمبر ۲۲)

۳۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ محمد یعقوب ضیاء القادری انگریز کے ایجنٹ تھے ۷۱ روپے اور ۱۱ روپے یومیہ انہیں وظیفہ ملتا تھا۔

۴۔ مارہرہ کے گدی نشین سفید فام آقا کے وظیفہ خوار تھے۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۳)

الجواب ۱: اس عبارت میں ''مرتبین انصاف'' نے دو فحش غلطیاں کی ہیں، نمبر ۱ اکمل التاریخ کا حوالہ کسی دیوبندی کی کتاب سے لکھا ہے اور اندھی تقلید کرتے ہوئے صفحہ بھی غلط لکھا ہے اور جلد نمبر بھی لکھنا گوارہ نہیں کیا جبکہ یہ حوالہ صفحہ نمبر ۵۱ جلد ۲ مطبوعہ انڈیا پر ہے جس کو غلط رنگ دے کر بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔ نمبر ۲ مولانا فضل رسول بدایونی

اور مولانا محمد یعقوب ضیاء القادری کو مارہرہ شریف کے خاندان کی طرف منسوب کیا ہے۔ جبکہ مارہرہ شریف کے بزرگوں کا تعلق سادات خاندان سے تھا اور مولانا فضل رسول بدایونی اور محمد یعقوب ضیاء القادری غیر سید تھے۔

الجواب ۲: مولانا فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اول (کچھ دن) مفتی عدالت ساڑھے تین سال کلکٹری میں سررشتہ دار رہے اس زمانہ میں بدایون کا صدر مقام سہسوان تھا۔

(۱)...... (تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمٰن علی، مرتبہ پروفیسر ایوب قادری طبع کراچی ۱۹۶۱ء حاشیہ نمبر ۱)

(۲)...... (تذکرہ علماء اہل سنت از محمود احمد کانپوری صفحہ نمبر ۲۰۹ ناشر سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

نیز ایک ہوتا ہے وظیفہ خوار یعنی بغیر کام کئے انگریزی حکومت گزر اوقات کیلئے ماہانہ کچھ رقم مقرر کر دے۔ دوسرا یہ کہ انگریزی حکومت کی نوکری کرنی اور ماہانہ مقرر شدہ رقم وصول کرنی، اور انگریزی حکومت کی نوکری کرنی جائز ہے جبکہ کوئی خلاف شرع کام نہ کرنا پڑے اور نوکری کرنے کے بعد جو ماہانہ رقم وصول ہو اس کو وظیفہ خواری سے تعبیر کرنا سراسر جہالت اور بے وقوفی ہے۔

• سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

قدس سرہ العزیز کا فتویٰ

سوال: انگریز کی نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (از سوالات قاضی)

جواب: اگر نوکری میں ایسے کام کرنے کا خدشہ ہو جو کہ کبیرہ گناہ ہیں مثلاً فوج کی نوکری ہو اور خدشہ ہو کہ شراب اور مردار اور خنزیر کا گوشت لانا ہوگا تو اس طرح کی نوکری اور روزگار کرنا منع ہے اور جس نوکری اور روزگار میں اس طرح کی منہیات نہ ہوں مثلاً اس نوکری میں یہ کام ہو کہ عدالت کے امور لکھے جائیں یا مثلاً منشی گری کا کام ہو یا قافلہ پہنچانے کا کام ہو یا اس طرح کا اور دوسرا کام ہو تو اس طرح کی نوکری اور روزگار منع نہیں ہے۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۲۷۵ طبع کراچی ۱۹۷۳ء)

الجواب ۳: صاحب تذکرہ علمائے ہند، مولوی محمد قاسم نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند) کے حالات میں لکھتے ہیں:

۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء دہلی میں پہنچے مروجہ درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اول مدرسہ عربی دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبد الغنی محدث دہلوی سے حاصل کی اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ انگریزی واقع دہلی میں تدریس کرتے رہے۔ (تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی صفحہ نمبر ۳۶۵ مطبوعہ کراچی)

• صاحب علمائے ہند کا شاندار ماضی لکھتے ہیں:

ان دونوں بزرگوں (مولوی محمد قاسم اور رشید احمد گنگوہی) نے درس کی اکثر کتابیں درسیہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھیں جو اس مدرسہ کے مدرس تھے جس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے علوم عربیہ دینیہ کی تعلیم کیلئے قائم کیا گیا تھا کہ نیم غلام مسلمانوں کے سامنے علم دوستی اور مذہب پروری کا مظاہرہ کر کے ان کو پورا غلام بنالیا جائے۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی از سید محمد میاں، حصہ اول صفحہ نمبر ۶۲ ناشر مکتبہ رشیدیہ کراچی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء) (ما ہو جوابکم فہو جوابنا)

نیز کیا مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی مملوک علی بھی انگریز کے وظیفہ خوار تھے؟

الجواب ۴: ''مرتبین انصاف'' کا یہ کہنا کہ (۱) اسی خاندان کے چشم و چراغ محمد یعقوب ضیاء القادری انگریز کے ایجنٹ تھے ۱۷ روپے اور ۱۱ روپے یومیہ انہیں وظیفہ ملتا تھا۔ (۲) مارہرہ کے گدی نشین سفید فام آقا کے وظیفہ خوار تھے۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۳)

یہ دونوں باتیں کذب بیانی اور دروغگوئی پر مشتمل ہیں اگر ''مرتبین انصاف'' اکمل التاریخ میں سے یہ دونوں باتیں دکھا دیں تو مبلغ ۵۰۰۰ روپے نقد انعام حاصل کریں۔ (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

• اصل حقیقت کیا ہے؟

مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ جب سہسوان میں ملازمت کرتے تھے

تو اکثر لوگ ان کے مہمان ہوتے، آپ مہمان نوازی کا بہت اہتمام فرماتے اور ساری تنخواہ اسی طرح خرچ ہو جاتی بعض مرتبہ وطن سے رقم منگوانی پڑتی، جب آپ نے ملازمت ترک کر کے بدایوں میں جا کر مدرسہ کا انتظام سنبھالا دور دراز کے طالبان علم آکر علم کی دولت سے مالا مال ہونے لگے۔ جب ایک بار آپ سیاحی میں حیدر آباد دکن گئے تو آپ کے عقیدت مندوں نے والیٔ ریاست سے سفارش کر کے ۱۷ روپے یومیہ مقرر کروادیے۔ حافظ محمد علی خیر آبادی خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے چند مریدین تقرر یومیہ کی فکر میں تھے اور اکثر آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو مغموم پا کر اپنے یومیہ سے ۶ روپے ان کیلئے وقف کردیے جو ایک عرصہ دراز تک ان کو ملتے رہے۔ صاحب اکمل التاریخ لکھتے ہیں:

جب آپ نے (ملازمت) کے سلسلہ سے بھی قطع تعلق کیا مدرسہ عالیہ میں مستقل طور پر حلقہ استفادہ کا اجراء فرمایا، برابر اہل سہوان تحصیل علم کی دھن میں بدایون آتے رہتے اور حضرت تاج الفحول اور مولانا فیض احمد صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل کرتے۔ مشائخانہ سیاحی میں جب زیادہ تر حیدر آباد دکن میں (جہاں کی باطنی خدمت سرکار غوثیت مآب کی جانب سے آپ کے سپرد تھی) جانا ہوا۔ نواب آصف جاہ خلد مکانی اور امراء و اراکین ریاست کو آپ سے عقیدت و ارادت ہوئی تھی۔ آپ کے مصارف کیلئے عالی جناب نواب محی الدولہ بہادر خاص مصاحب حضور نظام سابق جنت آشیانی کوشش کر کے ۱۷ روپے یومیہ مقرر کرائے لیکن اسی زمانہ میں چند مریدین زبدۃ العرفاء حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ خانقاہ خیر آباد تقرر یومیہ کی کوشش میں تھے اکثر فائز خدمت میں ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو مغموم اور کبیدہ خاطر دیکھ کر اپنی علو ہمتی سے اس یومیہ میں سے ۶ روپے یومیہ ان کے نام فرمادیے اور مستقل طور پر خانقاہ خیر آباد کیلئے یومیہ منتقل کرادیا۔

(اکمل التاریخ صفحہ نمبر ۵۲ جلد ۲ مطبوعہ انڈیا)

قارئین کرام! یہ تھی حقیقت اس الزام کی جس کو غلط رنگ دے کر ''مرتبین

انصاف'' نے پیش کیا ہے نہ خوف خدا، نہ حشر کا ڈر، نہ قبر کا خطرہ۔

الزام: بریلوی اعلیٰ حضرت نے ان تمام علماء اور لیڈر حضرات کی تکفیر کی جو کسی طرح بھی انگریز کی مخالفت کر رہے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: بلاشبہ وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوائے مستور (شاہ اسماعیل شہید و سید احمد شہید وغیرہما) پر بوجوہ کثیرہ قطعاً یقیناً کفر لازم اور ان پر حکم کفر ثابت و قائم اور بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا اس کلمہ کو نافی اور انکو نافع نہیں ہو سکتا۔ (الکوکبۃ الشہابیہ) (انصاف صفحہ نمبر ۲۲)

الجواب: یہ سراسر فاضل بریلوی پر الزام ہے کہ انہوں نے تمام علماء اور لیڈروں کی تکفیر کی جو انگریز کی مخالفت کر رہے تھے نیز اس دعویٰ پر جو دلیل پیش کی ہے اس کو دعویٰ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اپنی بعض کتب میں ایسی غیر اسلامی عبارات تحریر کی ہیں جو کہ تنقید رسالت پر مبنی ہیں۔ اس لئے بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا مفید نہ ہوگا جب تک وہ ان غیر اسلامی عبارات سے توبہ نہ کریں۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا مسلمان کی شان نہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے کا وبال کہنے والے پر عائد ہوتا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ علمائے بریلی اور ان کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا، خصوصاً اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم اور التزام کفر کو ملحوظ رکھتے ہوئے یا امام طائفہ کی توبہ مشہور ہونے کے باعث از راہ احتیاط مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا اگرچہ وہ شہرت اس درجہ کی نہ تھی کہ کف لسان کا موجب ہو سکے، لیکن اعلیٰ حضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، ملاحظہ ہو (الکوکبۃ الشہابیہ مطبوعہ اہل سنت و جماعت بریلی صفحہ نمبر ۲۶)

حیرت ہے کہ ایسے محتاط عالم دین پر تکفیر المسلمین کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

دراصل اس پراپیگنڈے کا پس منظر یہ ہے کہ جن لوگوں نے بارگاہِ نبوت میں صریح گستاخیاں کیں تو انہوں نے اپنی سیاہ کاریوں پر نقاب ڈالنے کیلئے اعلیٰ حضرت اور ان

کے ہم خیال علماء کو تکفیر المسلمین کا مجرم قرار دے کر بدنام کرنا شروع کر دیا تا کہ عوام کی توجہ ہماری گستاخیوں سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت کی تکفیر کی طرف مبذول ہو جائے اور ہمارے مقاصد کی راہوں میں کوئی چیز حائل نہ ہونے پائے باخبر لوگ پہلے بھی باخبر تھے اور اب بھی اس سے بے خبر نہیں۔

الزام: بریلوی اعلیٰ حضرت نے تکفیر مسلمین کا جو سبق شروع کیا تھا ان کے شاگردوں نے اس کی انتہا کر دی۔ جوش تکفیر ٹھنڈا کرنے کیلئے کتابوں کے انبار لگائے گئے۔

۱۔ قہر القادر علی الکفار اللیاڈر۔ (ملقب بہ لیڈروں کی سیاہ کاریاں)
۲۔ مسلم لیگ کی بخیہ دری۔
۳۔ احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ۔ (مولوی حشمت علی خاں)
۴۔ الجواب السنیہ السوالات الیگیہ۔
۵۔ تجانب اہل سنت۔
۶۔ الدلائل القاہرہ علی النیاچرہ۔ (انصاف صفحہ ۲۳)

الجواب: نمبر ۱ سے لے کر نمبر ۵ تک کتابوں میں مسلم لیگ پر تنقید کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت کی اکثریت تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حامی تھی جبکہ چند ایک علماء و مشائخ اس کے مخالف بھی تھے جن میں مولانا حشمت علی خان مرحوم پیش پیش تھے۔ مگر انہوں نے پاکستان بننے کے بعد اپنے فتاوٰی سے رجوع کر لیا تھا توبہ کے بعد کسی شخص کو بدنام کرنے کیلئے اس کے سابقہ گناہوں کو منظر عام پر لانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

تجاویز منظور کردہ آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بمقام بنارس (انڈیا)۔

بموجودگی ہزار ہا علماء و مشائخ و نمائندگان صوبہ جات ہند۔

مجلس اول ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۵ بجے تا ۶ بجے شام اندرون باغ فاطمان۔

مجلس سوم ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ۱۱ بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان۔

حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

پاکستان

۱۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔ الخ (ماہنامہ فیضان فیصل آباد، جلد ۱۵، ماہ ستمبر، اکتوبر شمارہ ۲، ۳/ ۱۹۷۸ء، صفحہ نمبر ۲۵)

- مولانا محمد اول شاہ بن مولانا اجمل شاہ فرماتے ہیں کہ مولانا حشمت علی خاں سنبھل تشریف لائے اور والد صاحب کو آ کر ملے، اس موقع پر میں بھی موجود تھا، تھوڑی دیر والد گرامی سے بحث وتمحیص کے بعد مولانا حشمت علی خاں تحریری طور پر اپنی کتاب سے رجوع کرنے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے معافی نامہ لکھ کر دے دیا اور فیصلہ یہ طے پایا کہ مولانا موصوف اپنی کتاب کی تمام کاپیاں تلف کر دیں گے اور آئندہ اس کی اشاعت نہیں کریں گے۔ تفصیل کیلئے ماہنامہ فیضان، فیصل آباد، ماہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء ملاحظہ فرمائیں۔

- علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں مشہور اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انہوں نے بریلی شریف جا کر مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی جماعت میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی مخالفت

سے توبہ کرلی تھی۔ (قلمی یادداشت غزالئ زماں ۲۹ راکتوبر ۱۹۸۲ء محفوظ نزد علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

نیز فرماتے ہیں تجانب اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں۔

(قلمی یادداشت غزالئ زماں ۲۹/۴/۱۹۸۲ء محفوظ نزد علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

● **مولانا محمد احمد قادری (استاذ مدرسہ احسن المدارس قدیم) کانپور**

مولانا حشمت علی خاں کے حالات میں لکھتے ہیں:

بزرگوں کے بڑے ادب شناس تھے اپنی غلطی معلوم ہونے پر معافی طلب کرنے میں تاخیر نہ فرماتے۔

(تذکرہ علماء اہل سنت صفحہ نمبر ۸۲، ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد)

مسلم لیگ اور تحریک پاکستان مخالفین اہل سنت کی نظر میں

ابوالکلام آزاد

یہ بھی دیوبندی وہابی فرقہ کے راہنما ہندوؤں کے ہمنوا اور تحریک پاکستان کے شدید ترین مخالف تھے۔ ان کی اسی کانگرس نوازی وہندوؤں کی بنا پر بانئ پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے انہیں شوبوائے کا خطاب دیا تھا یعنی کانگرس کا بچہ جمورا۔

(روزنامہ مشرق ۸،۱۲،۱۹۶۳ء)

حسین احمد مدنی

صدر دیوبند کانگرس کے آلۂ کار ہندوؤں کے ہمنوا اور تحریک پاکستان کے سخت مخالف تھے اور ان ہی کی سرپرستی میں دیوبند پاکستان کے دشمنوں اور کانگرس کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ مولوی حسین احمد کی پاکستان دشمنی کا یہ حال تھا کہ کانگرس کے تقسیم ہند قیام پاکستان کی قرارداد منظور کر لینے کے باوجود انہوں نے اس پر رضامندی ظاہر نہیں کی اور یہاں تک کہا کہ اگر میں تسخیر قلوب کا عالم وعامل ہوتا تو آج ہندوستان میں کوئی مسلمان مسلم لیگی نہ ہوتا سب کے قلوب کو جمعیۃ العلماء اور کانگرس کی طرف

پھیر دیتا۔ (روزنامہ الجمعیۃ دہلی، شیخ الاسلام نمبر)

مولوی حسین احمد اپنے کانگرسی نظریات وگاندھی کی پیروی میں اتنے متشدد تھے کہ بقول عامر عثمانی صاحب انہوں نے یہ اصول اپنے لئے بنالیا کہ جس میت کا کفن کھدر کا نہ ہوگا۔ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔ نماز جیسے خالص دینی معاملہ میں ان کا یہ طرز فکر انتہا پسندی کا شاہکار ہے۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند اگست ستمبر ۱۹۵۷ء)

۱۹۵۴ء یوم آزادی کے موقع پر مولوی حسین احمد کی ہندو دوستی۔ مدنی کے نام سات سو روپے کا منی آرڈر ایک مسلم لیگی نے پکڑ لیا۔ جس پر مولوی ظفر علی خاں نے مولوی حسین احمد کو مخاطب کر کے حسب ذیل اشعار لکھے۔

اسلام کو نہ مفت میں بدنام کیجئے ...... حجرے میں جا کر بیٹھے آرام کیجئے
چوکھٹ پہ جاکے گاندھی کی سر جھکایئے ...... وردھا میں یا پرستش اصنام کیجئے
غداری وطن کا صلہ سات سو فقط ...... ایمان ہی بیچنا ہے سستا نہ کیجئے

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ رنومبر ۱۹۵۴ء)

عطاء اللہ شاہ بخاری (المتوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

مولوی موصوف بھی قیام پاکستان کے سخت مخالف تھے اور مشہور کانگرسی احراری لیڈر تھے، اور چونکہ یہ مشہور عوامی مقرر تھے اس لئے انہوں نے بالخصوص اپنی تقاریر میں پاکستان کے خلاف بہت زیادہ زہر اگلا، پاکستان اور مسلم لیگ کے لیڈروں کے خلاف ان کے دل میں عناد ومخالفت تھی اس کا اندازہ ان کی تقاریر کے چند اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہندو اخبار روزنامہ ملاپ لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء میں احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک تقریر شائع کی جو انہوں نے علی پور کی احرار کانفرنس میں کی تھی اس تقریر میں انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے۔ جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی بھی عاقبت خراب کررہے ہیں اور وہ جس ملک کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان

نہیں خاکستان ہے۔

۲۔ پسرور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے۔ (استقلال نمبر، روزنامہ جدید نظام ۱۹۵۰ء)

۳۔ مسلم لیگ عاقبت کوشوں اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے۔ ان کا مقصد ملک میں غیر ملکی اقدام کو مستحکم کرنا ہے اس کے باوجود ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں مسلم لیگ اور احرار کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے۔

(روزنامہ آفاق لاہور، ۱۹ / مارچ ۱۹۵۵ء)

۴۔ مولوی ظفر علی نے اپنے مجموعہ منظومات میں لکھا ہے، احرار کی شریعت کے امیر عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور اور سور کھانے والے ہیں۔ (چمنستان صفحہ ۱۶۵، مطبوعہ لاہور)

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بقول مولوی ظفر علی خاں "میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ دس ہزار جنا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اس پر میں نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی۔

کیا کہوں آپ سے ہیں کیا احرار
کوئی لچا ہے اور کوئی لقہ

(چمنستان صفحہ نمبر ۱۶۵)

نمبر ۶ کتاب، میں نیچریوں کا رد ہے اور علمائے دیوبند بھی نیچریت کے خلاف تھے پھر علمائے اہل سنت پر اعتراض کیسا؟

● سر سید احمد خان (المتوفی ۱۸۹۸ء) پر مولوی انور شاہ کشمیری کا فتویٰ

سر سید عور جل زندیق ملحد او جاہل ضال (تتمیۃ البیان لمشکلات القرآن صفحہ نمبر ۳۳۰)

"یعنی سر سید (احمد خان) وہ بے دین ہے ملحد ہے، جاہل و گمراہ ہے"۔ ۱

● مولوی شبلی نعمانی (المتوفی ۱۳۳۲ھ) پر فتویٰ

مفتی کفایت اللہ نے ۱۹۳۴ء میں علامہ شبلی پر فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ تحفہ ہند پریس دہلی میں چھپا جس میں لکھا ہے، شبلی اہل سنت سے خارج اور معتزلہ اور مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں اور ملاحدہ کے ہمنوا بلکہ چودھویں صدی میں ان کی یادگار ہیں۔

● مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: "یعنی میں شبلی نعمانی کی بدعقیدگی اور بدمذہبی لوگوں پر اس لئے ظاہر کرتا ہوں کہ دین اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں"۔ (مقدمہ مشکلات القرآن) ۲

---

۱ تھانوی جی لکھتے ہیں سر سید کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی یہ نیچرت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد و بے دینی کی اس سے پھر شاخیں چلی ہیں یہ قادیانی اس نیچرت ہی کا اول شکار ہوا اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سر سید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا۔ (افاضات یومیہ صفحہ نمبر ۲۳۶ جلد ۶ طبع ملتان) سر سید نے ایک کعبہ تیار کیا تھا اب علماء کو بلا بلا کر اس کو کنیسہ بنانا چاہتے ہیں یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جس پر مسلمانی کا دعویٰ ہے اور قوم کے رفامر کہلائے جاتے ہیں اب اگر علماء ان حرکات پر کچھ کہتے ہیں تو اس پر کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا مشغلہ یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے کافر بنایا کریں یہ الزام ہے علماء پر میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کافر بناتے نہیں کافر تو خود ہوتے ہیں علماء ان کا کافر ہونا بتا دیتے ہیں۔ (افاضات یومیہ صفحہ نمبر ۸۱ جلد ۴ طبع ملتان) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

۲ تھانوی جی لکھتے ہیں فلاں صاحب نعمانی (یہ نعمانی خوب لگایا جس سے دھوکہ ہوتا ہے کہ شاید امام صاحب کی اولاد میں ہوں) یہ بھی سر سید احمد خان کے قدم بہ قدم ہی ہیں سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج کل کے نیچری فریفتہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو شانیں ہیں نبوت، سلطنت ان میں سے صرف ایک شان سلطنت کو ان لوگوں نے لیا اس کو شبلی نے بھی لیا ہے دوسری شان کو قریب قریب چھوڑ دیا یہ لوگ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ اصل شان نبوت ہے ملکیت اس کی تابع ہے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں یہ سب نیچریت کا اثر ہے۔ (افاضات یومیہ صفحہ نمبر ۲۸۲ جلد ۶ طبع ملتان) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

لمحہ فکریہ!

مولانا انور شاہ کشمیری کی خط کشیدہ عبارت کے اصول کے مطابق اگر مولانا احمد رضا بریلوی نے تحریک ترک موالات کے لیڈروں اور نیچریوں پر تنقید کی ہے اور ان کی گمراہیوں کو طشت از بام کیا ہے پھر ان پر طعن و تشنیع کیوں؟

نیز ''مرتبین انصاف'' کا یہ کہنا کہ کتاب نمبر ۵ پر تمام بریلوی علماء کے دستخط ہیں کذب بیانی، دروغگوئی اور الزام تراشی ہے۔

علاوہ ازیں ''مرتبین انصاف'' کا یہ کہنا کہ کتاب نمبر ۶ میں جو نیچریوں پر فتوئی لگایا تھا وہ بعد میں مسلم لیگ پر لگایا گیا۔ اس فتوئی پر مولوی نعیم الدین مراد آبادی، مولوی دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور اور نورانی میاں کے والد مولوی عبدالعلیم میرٹھی سمیت اسی علماء کے دستخط ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۳)

الجواب: یہ سراسر جھوٹ ہے کہ بعد میں یہی فتوئی مسلم لیگ پر لگایا گیا، جس پر علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علامہ سید دیدار علی شاہ، اور نورانی میاں کے والد علامہ عبدالعلیم میرٹھی سمیت اسی علماء کے دستخط ہیں۔ بلکہ اسی علماء کے دستخط اس رسالہ پر ہیں جو نیچریت کے خلاف ہے۔

- آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا جو اجلاس ۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء کو اندرون باغ فاطماں میں ہوا تھا۔ اس میں صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم میرٹھی بھی دیگر جید علماء کے علاوہ موجود تھے جس میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی گئی تھی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں۔ الخ

(ماہنامہ فیضان، فیصل آباد ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۷۸ء)

- مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

علامہ عبدالعلیم صدیقی نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تقویت پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے فوراً بعد مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک کا دورہ کیا۔ انگلینڈ اور مصر میں کانگرسی ایجنٹوں سے پاکستان کے حق میں مباحثے کئے اور نظریہ پاکستان کی اتنے مؤثر انداز میں وکالت کی کہ عرب علماء و عوام تہہ دل سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اس دورہ میں عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ جب اکتوبر ۱۹۴۶ء میں وطن واپس ہوئے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔

(مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی از خلیل احمد رانا صفحہ نمبر ۴۳)

- **اہل سنت و جماعت اور مسئلہ تکفیر**

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہو اس حدیث سے لوگوں کو غلط فہمی لگتی ہے۔ اس لئے اس کا ازالہ ضروری ہے۔ اصطلاح ائمہ، فقہاء میں اہل قبلہ وہ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اعتقاد و ایمان رکھتے ہوں۔ اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کریں تو وہ بالیقین اور بالاجماع کافر و مرتد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر، صوم و صلوٰۃ، توحید و نبوت، جنت دوزخ، فرشتے، ختم نبوت، خدا تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا وغیرہ وغیرہ سب ضروریات دین میں سے ہیں۔ چنانچہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر و عذاب کا مستحق ہے۔ شرح فقہ اکبر و مواقف وغیرہ میں ہے کہ اہل قبلہ میں سے کوئی اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو تو وہ کافر ہو گیا اور اہل قبلہ نہ رہے گا

علماء اہل سنت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کو کافر کہا، رافضیوں، نیچریوں، وہابیوں اور بہائیوں حتیٰ کہ ندویوں، کانگریسوں، لیگیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہا جائے گا کہ سبحانک ھذا بہتان عظیم

کسی مسلمان کو کافر کہنا مسلمان کی شان نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے کا
وبال کہنے والے پر عائد ہوتا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ علمائے اہل سنت
یا ان کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ دراصل اس
پراپیگنڈہ کا پس منظر یہ ہے کہ جن لوگوں نے بارگاہ نبوت میں صریح گستاخیاں کی ہیں
انہوں نے اپنی سیاہ کاریوں پر نقاب ڈالنے کیلئے اعلیٰ حضرت اور ان کے ہم خیال
علمائے اہل سنت کو تکفیر مسلمین کا مجرم قرار دے کر بدنام کرنا شروع کر دیا تاکہ عوام کی
توجہ ہماری گستاخیوں سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر کی طرف
مبذول ہو جائے اور ہمارے مقاصد کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ ہونے پائے۔ لیکن
باخبر لوگ پہلے بھی خبردار تھے اور اب بھی وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔

- علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کفر بول کر اپنے
قول و فعل سے التزام کفر کرے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے خواہ
دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگرسی، نیچری ہو یا ندوی اس بارے میں اپنے پرائے
کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا تو
ساری لیگ کافر ہو گئی یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی کافر
ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی عبارات کفریہ کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو کافر نہیں
کہتے چہ جائیکہ تمام لیگی اور سارے ندوی کافر ہوں۔ ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا
کہ ہم کسی دیوبندی یا لکھنؤ والے کو کافر نہیں کہتے، ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ کافر
ہیں جنہوں نے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوبان
ایزدی کی شان میں صریح گستاخیاں کیں۔ اور باوجود تنبیہ شدید کے انہوں نے اپنی
گستاخیوں سے توبہ نہ کی۔ نیز وہ لوگ جو ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں۔ اور گستاخیاں
کرنے والوں کو مومن اہل حق اور اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اور بس ان کے علاوہ

ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی۔ ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے ان کو ٹٹولا
جائے تو وہ بہت قلیل اور محدود افراد ہیں۔ ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر
ہے نہ بریلی کا نہ لیگی اور نہ ندوی ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ (الحق المبین)

- دامن کو ذرا دیکھ

- قائداعظم پر فتویٰ کفر

نوائے وقت کے کالم نگار اور شاعر جناب وقار انبالوی لکھتے ہیں:

"علمائے دیوبند کی اکثریت بلکہ غالب اکثریت حضرت قائداعظم سے
سوئے ظن رکھتی تھی علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے ہمنوا (چند) علماء کے سوا سبھی مخالفت
کا اظہار کرتے تھے۔ سبھی مسلم لیگ اور قائداعظم کا نام لے کر جلی کٹی سناتے تھے جو کسی
غیر مسلم کے منہ سے بھی زیب نہ دیتی مثال کے طور پر قائداعظم کو انہی (دیوبندی)
بزرگوں نے کافر اعظم کہا...... الخ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ر جنوری ۱۹۷۹ء)

- علامہ اقبال پر فتویٰ

سہیل دیوبندی علامہ اقبال کے متعلق لکھتا ہے۔

نظر نہ بودن و بادیدہ درافتادن
دوگونہ شیوہ بوجہلی است و بولہبی است

(علی گڑھ میگزین اقبال نمبر، اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ نمبر ۱۷۴)

- مولوی شبیر احمد عثمانی پر فتویٰ

(مولوی شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں) دارالعلوم کے طلباء نے جو گندی گالیاں
اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے ہیں جن میں ہم کو ابوجہل تک
کہا گیا ہے اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ (مکالمۃ الصدرین صفحہ نمبر ۳۳)

- چند سوالات اور ان کا جواب

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں: بریلوی مکتبہ فکر سے چند سوالات۔

(انصاف صفحہ نمبر ۲۴)

سوال نمبر ۱: کیا بریلوی اعلیٰ حضرت کا خاندان انگریز کا ایجنٹ نہیں تھا؟

جواب: ہذا بہتان عظیم۔ اس کا بطلان دلائل قاہرہ سے ہم اوراق گزشتہ پر کر چکے ہیں۔

- **حضرت مولانا رضا علی خاں (دادمحترم امام احمد رضا خاں) اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء**

جب دہلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر پر انگریز غالب ہونے لگے اور انگریزوں سے مقابلہ کیلئے جنرل بخت خاں شاہ احمد اللہ مدراسی نے جہاد کمیٹی بنائی تو دہلی سے مولانا فضل حق خیر آبادی اور کاکوری سے مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری مصنف علم الصیغہ اور بریلی سے مولانا رضا علی خاں کو منتخب کیا۔

جب روہیل کھنڈ بریلی کے اکناف میں انگریزی اقتدار بڑھنے لگا تو جنرل بخت خاں نے مجاہد جلیل مفتی عنایت احمد کو مجاہدین کی تربیت کیلئے بریلی بھیجا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ مولانا رضا علی خاں کی ہدایات سے مکمل استفادہ کیا جائے۔ مولانا نے اپنا مال و منال مجاہدین پر صرف کر دیا۔ مفتی صاحب نے آپ کے پاس ہی رہ کر میدان کارزار کے منصوبے بنا کر انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں دیں، مولانا رضا علی خاں کے فرزند ارجمند حضرت مولانا نقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا) کی ڈیوٹی مجاہدین کو ہر قسم کا رسد پہنچانے پر لگی ہوئی تھی۔ آپ کی جامع مسجد میں ہر وقت دیگیں، چولہوں پر رہتیں اور مجاہدین کیلئے لنگر عام جاری رہتا تھا۔

- گل محمد فیضی لکھتے ہیں:

بریلی مجاہدین آزادی کا مرکز تھا، یہاں مجاہدین کی ہر قسم کی امداد و اعانت مولانا رضا علی خاں اور مولانا نقی علی خاں کر رہے تھے۔ آپ نے (یعنی مولانا عنایت احمد کاکوری نے) ان کے ساتھ مل کر بڑی خدمات انجام دیں۔

بد قسمتی سے بعض غدار مسلمانوں اور ہندوؤں کی سازشوں سے تحریک جنگ

آزادی کامیاب نہ ہو سکی انگریزوں نے ملک پر قابض ہو کر مجاہدین پر بے پناہ مظالم کئے۔ چنانچہ اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کی بنا پر مولانا رضا علی خاں کو فرنگی مظالم کا نشانہ بننا تھا چنانچہ آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے۔ اور ایک انگریزی سارجنٹ سپاہی لے کر بریلی پہنچا جس وقت وہ آپ کی مسجد میں پہنچا آپ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے۔ سارجنٹ نے مسجد میں اِدھر اُدھر دیکھا اسے کچھ نظر نہیں آیا باوجود تلاش وہ خائب و خاسر لوٹا۔ انہی ایام میں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اس طرح آپ کو خدا تعالیٰ نے فرنگی استبداد سے محفوظ فرما لیا۔

(۱)......(مقالہ مجاہدین و اکابرین علماء و شہداء جنگ آزادی از مولانا غلام مہر علی صفحہ نمبر ۵ تا ۸)
(۲)......(حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری حصہ اول)
(۳)......(آزادی کی ان کہی کہانی، گل محمد فیضی بی اے صفحہ نمبر ۱۱۰)

- حضرت مولانا احمد رضا خان کے جد امجد محمد سعادت یار خاں جو مغلیہ فوج کے سپہ سالار تھے اور سلطنت وقت کے حکم سے انہوں نے اہل ہنود سے بریلی کا علاقہ فتح کر کے مسخر کیا تھا۔ (مقالہ مجاہدین و اکابرین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء)

سوال نمبر ۲: کیا بریلوی اعلیٰ حضرت نے انگریزوں کے منحوس دور کو دار الاسلام نہیں کہا؟

جواب: اُس دور میں فقط مولانا احمد رضا خاں ہی نے نہیں بلکہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی ہندوستان کو دار الاسلام کہا ہے کہ اگر مولانا احمد رضا خاں مجرم ہیں تو دوسرے علماء مجرم کیوں نہیں؟

(۱)......(تحذیر الاخوان، طبع تھانہ بھون ۱۹۰۵ء)
(۲)......(مجموعہ فتاویٰ مولا عبد الحیٔ فرنگی محلی جلد اول)
(۳)......(سفر نامہ شیخ الہند از حسین احمد مدنی طبع لاہور صفحہ نمبر ۱۲۶)
(۴)......(الحیات بعد الممات از فضل بہاری طبع کراچی صفحہ نمبر ۱۳۲)

(ما صوجوابکم فھو جوابنا)

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کا نقطہ نظر

صاحب اکابرین پاکستان لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور انہیں صحیح اسلامی نقطہ نظر سے کسی ملک کے دار الحرب ہونے کے بارے میں وقیع اور اہم معلومات فراہم کیں۔ ان کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا انہوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ کامیاب حکومت کی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی مسلمانوں کے اس حق سے دستبردار ہونے کے حق میں نہیں تھے، اپنے اس مؤقف کی تائید میں مولانا احمد رضا نے ایک رسالہ اعلام الاعلام بھی لکھا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ ہندوستان دار الحرب نہیں بلکہ دار الاسلام کا درجہ رکھتا ہے۔ اس رسالہ کی جو روح ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کو غاصبانہ سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ بقدر استطاعت ملک کی آزادی کیلئے کوشش کریں۔ ملک کو دراصل دار الحرب قرار دے کر ترکِ موالات کر جانا ایک طرح کا کمزور احتجاجی عمل تھا۔ اور اس ترک موالات کر جانے سے مسلمان عملاً اپنے حق سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت احوال ہندو لیڈروں اور کانگرس کیلئے زیادہ سود مند تھی وہ اس طرح حکمران انگریزوں سے کسی طرح کی سودے بازی کر سکتے تھے۔ (اکابرین تحریک پاکستان، تذکرہ مولانا احمد رضا بریلوی مطبوعہ لاہور)

سوال نمبر ۳: کیا انہوں نے شاہ اسماعیل شہید کو پہلے کافر ثابت نہیں کیا؟ اور پھر کہا کہ علما محتاطین کافر نہ کہیں۔ (تمہید الایمان صفحہ نمبر ۴۲) پہلا فتویٰ انگریز آقا کیلئے، دوسرا حقیقت کا اظہار۔ (انصاف صفحہ نمبر ۴۴)

جواب: مولانا احمد رضا بریلوی نے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم اور التزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھتے یا امام الطائفہ کی توبہ مشہور ہونے کے باعث از راہ احتیاط مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف

لسان فرمایا اگرچہ یہ شہرت اس درجہ کی نہ تھی کہ کف لسان کا موجب ہو سکے لیکن اعلیٰ حضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ (الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ نمبر ۴۶)

- اور "مرتبین انصاف" کا یہ کہنا کہ پہلا فتویٰ انگریز آقا کو خوش کرنے کیلئے تھا۔ "لزوم اور التزام کفر" کی اصطلاح سے جاہل ہونے کی بین دلیل ہے ورنہ ہرگز یہ نہ لکھتے کہ پہلا فتویٰ انگریز آقا کو خوش کرنے کیلئے تھا۔ دراصل اس پراپیگنڈے کا پس منظر یہ ہے کہ جن دیوبندی مولویوں نے بارگاہ رسالت مآب میں صریح گستاخیاں کی ہیں تو ان کے حواریوں نے اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کیلئے اعلیٰ حضرت اور ان کے ہم خیال علماء کو تکفیر مسلمین کا مجرم قرار دے کر بدنام کرنا شروع کر دیا تا کہ عوام کی توجہ ہماری گستاخیوں سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت کی تکفیر کی طرف مبذول ہو جائے اور ہمارے مقاصد کی راہوں میں کوئی چیز حائل نہ ہونے پائے۔

سوال نمبر ۵: کیا حسام الحرمین کا فتویٰ اصول فتویٰ کے سراسر خلاف نہیں؟

کیا علمائے دیوبند سے ان کی عبارات کے بارے میں استفسار کیا؟

جواب: ایک عرصہ دراز تک مولوی اشرف علی تھانوی سے خط و کتابت ہوتی رہی مگر انہوں نے خاموشی کی راہ اختیار کی۔ مولوی اشرف علی کے نام جو آخری خط ارسال کیا اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

نقل..... معاوضہ عالیہ امام بریلی قدس سرہٗ

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

السلام علیکم علی من اتبع الھدیٰ، فقیر بارگاہ عزیز قدیر عز جلالہٗ میں تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ قرارداد مراد آباد پھر محرک ہے۔

کہ آپ سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جوابدہی کو آمادہ ہوں، میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو

دیتے جائیں کہ فریقین میں کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ر صفر مناظرہ کیلئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں۔

یہ بعونہ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ر صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کیلئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہر و دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ر صفر کو صبح مراد آباد میں ہوں اور آپ بالذات اس امر اہم و اعظم (میں دین کے) طے کرلیں۔ اپنے دل کی آپ جیسے بتائیں گے وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر مخدرہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے، کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟

اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈ لے تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ و پرداختہ قبول سکوت، نکول، عدول سب آپ کا اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عزوجلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھیں جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں آخر تا کجے؟ یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو

الحمدللہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں، اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہٖ و صحبہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

مہر

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ر صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

(مکتوبات بنام مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ نمبر ۱۲ تا ۱۶ مطبوعہ لاہور ۱۳۲۳ھ) [1]

- مولانا نعیم الدین مراد آبادی، منشی شوکت علی رامپوری اور سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور کو لے کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مولانا خلیل احمد "مصنف براہین قاطعہ" کے پاس پہنچے، ہر چند سمجھایا، آخرت کی دردناک پکڑ سے ڈرایا، بار بار توبہ کا مطالبہ کیا آخر میں مجبور ہو کر مولوی خلیل احمد نے کہا آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیں، مگر میرے پاس جواب نہیں۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت صفحہ نمبر ۲۵۳ ناشر سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۹۹۲ء)

- نیز مولانا احمد رضا بریلوی سے قبل شوال ۱۳۰۶ھ بہاولپور میں "براہین قاطعہ" کی کفریہ عبارت پر مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان تحریری مناظرہ ہو چکا تھا جس کے فیصل خواجہ غلام فرید چشتی نظامی تھے اور انہوں نے اپنے ساتھی علماء سمیت مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو اہل سنت سے خارج قرار دیا تھا۔ اس لئے مولوی خلیل احمد سے استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔
- "تحذیر الناس" مؤلفہ محمد قاسم نانوتوی کے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے قبل متعدد رسائل رد میں لکھے جا چکے تھے جن کی تفصیل یہ ہے۔

---

[1] کلیات مکاتیب رضا صفحہ نمبر ۱۷۹، ۱۸۰ طبع لاہور ۲۰۰۵ء از ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

۱۔ قول الفصیح: مولانا فصیح الدین بدایونی کی کتاب ہے، جو تحذیر الناس کے رد میں لکھی گئی مطبع مہتاب چند میرٹھ میں چھپی۔

۲۔ ابطال اغلاط قاسمیہ: مولانا عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی کے ایما پر مولانا عبدالغفار نے تحریر فرمائی۔

۳۔ کشف الالتباس فی اثر ابن عباس: تحذیر الناس کے رد میں ہے۔

۴۔ قسطاس فی موازنہ اثر ابن عباس۔

۵۔ مناظرہ دہلی: تحذیر الناس کے مضامین پر مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اور مولانا شاہ محمد پنجابی (متوفی ۱۳۰۵ھ) کے درمیان دہلی میں مناظرہ ہوا۔ دونوں کے اقوال مرتب کر کے محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا محب احمد بدایونی، مولانا فصیح الدین، مولانا عبید اللہ امام مسجد بمبئی، جیسے جلیل القدر اکابر علماء کرام کے تصدیقی دستخطوں سے شائع ہوئی۔

(محمد احسن نانوتوی از پروفیسر ایوب قادری صفحہ نمبر ۹۲ تا ۹۳ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء)

اس لئے استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

- کیا ان کی اردو عبارات کی عربی کسی غیر جانبدار سے کرائی؟

الجواب: غیر جانبدار سے کیا مراد ہے؟ کیا کسی شیعہ، مرزائی، چکڑالوی اور نجدی سے عربی بنواتے۔

- کیا علمائے عرب جو اردو نہ جانتے تھے کیوں ان سے ہی فتوئی لیا؟

الجواب: فقط علمائے عرب سے ہی فتوئی نہیں لیا۔ بلکہ برصغیر پاک و ہند کے اکثر جید علمائے کرام سے بھی فتوئی لیا جو کہ "الصوارم الہندیہ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

- کیا علماء دیوبند کو صفائی کا موقع دیا؟
- کیا علماء دیوبند کی خان صاحب کے مفہوم سے بیزاری کے بعد رجوع کیا؟

الجواب: علماء دیوبند کی کفریہ عبارتیں صریح کفر پر مبنی ہیں اور صریح لفظ میں تاویل نہیں ہو سکتی۔

- مولوی انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں: حبیب ابن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا اور اگر باوجود صراحت تاویل کی گئی تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد جو بمنزلہ کفر ہے۔ (اکفار الملحدین صفحہ نمبر ۲۷)

نیز لکھتے ہیں: التاویل الفاسد کالکفر (تاویل فاسد کفر کی طرح ہے)۔
(اکفار الملحدین صفحہ نمبر ۶۲)

نیز مفتی قرطاس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق فتوئی دیتا ہے اور علمائے دیوبند کی کفریہ عبارتیں ان کی کتب میں چھپی ہوئی موجود ہیں اور انہیں عبارتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا احمد رضا بریلوی نے انہیں غیر اسلامی قرار دیا ہے۔

- تین اصولی باتیں

۱۔ توہین کا تعلق عرف عام اور محاورات اہل زبان سے ہوتا ہے۔

۲۔ توہین رسول میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

۳۔ توہین کا دارومدار واقعیت پر نہیں ہوتا۔

توہین کا تعلق عرف عام اور محاورات اہل زبان سے ہوتا ہے

بعض لوگ کلمات توہین کے معنی میں قسم قسم کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کسی تاویل سے معنی مستقیم بھی ہو جائیں تو سب تاویلات باطل ہوں گی۔ مثلاً ایک شخص اپنے والد یا استاد کو کہتا ہے کہ آپ بڑے ولد الحرام ہیں اور تاویل یہ کرتا ہے کہ لفظ حرام کے معنی فعل حرام نہیں بلکہ محترم کے ہیں جیسے مسجد الحرام، بیت الحرام، لہٰذا ولد الحرام سے مراد محترم ہے اور معنی یہ ہیں کہ آپ بڑے ولد محترم ہیں تو یقیناً کوئی اہل انصاف کسی بزرگ کے حق میں اس تاویل کی رو سے لفظ ولد الحرام بولنے کو جائز نہیں رکھے گا۔ اور ان کلمات کو بربنائے عرف و محاورات اہل زبان کلمات توہین ہی قرار دے گا۔ لہٰذا ہم ناظرین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ علمائے دیوبند کی توہین آمیز عبارات پڑھتے وقت اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھیں

کہ عرف ومحاورہ کے اعتبار سے اس عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔

توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا

قارئین کرام! آپ سے گزارش ہے کہ وہ توہین آمیز عبارات پڑھتے وقت یہ خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ قائل کی نیت توہین کی ہے یا نہیں؟ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں توہین آمیز الفاظ بولتے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اور کلمہ توہین بہر صورت توہین قرار پاتا ہے، بشرطیکہ قائل کو یہ علم ہو جائے کہ یہ کلمہ توہین ہے یا یہ کلمہ توہین کا سبب ہوسکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں بغیر توہین نیت کے بھی اس کلمے کا بولنا یقیناً موجب توہین ہوگا۔ دیکھیے صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہ نیت تعظیم راعنا کہہ کر خطاب کرتے تھے لیکن یہودی چونکہ اس کلمہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بہ نیت توہین استعمال کرتے تھے یا ادنیٰ تصرف سے اس کلمہ کو توہین بنا لیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو راعنا کہنے سے منع کر دیا اور اس حکم کے بعد اس کلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں بولنا توہین اور موجب عذاب الیم قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ابنائے زمانہ کی رکیک تاویلوں سے منصب نبوت بہت بلند ہے۔ اور مؤولین کی من گھڑت تاویلات ان کو توہین کے جرم عظیم سے نہیں بچا سکتیں۔

توہین کا دارومدار واقعیت پر نہیں ہوتا

بعض لوگ توہین کو واقعیت پر موقوف سمجھتے ہیں حالانکہ توہین و تنقیص کا تعلق الفاظ وعبارات سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا۔ لیکن اسی امر واقع میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان تفصیلات کا بیان واقع کے مطابق کیوں نہ ہو۔ ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں: عالم میں کوئی شئے ایسی نہیں جس کے ساتھ ادارہ الٰہیہ متعلق نہ ہو اور اس بنا پر اگر یہ کہہ دیا جائے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد (یعنی ارادہ کی ہوئی) ہے تو اس میں کوئی توہین نہیں۔ لیکن اگر اسی واقع کو اس تفصیل سے کہا جائے کہ ظلم،

چوری، شراب خوری اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں تو اگرچہ یہ کلام واقع کے مطابق ہے لیکن ظلم و فسق وغیرہ کی تفصیلات آجانے کے باعث خلاف ادب اور توہین آمیز ہوگیا اسی طرح بدلیل قرآنی ''اللہ خالق کل شئی'' یہ کہنا بالکل جائز ہے اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے لیکن اللہ تعالیٰ گندگیوں اور دوسری بری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے یہ کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور ذلیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقیناً موجب توہین ہے۔

(الحق المبین از علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ)

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اسی لئے حق تعالیٰ کو خالق کل شئی کہنا درست اور خالق الکلاب والخنزیر (کتوں اور سوروں کا خالق کہنا) بے ادبی ہے۔ (بوادر النوادر صفحہ نمبر ۲۰۹) اس لئے ان غیر اسلامی عبارتوں سے بیزاری کا اظہار کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا جب تک توبہ نہ کریں۔ اس لئے رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

- کیا مسلم لیگ، علامہ اقبال اور قائداعظم کو کافر کہنے سے بریلوی علماء نے رجوع کیا اور کب کیا تحریری ثبوت دیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۲۵)

الجواب: مسلم لیگ کے خلاف چند سنی علماء ومشائخ تھے اور ان کے پیش پیش مولانا حشمت علی خاں تھے۔ مولانا حشمت علی کی توبہ کا واقعہ اس طرح ہے کہ مولانا اول شاہ بن مولانا اجمل شاہ فرماتے ہیں کہ والد گرامی نے مولانا حشمت علی کی مسلم لیگ پر تنقید کے جواب میں ۵۰، ۶۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''رضوی تیشہ برخلاف شیر بیشہ ہفتاد سوالات بر چہاردہ جہالات'' لکھی۔ جب یہ کتاب شائع ہوگئی۔ تو ایک روز مولانا حشمت علی خاں کسی کام کیلئے سنبھل آئے، والد صاحب نے اپنی کتاب دے کر مجھے مولانا حشمت علی خاں کے پاس بھیجا، میں نے جب یہ کتاب مولانا حشمت علی خاں کو دی تو انہوں نے سوال کیا آپ کون ہیں، میں نے جواب دیا میں اپنا تعارف کرانے نہیں آیا اس کتاب کا جواب لینے آیا ہوں۔ دراصل مجھے خود ان کی لکھی ہوئی کتاب کا

بہت افسوس تھا اور میں ان سے زیادہ گفتگو نہ کرنا چاہتا تھا۔ اور میں نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر ان کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے انہیں بتایا یہ مولانا اجمل شاہ صاحب کے صاحبزادے ہیں یہ سن کر وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مجھے گلے لگایا اور کہنے لگے آپ تو ہمارے بھتیجے ہیں اس کے بعد انہوں نے پوری کتاب میری موجودگی میں پڑھی اور پھر وہ اگلے روز والد صاحب کو ملنے کیلئے تشریف لائے اس موقع پر میں بھی موجود تھا تھوڑی دیر بحث وتمحیص کے بعد مولانا حشمت علی خاں تحریری طور پر اپنی کتاب سے رجوع کرنے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے معافی نامہ لکھ کر دے دیا اور یہ معاملہ طے پایا کہ مولوی حشمت علی خاں اپنی کتاب کی تمام کاپیاں تلف کر دیں گے اور آئندہ اس کی اشاعت نہیں کریں گے اور مولانا اجمل شاہ صاحب اس کے رد میں لکھی ہوئی کتاب کی تمام کاپیاں تلف کر کے آئندہ اس کی اشاعت نہیں کریں گے ......مولانا حشمت علی کا معافی نامہ میرے والد صاحب (مولانا اجمل شاہ) کے پاس سنبھل میں محفوظ تھا۔ میں ۱۹۵۹ء میں پاکستان آ گیا ...... بہر حال خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اقبال احمد نوری، ساجد علی خاں (داماد حضرت مفتی اعظم ہند) اور مولانا سید مصطفےٰ علی سنبھلی اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

(ماہنامہ فیضان فیصل آباد، جلد ۵ شمارہ ۲، ۳ ماہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء)

نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ نیک ظن رکھنے کا حکم دیا ہے اس لئے امید قوی ہے کہ مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ کے ساتھیوں نے بھی اپنے موقف سے توبہ کر لی ہوگی۔

الزام: "مرتبین انصاف" لکھتے ہیں بریلوی اعلیٰ حضرت کی زندگی کا خاکہ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب کھینچا ہے۔

اوڑھ کر احمد رضا خاں آئے بدعت کا لحاف

ذات ان کی ہے مجددیات ان کی لام کاف

الخ۔ (نگارستان)، (انصاف صفحہ نمبر ۲۵)

الجواب:

۵۰۰۰ روپے نقد انعام

اگر "مرتبین انصاف" مولوی ظفر علی خاں کی "کتاب" میں سے نقل کردہ نظم کے پہلے شعر میں احمد رضا خاں دکھا دیں تو مبلغ ۵۰۰۰ روپے نقد انعام حاصل کریں۔ بلکہ پہلے شعر میں "حامد رضا خاں" کا نام ہے اور آپ صاحبان نے یہ خیانت جان بوجھ کر کی ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)۔

نیز مولانا حامد رضا کو کوئی بھی مجدد نہیں مانتا بلکہ اہل سنت کے نزدیک اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی کے مجدد برحق ہیں۔ مولوی ظفر علی خان نے کذب بیانی، الزام تراشی سے کام لیا ہے اور اسی طرح تمام نظم دروغگوئی پر مشتمل ہے۔

- مولوی ظفر علی خاں کے درج ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

کانگرسی دولہا اور احرار دلہن

باوا تھے مسلمان تو بیٹے تھے مجوسی ...... پوتے جو ہیں احرار وہ کہلائے فلوسی

مل جائے جہاں چندہ وہی ہے وطن انکا ...... ہندی ہیں نہ مصری ہیں نہ چینی ہیں نہ روسی

جو بوند مرے خون کی مہاجن سے بچی تھی ...... پنجاب کے احرار ستم پیشہ نے چوسی

نہرو جو ہے دولہا تو دلہن مجلس احرار ...... ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروسی

(احرار اور مسجد شہید گنج) (امروہہ ۳ دسمبر ۱۹۳۷ء، چمنستان صفحہ نمبر ۱۵۹)

نرالی وضع کا مومن ہے طبقہ احرار ...... کہ سر جھکا ہوا مشرک کے آستاں پر ہے

اس آرزو میں کہ نہرو کسی طرح خوش ہو ...... نگاہ خشم سکندر حیات خاں پر ہے

خدا کے گھر کی تباہی میں حصہ دار ہوئے ...... یہ ظلم انہوں نے کیا آپ اپنی جان پر ہے

اشارہ پا کے ادھر سے شہید گنج کا شور ...... کئی دنوں سے ان اشرار کی زباں پر ہے

(لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۳۷ء، چمنستان صفحہ نمبر ۱۶۸)

﴿بت خانہ احرار﴾

سرکار مدینہ سے ملا مجھ کو بھی کمل ...... سکھوں نے بخاری کو جو بخشا ہے دوشالا

(بتاریخ ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۶ء، چمنستان صفحہ نمبر ۹۴)

ہندوؤں سے ہے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے ...... گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل ...... تو یہ سب ذلت اسی طبقہ غدار سے ہے

(۷ر جولائی ۱۹۳۶ء، چمنستان صفحہ نمبر ۴)

اللہ کے قانون کی پہچان سے بیزار ...... اسلام اور ایمان احسان سے بیزار

ناموس پیغمبر کے نگہبان سے بیزار ...... کافر سے موالات مسلمان سے بیزار

اسی پر ہے یہ دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار ...... احرار کہاں کے یہ ہیں اسلام کے غدار

(نگارستان)

﴿دیوبند کے مصرعوں پر بریلی کی گرہ﴾

باعث شورش اسلام ہے فتنہ گر ہے ...... وہ جو کافر کو مسلمان کہے کافر ہے

قصر دیوبند کی بنیاد نہ ہلتی کیونکر ...... ضربت حیدر کرار میرا جوہر ہے

سیرت پاک پہ آیا ہے کرنے تقریر! ...... دین اسلام کی پھٹکار مگر منہ پر ہے

(جناب افضل کوٹلوی)

﴿اے قصر دیوبند﴾

توہین محمد کا تجھے ٹھیکہ ملا ہے ، کیوں جھوم رہا ہے

زہر ہلاہل تو سمجھتا ہے جسے قند اے قصر دیوبند

مانا کہ تجھے راس نہیں آتا مدینہ ، سینے میں ہے کینہ

لیکن تیری امت ہے پرستار ہری چند اے قصر دیوبند

توہین نبی ، کذب خدا ، شرک بہتان یہ ہیں تیرے سامان

مردوں کیلئے تیرے ، درود اور دعا بند اے قصر دیوبند

امداد نہیں لیتے نبی اور ولی سے ، جلتے ہیں انہیں سے

گاندھی سے مدد لیتے ہیں، لیکن تیرے فرزند اے قصر دیوبند

اللہ کے بندوں سے تو رکھتے ہیں نفرت ، پر ہے یہ حقیقت

نہرو کی محبت میں جکڑا ہوا ہر بند اے قصر دیوبند (صارم ملتانی)

جنگ آزادی ودیگر تحریکوں میں اہل سنت کا کردار

• مولانا فضل حق خیر آبادی

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد دیا اور عملاً نمایاں کردار ادا کیا، حکومت انگریزی نے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا دی۔ قید کے ایام پورے کرنے کے بعد آپ کو جزیرۂ انڈیمان پہنچادیا گیا وہیں آپ کا وصال ہوا۔

(جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۱۶ مطبوعہ لاہور)

• مولانا کفایت علی کافی

فخر الدین کلال نامی ایک شخص کی مخبری پر مولانا کافی گرفتار ہوئے مختلف الزامات کی روشنی میں معمولی کاروائی کے بعد پھانسی کا حکم ہوا۔ اس پر مولانا نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ۳۰ر اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

(جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۵۲)

• منشی رسول بخش کاکوروی

آپ فرنگیوں کے سخت دشمن تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں نمایاں کارکردگی کے جوہر دکھائے۔ پولیس کے اہلکار نے کرنل بلی (انگریز) کے پاس جاکر ان کی شکایت کی۔ آپ کے بڑے فرزند منشی عبدالصمد اور دیگر شریک کار ۱۸ر نفوس سمیت گرفتار کرلئے گئے۔ ان تمام کو شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ (جنگ آزادی کے مسلم مشاہیر صفحہ نمبر ۱۶۰ مطبوعہ لاہور)

● احمد اللہ شاہ مدراسی شہید

آپ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے روح رواں تھے۔ اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ آپ کی گرفتاری یا شہادت پر انگریز نے پچاس ہزار روپے کا انعام رکھا تھا۔ ایک غدار نے انعام کی خاطر آپ کو شہید کر کے آپ کا سر انگریز کے سامنے پیش کیا اور انعام حاصل کیا۔ پھر اس انگریز نے سر کے چاروں طرف لکڑیاں چنوا کر مٹی کا تیل چھڑکوا کر آگ لگادی اور راکھ پر گدھے دوڑائے۔

(۱)......(آزادی کی ان کہی کہانی از گل محمد فیضی)
(۲)......(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء پروفیسر محمد ایوب قادری)

● مفتی عنایت احمد کاکوروی

جب جنگ آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے آپ نے اس میں بڑھ کر حصہ لیا۔ بریلی کی انقلابی جماعت کی مشاورتی کمیٹی میں برابر شریک ہوتے رہے۔ نواب خان بہادر کی قیادت میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آخر انگریزی حکومت کا تسلط قائم ہوگیا آپ گرفتار ہوئے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا مقرر ہوئی۔

(آزادی کی ان کہی کہانی صفحہ نمبر ۱۰۹، ۱۱۰)

● مولانا فیض احمد بدایونی

مولانا فضل حق خیر آبادی نے جہاد کی فرضیت کیلئے جو فتویٰ جہاد لکھا تھا۔ اس پر آپ نے بھی دستخط کیے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں خوب کارہائے نمایاں انجام دیے۔ (اکمل التاریخ از مولانا محمد یعقوب ضیاء القادری)

● مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی

جنگ آزادی میں فتویٰ جہاد پر دستخط کیے۔ اس کی وجہ سے گرفتاری، عزل منصبی اور ضبطی جائیداد کی نوبت پہنچی، چند ماہ کے بعد رہائی ہوئی، نصف جائیداد واگزاشت ہوئی قریب تین لاکھ روپے کی مالیت کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں ضبط ہوگیا۔

(تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی، مرتبہ ایوب قادری صفحہ نمبر ۲۴۸ حاشیہ نمبر ۱)

● امام بخش صہبائی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا، دہلی کی جنگی کونسل کے رکن تھے۔ ایک دن صبح کی نماز پڑھتے وقت آپ کی مشکیں کس لی گئیں اور آپ کے خاندان کے اکیس افراد کو بھی گرفتار کرلیا گیا حکم ہوا کہ جمنا کی ریتی میں قلعے کے نیچے گولی ماردی جائے۔ چنانچہ سپاہیوں نے گولیوں کی ایک ہی مار سے شہید کردیا۔

(آزادی کی ان کہی کہانی صفحہ نمبر ۱۱۶)

● حضرت مولانا رضا علی خاں بریلوی (مولانا احمد رضا کے دادا جان)

آپ نے تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں شب و روز بریلی کے گردونواح میں مجاہدین کی تربیت و ترغیب کی۔ باوجود ضعیفی العمری کے کئی معرکوں میں بھی خود شمشیر بکف ہو کر حصہ لیا۔ انگریز کیلئے پیغام اجل ثابت ہوئے۔ آپکے وارنٹ جاری ہوئے، سارجنٹ وارنٹ لے کر بریلی پہنچا۔ آپ مسجد میں تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے مگر اس کو آپ نظر نہ آئے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت فرمائی۔

(۱)......(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری طبع لاہور حصہ اول)
(۲)......(آزادی کی ان کہی کہانی از گل محمد فیضی وغیرہ)

● جناب میاں محمد صادق قصوری لکھتے ہیں:

شاہ رضا علی بریلوی (ودیگر) بے شمار ہمنواؤں اور ان کے ارادتمندوں نے انگریزی سامراج کا تختہ الٹنے کیلئے جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے بغیر جنگ آزادی کا (۱۸۵۷ء) کا تصور تک ممکن نہیں۔ (اکابر تحریک پاکستان صفحہ نمبر ۳۱)

● مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے انگریزوں کو علی گڑھ سے نکال دیا تو زمام قیادت آپ کے حوالے کی گئی دوبارہ انگریزوں نے چڑھائی کی تو دشمن سے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے مولانا عبدالجلیل بھی ان شہداء میں حیات

ابدی ہو گئے۔ (تواریخ انقلاب آزادی ۱۸۵۷ء)

- **مولانا وہاج الدین**

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بھر پور حصہ لیا۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ لڑائی کرتے کرتے گولیوں کی بوچھاڑ میں شہید ہو گئے۔ مولانا اور ان کے خاندان کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔

- **تحریک مسلم لیگ اور قیام پاکستان**

۱۹۴۶ء بنارس سنی کانفرنس میں ہزارہا علماء و مشائخ نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ (ماہنامہ فیضان فیصل آباد ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء)

نیز پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ (یعنی کامل مسلمان نہیں) اس وقت دو جھنڈے ہیں ایک ہلالی مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا اب فیصلہ کرو تم کس کے ساتھ ہو۔

(اکابر تحریک پاکستان صفحہ نمبر ۷۳)

- **علامہ ابوالحسنات لاہوری**

مجاہدین اسلام کشمیر کے محاذ پر حق خود ارادیت کے حصول کیلئے جانبازی کا مظاہرہ کرتے رہے مولانا نے فتویٰ دیا کہ یہ جنگ آزادی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ سے مجاہدین کی امداد کرنی چاہیئے۔ اسی (۸۰) ہزار روپیہ کا سامان خرید کر مجاہدین میں تقسیم کیا۔ اور آپ نے بنفس نفیس احباب سمیت محاذ کشمیر کے کئی دورے کئے۔ اور مجاہدین کی ہمت افزائی کی۔ ان مساعی جمیلہ کی بنا پر آپ کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صفحہ نمبر ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

- **تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء**

مولانا علامہ ابوالحسنات متفقہ طور پر صدر مقرر ہوئے۔

علامہ موصوف اور صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا دونوں حضرات کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں محبوس کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں ملک کے دوسرے حصوں میں سے علماء اہل سنت گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ابھی علامہ ابوالحسنات اور صاحبزادہ صاحب جیل ہی میں تھے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد علی جالندھری اور داؤد غزنوی نے ۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء کو تحریک سے مکمل استعفیٰ دے دیا۔ تمام تحریک اور مطالبات کا خاتمہ کر دیا۔ ان کا یہ عجیب اور بے سروسامان بیان جنگ کراچی میں شائع ہوا۔ مولوی داؤد غزنوی کے بیان کے چند الفاظ یہ ہیں۔

ہم بشمولی عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری اس بات پر متفق ہیں کہ مرکز اور صوبہ میں وزارتی تبدیلی کے بعد ہم کو ہر قسم کی سول نافرمانی بند کر دینی چاہیئے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء)

- **تحریک ختم نبوت جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا**

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا شاہ احمد نورانی کے علاوہ دیگر علماء اہل سنت اور عوام اہل سنت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ آخر جدوجہد رنگ لائی اور مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا مؤقف صفحہ نمبر ۱۳)

- **تحریک نظام مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)**

اس تحریک میں جمعیت علماء پاکستان اور عوام اہل سنت کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں، جمعیت کے عہدیداروں اور کارکنوں نے قید و بند کی صعوبتیں اور مصائب و آلام کی تکالیف کو برداشت کیا۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا حامد علی خاں کی بے مثال کارکردگی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کا

راجندر پرشاد (صدر جمہوریہ) کی

خدمت میں سپاس نامہ

۱۳/جولائی ۱۹۵۷ء کی تاریخ دارالعلوم دیوبند میں وہ تاریخی دن تھا جب دارالعلوم میں عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب بالقابہ نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے قدم رنجہ فرمایا۔ پروگرام کے مطابق صبح کے ۸/بجے صدر جمہوریہ اپنے سیلون سے برآمد ہوئے تو حضرت مولانا مدنی اور مولانا محمد طیب صاحب جو سیلون کے دروازے کے قریب کھڑے تھے آگے بڑھے، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔ اولاً حضرت مولانا مدنی سے اور پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب سے صدر محترم نے مصافحہ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے صدر کو ہار پہنایا ۔۸ بج کر ۱۰ منٹ پر صدر محترم دارالعلوم دیوبند کیلئے اپنی کار میں روانہ ہوئے۔ اسٹیشن سے لے کر دارالعلوم تک راستہ خیر مقدم کیلئے بنائے ہوئے خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قرب وجوار کے ہزاروں اشخاص سڑک پر دورویہ صدر کے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے تھے۔ دارالعلوم سے تقریباً تین چار فرلانگ کے فاصلہ تک طلباء دارالعلوم کی دورویہ قطاریں کھڑی ہوئی تھیں ۔ ہندو بیرونِ ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنا دیئے گئے تھے جو متعدد "ماٹو" لئے ہوئے تھے جب طلباء کی ان دلکش قطاروں کے درمیان سے صدر محترم کی کارگزاری تو دیوبند کی فضاء استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی ۔ کتب خانہ کے معائنہ کے بعد صدر جمہوریہ ٹھیک ۹ بجے استقبالیہ جلسے میں شرکت کیلئے پنڈال میں تشریف لے گئے ۔ عظیم الشان اور حسین پنڈال مختلف گیلریوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ صدر محترم نے جونہی ڈائس پر قدم رکھا پورا مجمع صدر راجندر پرشاد کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا مدنی

نے صدر محترم کو سہرا ہار پہنایا۔ دارالعلوم کی جانب سے صدر محترم کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور ضلع کے حکام کی جانب سے سرکاری رسوم کے مطابق قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے انگریزی سکول کے بچوں نے پڑھا۔ ترانہ ختم ہوتے ہی صدر محترم اور پورا مجمع بیٹھ گیا اور جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دارالعلوم کی جانب سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے صدر محترم کی قدم رنجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: "آج دارالعلوم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر محترم ہندوستان کی صرف ایک عظیم شخصیت ہی نہیں بلکہ جنگ آزادی کے ایک جانباز سپاہی بھی ہیں۔ آج وہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ کی قدم رنجہ فرمائی پر ہمیں مسرت ہے اور ہم اس کیلئے شکر گزار ہیں"۔ اس کے بعد تلاوت قرآن سے جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ نظموں کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے سپاسنامہ پڑھا۔ جس میں دارالعلوم کی چند ضرورتوں پر صدر محترم کی توجہ دلائی گئی۔ صدر جمہوریہ کو یہ سپاسنامہ ایک منقش صندوقچی میں رکھ کر پیش کیا گیا جلسہ کے اختتام پر صدر جمہوریہ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کی جانب سے دوپہر کا کھانا صدر محترم کو ان کے سیلون ہی میں کھلایا گیا۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ، حضرت مہتمم مدظلہٗ اور دوسرے متعدد حضرات کھانے میں شریک تھے۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء)

اگلے روز جناب مہتمم صاحب (قاری محمد طیب) نے نہ صرف یہ کہ کامیابی کی مٹھائی تقسیم فرمائی، بلکہ جلسہ عام میں جناب صدر راجندر پرشاد کی خوش اخلاقی، فراخ نظری، روحانیت، شفقت، جود وسخا، انسانیت پروری، علم ورافت اور بندہ نوازی کو بڑے وزنی الفاظ میں بہت مسرت ودلی جوش کے ساتھ سراہا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اگست، ستمبر ۱۹۵۷ء)

انگریز: عیسائی مشرک۔

راجندر پرشاد: ہندو مشرک۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند
برصغیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی کارنامہ
اسلامی تعلیم و ثقافت اور ملت کی نشاۃ ثانیہ کا سرچشمہ
دارالعلوم دیوبند کی عظیم دینی و علمی خدمات اور سیاسی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ
با ایماء
مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
حسب ہدایت
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
مرتبہ: سید محبوب رضوی
ادارہ اسلامیات
لاہور - کراچی
پاکستان

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۳۶۰ھ میں تشریف آوری کے موقع پر فتاویٰ کے اس ذخیرے کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ "اس سے ایک دوسرا تاتارخانیہ مرتب ہوسکتا ہے، یہ ایک بڑی دینی خدمت ہے اس سے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں"[ل]

۱۳۷۶ھ، صدر جمہوریہ ہند دار العلوم میں

اس سال کے اہم واقعات میں صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد کی دار العلوم میں تشریف آوری ہے۔

صدر جمہوریہ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ (۱۳ر جولائی ۱۹۵۷ء) کو دار العلوم میں تشریف لائے، یہ کسی سربراہِ مملکت کے دار العلوم میں آنے کا پہلا موقع تھا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ، حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے علاوہ موتمر اسلامی کے نمائندے شیخ عبدالمنعم النمر اور شیخ عبدالعال العقبادی وغیرہ حضرات نے ریلوے اسٹیشن پر

ل فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ عالمگیری کی طرح فقہ کی ایک ضخیم کتاب ہے جو ہندوستان میں مدون ہوئی ہے، یہ کتاب الجواب ہدایہ کی ترتیب پر مرتب کی گئی ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں خاندانِ تغلق کے عہد میں خانِ اعظم تاتارخان کی فرمائش پر شیخ عالم بن علاء الحنفی نے فقہ حنفی کا یہ مجموعہ چار ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے، فیروز شاہ تغلق کے عہد میں خانِ اعظم تاتارخان اس وزارت کے منصب پر فائز تھے، ایک زمانے میں فتاویٰ تاتارخانیہ کی خاصی شہرت رہی ہے، حلب کے عالم ابراہیم بن محمد نے اس کتاب کی ایک تلخیص بھی تیار کی ہے، کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا کوئی نام تجویز نہیں کیا گیا تھا، اس لئے خانِ اعظم کی طرف منسوب ہو کر فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

(کشف الظنون مطبوعہ استنبول جلد اول ص ۲۱۱)

صدر جمہوریۂ ہند کا خیر مقدم کیا، صدر جمہوریہ کی کار جب دار العلوم کے لئے روانہ ہوئی تو دیوبند اور قرب وجوار کے ہزاروں آدمی سڑک پر دو رویہ صدر کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے تھے، دار العلوم کی تاریخ میں اس نوعیت کا استقبال اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا، پورا راستہ رنگ برنگ جھنڈیوں سے آراستہ تھا، اسٹیشن کے قریب سب سے پہلے دروازے پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

دیدہ و دل فرشِ راہ

احاطہ دار العلوم کے باہر طلبائے دار العلوم کی دو رویہ قطاریں کھڑی ہوئی تھیں، اس موقع پر ہند و بیرونِ ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ تھے، طلباء دار العلوم ہندوستان کی تقریباً سبھی ریاستوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔

صدر جمہوریہ نے دار العلوم کا تفصیلی معائنہ فرمایا، عمارتیں دیکھیں، کتب خانہ کے نوادر مخطوطات ملاحظہ فرمائے، آزادیٔ وطن کی راہ میں علمائے دیوبند کی قربانیوں کی داستان سنی، اساتذہ اور طلباء کا سادہ طرزِ معاشرت دیکھا، قرآن مجید کے ایک فارسی ترجمے کو بڑی توجہ سے ملاحظہ فرمایا اور اس میں راقم سطور سے چند آیتوں کا ترجمہ پڑھوا کر سُنا، معائنہ دار العلوم کے بعد خیر مقدم کے ایک عظیم الشان جلسہ میں حضرت مہتمم صاحب نے سپاس نامہ پیش کیا، صدر نے اُس کے جواب میں دار العلوم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"دار العلوم کے بزرگوں نے صرف اس ملک کے رہنے والوں ہی کی خدمت نہیں کی بلکہ آپ نے اپنی خدمات سے اتنی شہرت حاصل کر لی ہے کہ غیر ملک کے طالب علم بھی آپ کے یہاں آتے ہیں اور یہاں سے تعلیم پا کر اور جو کچھ یہاں انھوں نے سیکھا ہے اپنے ملکوں میں واپس جا کر اس کی اشاعت کرتے ہیں، یہ بات اس ملک کے سبھی باشندوں کے لئے قابلِ فخر

ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ جس خلوص، نیک نیتی اور جس عزم وارادے کے ساتھ اس کام کو آج تک کرتے آئے ہیں آئندہ بھی اسے جاری رکھیں گے، مجھے اُمید ہے کہ یہ دارالعلوم دن بدن ترقی کرتا جائے گا، اور صرف اس ملک ہی کی نہیں بلکہ غیروں کی بھی خدمت کرتا رہے گا۔

سہ پہر میں عصرانے کے موقع پر صدر جمہوریۂ ہند نے اراکین دارالعلوم شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دارالعلوم کے بزرگ علم کو علم کے لئے پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں، ایسے لوگ پہلے بھی ہوئے ہیں، مگر کم جنھوں نے علم کو محض علم کی خدمت کے لئے سیکھا اور سکھایا، ان لوگوں کی عزت بادشاہوں سے بھی زیادہ ہوتی تھی، آج دارالعلوم کے بزرگ اسی طرز پر چل رہے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف دارالعلوم یا مُسلمانوں کی خدمت نہیں بلکہ پورے ملک اور دنیا کی خدمت ہے۔

آج دنیا میں مادیت کے فروغ سے بے چینی پھیلی ہوئی ہے، دلوں کا اطمینان اور چین مفقود ہے، اس کا صحیح علاج روحانیت ہے، میں دیکھتا ہوں کہ سکون اور اطمینان کا وہ سامان یہاں کے بزرگ دنیا کے لئے مہیا فرما رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر خدا کو اس دنیا کو رکھنا منظور ہے تو دنیا کو بالآخر اسی لائن پر آنا ہے اس لئے دارالعلوم کے بزرگ جو اہم علمی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ آگے بڑھے گی اور کام اسی طرح جاری رہے گا میں دارالعلوم میں آکر بہت زیادہ مسرور ہوا اور یہاں سے کچھ لیکر جا رہا ہوں، میں تمام ذمہ داران دارالعلوم کا شکریہ ادا کرتا ہوں"[1]

---

[1] صدر جمہوریۂ ہند دارالعلوم دیوبند میں، ص ۲۳، ۲۴ مرتبہ سید محبوب رضوی شائع کردہ دارالعلوم دیوبند

حضرت مہتمم صاحب نے صدر جمہوریۂ ہند کی نسبت اپنے تاثرات کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا:۔

"صدر جمہوریۂ ہند کو میں نے نہ صرف ایک عظیم عہدے کا پر وقار مسند نشین دیکھا بلکہ انھیں ایک نہایت ہی صوفی منش اور بزرگانہ انداز کا مشفق اور پابند مذہب واخلاق انسان بھی پایا۔"

دارالعلوم میں صدر جمہوریۂ ہند کی آمد کے موقع پر ہندوستان کے انگریزی پریس خصوصاً ہندوستان ٹائمز نے دارالعلوم کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے نامناسب نہ ہوگا اگر اُن کو بجنسہ یہاں پیش کر دیا جائے، آج کل جدید تعلیم یافتہ طبقے میں جو ترقی پسند رجحانات پائے جاتے ہیں، "ہندوستان ٹائمز" نے اپنے مقالے میں اُن کی ترجمانی کی ہے اس نے لکھا ہے:۔

"ہندوستان میں بہت کم لوگ ایسے اداروں کے متعلق زیادہ معلومات کا دعویٰ کر سکتے ہیں جن کی پبلسٹی بہت ہی کم ہوتی لیکن جو عرصے سے اپنے خاموش اور اصولی کام سے افراد اور واقعات پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں، ایک ایسا ادارہ دیوبند میں اسلامی درسگاہ "دارالعلوم" ہے جہاں صدر جمہوریہ ہند گئے تھے، ایک مذہبی اکیڈیمی کے اعتبار سے دارالعلوم کا تمام دنیائے اسلام میں الازہر یونیورسٹی قاہرہ کے بعد دوسرا درجہ ہے، اس لئے یہ بات باعث تعجب نہیں کہ الازہر کے دو اساتذہ کا ایک ڈیلی گیشن گذشتہ دو سال سے دارالعلوم میں کام کر رہا ہے، جن لوگوں نے ۱۸۶۶ء میں دیوبند کی درسگاہ کی بنیاد رکھی ان میں وہ علماء تھے جنھوں نے دس سال پہلے جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا، غالباً مدرسہ کی بنیاد رکھنا غیر ملکی حکومت کے قیام کا ایک ردِّ عمل تھا کیونکہ اس کے بعد سے دیوبند کے رہنماؤں نے خود کو ان تمام تحریکوں کیساتھ سرگرمی کے ساتھ وابستہ رکھا جن کا مقصد ملک کے لئے آزادی حاصل کرنا تھا، جمعیۃ علماء ہند کے بیشتر رہنما جو قوم پرست علماء کی ایک طاقتور جماعت ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل

ہی ہے ہیں ، نہ تو مُسلم لیگ کی پرورش (برطانیہ نواز) پالیسیاں اور نہ ہی دو قوموں کی تھیوری کسی وقت بھی باحوصلہ علماء کو قومی کیریکٹر کی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے باز رکھ سکیں ،

وہ خلافت کے دور میں برطانیہ کے خلاف تھے اور سنہ ۱۹۴۲ء میں انھوں نے جنگِ عظیم دوم کے زمانے میں کانگریس کے رجحان کی تصدیق کی ، لیکن اس درسگاہ نے صرف ملک کی سیاسی زندگی ہی میں اہم حصہ ادا نہیں کیا ہے بلکہ اس کے مذہبی کام جن میں دیو بند کی کتابوں کی تیاری بھی شامل ہے دنیائے اسلام میں سراہے گئے ہیں ، تعلیم کے میدان میں اس نے اسلامی مطالعے کی روایات کو قائم رکھا ، عربی اور فارسی میں دلچسپی کو برقرار رکھا اور اُردو کے کاز کو ترقی دی ۔

دیو بند کی درسگاہ پر جو نکتہ چینی کی جا سکتی ہے وہ یہ کہ سماجی طور پر اور اکیڈیمک میدان میں یہ زیادہ ترقی پسند نہیں رہی ہے ، کلاسیکل قسم کے جمود اور قدامت پرستی پر اس کا اصرار قابلِ تعریف ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اثر استعمال کرنے کی خواہش رکھتی ہے جو اس کو رکھنی چاہیے تو اس کو اپنے طریقِ کار میں موجودہ حالات کے مطابق اعتدال پیدا کرنا ہوگا ، نیشنلزم نے اب نئے معنی اختیار کر لئے ہیں اور مذہب کی بھی موجودہ حالات کے مطابق نئی تشریح ہونی چاہیے ، مختلف مذہبی رہنماؤں کی طرف سے اپنے پیرووں میں زیادہ مفاہمت اور یکسانیت پیدا کرنے کی تحریک خاص توجہ کی مستحق ہے ، تاہم کوشش استدلالی بنیاد پر نہیں ہونی چاہیے ، یہ اس درسگاہ جیسے باوقار اداروں کا کام ہے کہ وہ ایسے نظریات کو فروغ دینے کے سلسلے میں عملی اقدامات کرنے میں امداد دیں کہ جو تمام مذاہب کے اصولوں اور عبادت کے احترام کے حامل ہوں اور ساتھ ہی خالص اور صحت مند نیشنلزم کے جدید رجحان کو نظر میں رکھتے ہوئے حوصلہ افزائی کریں ۔

"ہندوستان ٹائمز" نے اپنے اداریہ کے آخر میں دارالعلوم کو جو مخلصانہ مشورہ دیا ہے[۵]

---

[۵] "ہندوستان ٹائمز" مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۵۷ء

اس پر روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی نے اُسی وقت تبصرہ کیا تھا ، اس تبصرہ کے بعد مزید کسی جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی "الجمعیۃ" کا تبصرہ حسبِ ذیل ہے :-

صدر جمہوریۂ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد کو حال ہی میں دیو بند تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا ، تشریف بری کی غرض یہ تھی کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کا معائنہ فرمائیں اور اس مرکزِ علوم سے جو ایک صدی تک تحریکِ آزادی کا سرچشمہ رہا ہے رابطہ پیدا کریں ، آپ نے وہاں پہنچ کر دارالعلوم کے کتب خانے پر نظر ڈالی ، اس کے نادر و نایاب مخطوطات کو معائنہ کا شرف بخشا ، اساتذہ کرام سے تبادلہ خیال فرمایا ، اور اپنی تقریر میں دارالعلوم کی طویل خدمات کو سراہا ، اور اس کی تاریخی اور مذہبی عظمت کا اعتراف کیا اور اس کی طرف سے بہترین جذبات لے کر واپس ہوئے ۔

معاصر "ہندوستان ٹائمز" نے بھی صدرِ محترم کے اس مختصر دورے کو خاص اہمیت دی ہے ، اور پوری سیرچشمی کے ساتھ دارالعلوم کے شاندار ماضی کو خراجِ تحسین ادا کیا ہے ، اس نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے کہ دارالعلوم دیو بند اُن اداروں میں سے ہے جس نے اپنی خاموش اور مُسلسل خدمات سے اشخاص اور واقعات کو ہمیشہ متاثر کیا ہے ، اور ہندوستان میں صرف یہی ایک اسلامی یونیورسٹی ہے جو عالمِ اسلام میں ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے بعد خاص مقام و اہمیت رکھتی ہے ، اس کے بانیوں میں وہ لوگ شامل ہیں جنھوں نے مدتوں پہلے جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور آزادی کی ہر تحریک کو اپنایا ، جمعیۃ علماء ہند جو قوم پرور علماء کا سب سے زیادہ طاقتور ادارہ ہے اس کی کارفرما شخصیتیں اسی دارالعلوم دیو بند کی پیداوار ہیں ، ان علماء کو نہ تو مُسلم لیگ کی پرورش پالیسی متاثر کر سکی اور نہ دو قومی نظریہ ان کے زاویۂ نگاہ کو بدل سکا ، تحریکِ آزادی کے دور میں بھی علماء کانگریس کے فیصلوں کی تصدیق میں پیش پیش رہے ، معاصر نے ان سطور میں دارالعلوم دیو بند اور جمعیۃ علماء اور اس کے سربراہوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کی بنیاد صرف واقعات ہیں اور ہم خوش ہیں کہ واقعات کا اعتراف اس خوش دلی

کے ساتھ کیا گیا۔

معاصر نے ان اعترافات کے ساتھ یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ دار العلوم کو اپنی قدامت پسندی پر قائم رہتے ہوئے اتنی لچک پیدا کرنی چاہیے کہ وہ جدید مسائل تک رسائی حاصل کر سکے، اس نے لکھا ہے کہ دار العلوم پر اگر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ اس نے سماجی اور اکاڈمی میدان میں خاطر خواہ ترقی نہیں کی، لیکن ہمارے نزدیک اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں، ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کو مشورہ دینے اور اس کی بعض خامیوں پر انگلی رکھنے کا مجاز ہے، اور ہم بھی اسی بھائی چارہ کی اسپرٹ میں عرض کریں گے کہ ترقی اور قدامت پسندی کا مفہوم اضافی RELATWE بھی ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ معاصر کے نزدیک دار العلوم کے کردار میں جمود ہو مگر فی الواقع ایسا نہ ہو، دار العلوم جن مقاصد کے لئے قائم کیا گیا ہے وہ اُنکے لئے ہمیشہ کوشاں رہا ہے، اگر ملک کی تقسیم عمل میں نہ آتی اور حالات کی تبدیلی اس کی مالیات پر اثر انداز نہ ہوتی تو اس کے دائرہ کار میں ضرور وسعت پیدا ہوتی، اور اس کے قدم ترقی کے میدان میں اور آگے بڑھتے، مگر ایسا نہ ہو سکا جس کا ہمیں اپنے معاصر سے زیادہ احساس ہے۔

معاصر کے مشوروں میں یہ مشورہ بھی شامل ہے کہ آج نیشنلزم کو نئے معنے دیئے جا رہے ہیں، اسی طرح مذہب کی تشریح اور تعبیر بھی ایسی ہونی چاہیے جو موجودہ حالات سے مطابقت پیدا کر سکے، شاید معاصر کو یہ سن کر خوشی ہو کہ اسلام کے اصول ہر زمانے سے مطابقت رکھتے ہیں، اور ہم کسی ایسی تعبیر پر مجبور نہیں ہیں جو اصولوں کو مسخ یا ان کی نفی کرنے کے مرادف ہو، تجربہ شاہد ہے کہ عالمگیر اصولوں میں مساوات، انسانی بھائی چارہ اور احترام آدمیت اور شخصی قوانین میں طلاق، وراثت اور عورت کے انکاد حقوق اسلام ہی کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں، اور دوسروں نے اسلام کے ان ہی اصولوں اور قوانین کی پیروی کر کے اپنی تجدد پسندی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے، جہاں تک مذہب کی نئی تعبیر کا تعلق ہے، دوسروں کو اس کی ضرورت ہمیشہ پیش آتی ہے، اسلام تو بذاتِ خود ایسی تعبیر ہے جو ہر زمانے کے مزاج پر حاوی ہے

اور سوسائٹی کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

معاصر کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر مذہب کے لیڈروں کو مفاہمت کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے، نیز دار العلوم دیوبند جیسے ادارے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام مذہب کے اصول و اعمال کا احترام کرتے ہوئے ایسے خیالات کو نشو و نما دے جو موجودہ رجحانات کے ساتھ حقیقی اور صحت مند نیشنلزم کو فروغ دے سکیں، بلاشبہ اس مشورے سے اختلاف کرنا مشکل ہے، لیکن اگر نیشنلزم کے وہ معنے نہیں ہیں جو اپنی تنگ دامانی اور تعصب کے لئے مشہور ہے تو اس کے علم بردار ہمیشہ علمار دیوبند ہی رہے ہیں، تحریکِ آزادی کے ابتدائی دور میں جب کہ نیشنلزم دودھ پیتے بچے سے زیادہ نہ تھا جب علمار دیوبند نے اپنی حکومت کا نقشہ بنایا تو اس کی صدارت کے لئے اُن کی نظر انتخاب راجہ مہندر پرتاپ پر پڑی، ہمیں کہنے دیجئے کہ اس سے بہتر اور صاف اور ستھرا نیشنلزم آج تک پیدا نہ ہو سکا، اور آئندہ بھی اس کی توقع پورے یقین کے ساتھ نہیں کی جا سکتی، ہم نے معاصر کے اشارات کے لئے اشارات ہی کی زبان اختیار کی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس زبان کو سمجھنے میں اسے دشوار ی پیش نہیں آئے گی۔[1]

حضرت مہتمم صاحب کا سفر برما

اس سال کے اہم حالات میں حضرت مہتمم صاحب کا سفر برما بھی شامل ہے، اس سفر کے محرک رنگون کے ایک اہلِ خیر جناب حاجی اسمٰعیل محمد باگیا صاحب تھے، موصوف سورت کے رہنے والے ہیں مگر مدت سے تجارت کے سلسلے میں رنگون میں قیام ہے، حضرت مہتمم صاحب کا یہ سفر ۱۵ جمادی الاولیٰ سے ۲۸ رجب تک جاری رہا، اور برما کے مختلف شہروں میں وہاں کے اہلِ خیر حضرات کی دعوت پر جانا ہوا، حضرت مہتمم کے اس طویل سفر سے برما میں دار العلوم کا تعارف خواص سے گذر کر عوام تک ہو گیا، اور دار العلوم کے حلقۂ اثر میں غیر معمولی توسیع ہوئی، عوام اور حکومت دونوں حضرت مہتمم صاحب کی شخصیت سے متاثر ہوئے،

---

[1] روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء۔

لگائے ہوئے طلبِ علم کے شوق میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی ہمت عالی کا ثمرہ عنایت فرمائے۔[1]

دارالعلوم کے ہندو معاونین

دارالعلوم سے تعاون اور چندے کے سلسلے میں شروع ہی سے یہ عمل رہا ہے کہ اس میں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے چندے کو قبول کیا جاتا رہا ہے، دارالعلوم کے آئینِ چندے کی پہلی دفعہ یہ ہے:۔

"چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب و ملت"

چنانچہ دارالعلوم کی رودادوں میں جابجا اہلِ ہنود اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں، اور یہ سلسلہ شروع سے لے کر اب تک جاری ہے، اس کے علاوہ دارالعلوم کے ابتدائی سالوں میں فارسی و ریاضی کے درجات میں مسلمان بچوں کے دوش بدوش ہندو بچے بھی نظر آتے ہیں، دارالعلوم میں ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا ہے، جب برطانوی حکومت نے سرکاری ملازمتوں کے لئے سرکاری اسکولوں کی سند کو ضروری قرار دے دیا تو سرکاری ملازمتوں کے خواہشمند مسلم بچوں کی طرح ہندو بچوں کی تعلیم کا رُخ بھی سرکاری اسکولوں کی طرف پھر گیا۔

نقد چندے کے علاوہ کتابوں کی فراہمی میں بھی غیر مسلموں اور بالخصوص ہندوؤں کا بڑا حصہ رہا ہے، اس سلسلے میں ہندوستان کے مشہور مطبع نول کشور لکھنؤ کے مالک آں جہانی منشی نول کشور صاحب کے نام کو دارالعلوم کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے، منشی نول کشور جب تک زندہ رہے اپنے پریس کی مطبوعات کے نسخے دارالعلوم کو ضرور عنایت کرتے رہے، ۱۲۸۶ھ کے حالات میں اوپر گزر چکا ہے کہ:۔

"مدادِ کتب کی نسبت جو سال گذشتہ میں لکھا گیا تھا بہت سے اہلِ ہمت نے

---

[1] روداد جلسہ انعام ۱۲۹۰ھ ص ۱۱ و ۱۲

اس طرف توجہ فرمائی، کتب قیمتی و کارآمد سے امداد فرمائی، بالخصوص منشی نول کشور صاحب مالک چھاپہ خانہ اعظم مقام لکھنؤ، اس امر میں زیادہ تر قابلِ مشکوری ہیں کہ باوجود بُعدِ مسافت بہت سی کتب کارآمد سے معاونت کی۔"

۱۲۸۹ھ کی روداد میں منشی نول کشور صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ارباب مشورہ مدرسہ نہایت شکرگذار ہیں جناب منشی نول کشور صاحب مالک مطبع اعظم لکھنؤ کے جنھوں نے کمال دریادلی کا کام فرمایا اور چند کتب مفیدہ سے امداد مدرسہ میں ہمت فرمائی، خاص کر نسخہ قاموس سے کہ لغت میں بے نظیر ہے اور منشی صاحب نے اس کتاب کو نہایت خوبی اور صحت سے طبع فرمایا ہے، مدرسہ میں اس سے پہلے کوئی نسخہ اس کتاب کا نہ تھا، یہ کتاب ایسی محتاج الیہ ہے کہ ہر مدرس اور طالب علم کو اس کی حاجت رہتی ہے۔"

غرض کہ دارالعلوم کی روداد میں جابجا اُن کے عطیاتِ کتب کا ذکر ہے، اور بار بار ان کا شکریہ ادا کیا گیا ہے، نول کشور پریس سے شائع ہونے والا مشہور "اودھ اخبار" بھی ہمیشہ اعزازی طور پر دارالعلوم میں آتا رہا ہے، ۱۲۹۴ھ کی روداد میں لکھا ہے:۔

"جناب منشی نول کشور مالک "اودھ اخبار" لکھنؤ اور جناب راؤ امر سنگھ صاحب مالک اخبار "سفیر" بڈھانہ کا بالخصوص شکریہ، باوجودیکہ یہ دونوں صاحب اہلِ ہنود سے ہیں مگر آفریں ہزار آفریں ان کی سخاوت اور عنایت پر کہ اپنے اپنے اخبارات گراں بہا اس مدرسہ کو عنایت فرماتے ہیں، جملہ اربابِ مشورہ مدرسہ ہذا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور سب صاحبوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان کے اخبارات اور کارخانہ جات کو دم بدم ترقی عطا فرمائے اور ان کی قوت و آزادی کو قائم رکھے۔"

۱۲۹۹ھ (۱۸۸۱ء) میں پنجاب یونیورسٹی کے انگریز رجسٹرار ڈاکٹر جی، ڈبلیو لیٹر نے بھی تحائفِ علوم و فنون کی تقریباً دو درجن کتابیں کتب خانے کے لئے بھیجیں

موجود ہیں۔ (احمد رضا)

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ

حصہ دوم حصہ سوم

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مکتبہ رحمانیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

وہاں کے ایک منچلے ٹھاکر جن کا نام راؤ امر سنگھ تھا۔ "سفیر بڈھانہ" کے نام سے ایک اخبار اپنے اسی قصبہ سے نکالا کرتے تھے۔ اور اس کی ایک کاپی مدرسہ کے تذ بھی التزاماً گیا کرتے۔ سنہ ۱۲۹۴ھ کی روداد میں ان دونوں (اودھ اخبار اور سفیر بوڈھانہ) کا ذکر کرتے ہوئے جن الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا ہے، جی چاہتا ہے کہ ان کو نقل کر دیا جائے۔

"شکریہ مہتمان اخبار و مطابع" کا عنوان قائم کر کے عمومی شکریہ کے بعد اسی روداد میں ہے کہ،

"جناب منشی نول کشور صاحب مالک اودھ اخبار لکھنؤ" اور جناب راؤ امر سنگھ مالک اخبار سفیر بڈھانہ" کا بالخصوص کہ باوجود دونوں صاحب اہل ہنود سے ہیں۔ مگر آفریں، صد ہزار آفریں ان کی سخاوت اور عنایت پر، کہ اپنے اپنے اخبارات گراں بہا اس مدرسہ کو مفت عنایت فرماتے ہیں، جملہ ارباب شوریٰ مدرسہ ہذا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں"

اور بات اسی پر ختم نہیں ہو گئی، آگے کے الفاظ پڑھئے،

"اور سب صاحبوں کے حق میں اور ان کے اخبارات کے حق میں دعا خیر کرتے ہیں، کہ خداوند تعالیٰ ان کے اخبارات اور کارخانجات کو دم بدم ترقی عطا فرمائے"

اور آخر میں یہ کہ

"ان کی قوت اور آزادی کو قائم رکھے" ص ۶۳ روداد ۱۲۹۴ھ

مدرسہ دیوبند کی پہلی مجلس شوریٰ جس کے جز و کل در حقیقت سیدنا الامام الکبیر رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے، اسی مجلس شوریٰ کے "جملہ ارباب شوریٰ" کی طرف سے شکریہ اور دعاء خیر کے ان الفاظ میں غور کیجئے اور سوچئے، کہ حکومت متغلبہ و متسلطہ کی بڑی سی بڑی امدادی پیشکشوں کو اپنی پوری تاریخ میں جس مدرسے نے کبھی آنکھ نہیں لگائی، اسی کا طرز عمل اسی ملک کے دوسرے ہم وطنوں کے ساتھ کیا تھا، اور کس قسم کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مٹھن بھائی کے سلسلہ میں یاد آگیا، اسی اودھ اخبار کا ذکر غالب نے بھی اپنے خطوط (مندرجہ اردوئے معلّٰی) میں کیا ہے، کہ اس کو بھی منشی جی ہدیۃً یہ اخبار دیتے ہیں، لیکن محصول ڈاک ٹکٹوں کی شکل میں بیچارے غالب کو خود بھیجنے پڑتے تھے۔

تعلق کو وہ ان کے ساتھ قائم رکھنا چاہتا تھا۔

عہد قاسمی کی ان ہی قدیم روداووں میں "دستور العمل چندہ" و "ذکر آئین چندہ" کا عنوان قائم کر کے پہلی دفعہ اسی دستور اور آئین کی بابت الفاظ اس زمانہ کی ہر روداد میں جو ملتی ہے یعنی

"چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں، اور نہ خصوصیت مذہب وملت"

اسی کے ساتھ ان ہی روداووں میں چندہ دینے والوں کی فہرست میں دیکھ لیجئے اسلامی ناموں کے پہلو بہ پہلو، منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، سیوا رام سوار وغیرہ اسماء بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں سرسری نظر ڈال کر مثلاً چند نام جو سامنے آگئے، وہ چن لئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ دیوبند مسلمانوں کا خالص دینی مدرسہ تھا، اس مدرسہ کی امداد میں کسی ملت و مذہب کی خصوصیت کو قطعی طور پر ختم کر کے مسلمانوں کے سوا ملک کے دوسرے مذہبی اقوام و طبقات کے لئے دروازہ کو کھلے رکھنے کی پہلے ہمت ہی کیسے کی گئی، اور کسی مصلحت سے لکھنے کو اگر یہ لکھ بھی دیا جاتا تھا، تو عملاً غیر مسلم اقوام کی امداد اس دینی کام میں قبول ہی کیسے کی گئی، اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہوتا ہے، کہ لینے والے لینے پر کسی وجہ سے آمادہ بھی ہو گئے تھے، تو یہ جانتے ہوئے کہ دیوبند کے مدرسہ میں مسلمانوں کے خالص دینی علوم پڑھے پڑھائے جاتے ہیں، غیر اسلامی دائرے کے افراد کی طرف سے امدادی رقوم کیسے پیش ہو رہی تھیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں جیسا کہ چاہئے تھا، زیادہ اور بہت زیادہ تعداد مسلمانوں ہی کی تھی، مسلمانوں ہی کا یہ مدرسہ تھا، وہ اس کی امداد نہ کرتے، تو اور کون کرتا، لیکن بایں ہمہ جو مسلمان نہ تھے، وہ اس مدرسہ کی مدد کیوں کرتے تھے، مزید حیرت اس پر ہوتی ہے، کہ ان غیر مسلم افراد کے ان چندوں کی نوعیت وقتی چندے کی نظر نہیں آتی، بلکہ دوامی چندہ دینے والوں کی فہرست میں ان ہی اکثر ناموں کو ہم پاتے ہیں۔ میرے لئے یہ سارے سوالات آج معمہ بنے ہوئے ہیں۔ کیا ہے۔ کل کیا تھا! آج کی تاریخ کل کی تاریخ سے کیوں بدل گئی کیسے بدل گئی اور کس حد تک بدل گئی!

خود ان باتوں کو سوچتا ہے، اور سوچ کر دم بخود ہو جاتا ہے۔ اف!

سکین کے بعد کتاب کا بقیہ حصہ ملاحظہ کیجئے

اگر پنجاب کے بعض پیر صاحبان حاکم وقت عیسائی مشرک کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کریں تو مجرم۔ اور اگر دارالعلوم کے صدر صاحب حاکم وقت راجندر پرشاد کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کریں تو کیوں مجرم نہیں؟ (ماھوجوابکم فھو جوابنا)

جید علماء دیوبند کا گورنر یوپی (انگریز) کی خدمت میں

سپاس نامہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام جعفر یونیورسٹی آف بلوچستان اپنے مضمون ''مولانا عبیداللہ سندھی'' میں دارالعلوم دیوبند کے متعلق لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام اور انگریزی سرکار کے درمیان دوستانہ تعلقات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ گورنر یوپی کو دارالعلوم میں مدعو کیا گیا اور اس کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ جس پر حکومت وقت کا شکریہ ادا کیا گیا کہ حکومت نے حافظ محمد احمد کو شمس العلماء کا خطاب عطا فرما کر علماء کی عزت افزائی فرمائی۔ سپاس نامہ کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

''یور آنر کی خدمت میں ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی خدمت میں مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم[1] (دیوبند) کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علماء کی عزت افزائی اور شاہی عطایا کی روایت کا نمونہ ہے اور اپنے پرخلوص قلبی جذباتِ تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ حکومت کے عمل سے یہی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ انہی مسلمان لیڈروں اور راہنماؤں کی عزت کرتی ہے جو اس کے اہل ہیں بلکہ آزادی کے دعویداروں کے اس سوال کا جواب بھی فراہم ہو جاتا ہے کہ اعزازات واقعی اہل لوگوں کو دیئے جاتے ہیں یہ درست ہے اور حقیقت کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مادی اور دنیاوی مفادات حاصل

[1] مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم کے فرزند۔

کرنے کیلئے کوشاں رہنا نہ تو ہمارا فطری رجحان ہے اور نہ ہمارے دینی فرائض کا حصہ، لیکن خدا کی مرضی کے مطابق ہمارے موجودہ حکمران اگر ہمیں کوئی اعزاز دیں تو ہم اسے کیوں نہ قبول کریں اور شایان شان طور پر ان کی ستائش کیوں نہ کریں اگر ہم ایسا کریں (یعنی اعزاز کی قدر اور اس پر شکرگزاری کا اظہار نہ کریں...... تو خدا معاف کرے گویا ہم ممنونیت اور شکرگزاری کے اس فرض سے روگردانی کریں گے جس کی ہمارے پاک مذہب نے ہمیں تعلیم دی ہے اس سے غفلت برت کر ہم حکومت کی نظر میں خدا اور رسول کے آگے اور تمام اخلاقی اصولوں کے آگے ذلیل و خوار ہوں گے۔

یور آنر! اگرچہ آج ہم ایک خاص ''احسان وعنایت'' کا شکریہ ادا کرنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں، جو صرف منیجر (مہتمم) صاحب ہی پر نہیں بلکہ ہمارے پورے طبقہ پر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ہمارے پیش نظر دارالعلوم کیلئے آپ کی نوازشیں بھی ہیں۔ جن کا حال منیجر صاحب وقتاً فوقتاً بتلاتے رہتے ہیں، اسی نظر کرم کی وجہ سے مسلم پبلک کا دارالعلوم پر اعتماد بحال ہوگا اور اس سے ہماری اس پالیسی کو تقویت ملے گی جسکی تعریف یورپ کے بڑے بڑے آفیسر کرتے رہے ہیں...... ہمارا ایک اور صرف مقصد ہے اور وہ ہے مذہبی آزادی کا تحفظ اور صرف مذہبی آزادی کا تحفظ! اس سے ہٹ کر کسی سیاسی تحریک کو مسترد کرنا یا قبول کرنا ہمارے قائم اور ناقابل تبدیل نظریئے کے باہر ہے۔

(اسکے بعد پروفیسر صاحب لکھتے ہیں) سپاس نامہ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اربابِ دارالعلوم (دیوبند) کے حکومت برطانیہ سے دوستانہ تعلق استوار ہو چکے تھے۔

(ڈاکٹر غلام جعفر، مضمون مولانا عبیداللہ سندھی، سہ ماہی مجلہ المعارف لاہور، جلد ۲۹ شمارہ جمادی الاول تا رجب ۱۴۱۷ھ/جولائی تا ستمبر ۱۹۹۶ء، صفحہ نمبر ۱۷، ۲۰، ۲۷، ۳۰ بحوالہ ابوسلمان، شاہ جہانپوری، مولانا عبیداللہ سندھی کا دارالعلوم دیوبند سے اخراج رسالہ ''الولی'' حیدر آباد سندھ جلد ۱۵، شمارہ ۲، ۳/ ۱۹۹۱ء، ص ۳۲، ۳۰)

الزام: ''مرتبین انصاف'' نے درج ذیل عنوان کے تحت چند عبارتیں تحریر کی ہیں:

''رضاخانی توحید''

عبارت نمبر۱: اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں۔ اللہ اور پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہان ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

(الامن والعلی صفحہ نمبر ۱۵۱) (انصاف صفحہ نمبر ۳۵)

الجواب: ''مرتبین انصاف'' نے ''الامن والعلی'' سے عبارت نقل کرتے وقت خیانت کی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ آسمان وزمین کا خالق ہونا اپنی قدرت سے، تمام اولین وآخرین کا رازق ہونا خدا کی شانیں ہیں کیا اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ ورسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ ورسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذات قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا (یعنی ہوگا) یہاں عبارت میں لفظ ''نہ'' استفہام انکاری کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

اللہ سے ڈرو! کل بروز محشر خدا کو کیا جواب دو گے، مسلمانوں کو دھوکا دینا گناہِ عظیم ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من غش فلیس منا''۔ (الجامع الصغیر صفحہ نمبر ۱۷۵ جلد ۲ عربی)

ترجمہ: ''جو کسی مسلمان کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں''۔

یعنی وہ ہمارے طریقے پر نہیں بلکہ صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے۔

عبارت نمبر۲: بے شک میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ (الامن والعلی صفحہ نمبر ۸۵)

جاہلانہ تبصرہ: گویا اللہ تعالیٰ مشورہ کا محتاج ہے[1]۔ (انصاف صفحہ نمبر ۳۵)

الجواب: یہ ایک طویل حدیث نبویہ کا ایک ٹکڑا ہے جس کو ''مرتبین انصاف'' نے حسب عادت سیاق وسباق چھوڑ کر نقل کیا ہے۔ مکمل حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

[1] تھانوی جی کی سنیئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے حالات میں لکھتے ہیں اللہ کے نزدیک صاحب عزت تھے ...... مالک دو جہاں مشورہ کریں کہ اگر کہو تو سب کو ڈبو دوں۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ نمبر ۲۳ جلد ۵ طبع ملتان) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

نے فرمایا:

بے شک میرے رب کریم نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا، اے میرے رب جو کچھ تو چاہے وہی کر، وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ طلب کیا میں نے وہی جواب دیا، اس نے تیسری بار مجھ سے مشورہ لیا، میں نے پھر وہی جواب دیا۔ میرے رب کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک میں تیری امت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب امتوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنت ہوں گے ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے رب نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دُعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اور مانگ تجھ کو دیا جائے گا۔ میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا کہ کیا میرا رب میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کی کہ حضور اسی لئے تو رب تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ مانگیں آپ کو عطا فرمایا جائے۔ الخ (۱)...... (مسند امام احمد صفحہ نمبر ۳۹۳ جلد ۵ طبع المکتب الاسلامی بیروت)

(۲)...... (کنز العمال صفحہ ۴۳۸ جلد ۱۱ موسسۃ الرسالہ بیروت)

(۳)...... (خصائص الکبریٰ صفحہ نمبر ۲۱۰ جلد ۲ طبع گجرات ہند)

● اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشورہ طلب کرنا اور اس کا مفہوم

ہمارا آپس میں مشورہ کرنا تو احتیاج وعاجزی کی بنا پر ہوتا ہے نیز غلطی کے احتمال کو دور کرنے کیلئے ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مشورہ طلب کرنا احتیاج وعاجزی اور ازالہ احتمال غلطی کیلئے قطعاً نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں غنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے مشورہ سے غنی ہونا تو ظاہر ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے ساتھ

مشورہ فرمانے سے اس لئے غنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آسمان سے وحی الٰہی آتی ہے نیز یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات سے زیادہ علم اور عقل والے ہیں۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز مشورہ کے محتاج نہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "وشاورہم فی الامر" فرما کر مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کریم کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے غلاموں سے مشورہ طلب فرمایا صرف اس لئے کہ انہیں مشورہ کی تعلیم دیں اور مشورہ کو ان کیلئے رحمت بنائیں اور انہیں استخراج رائے صحیح میں اجتہاد کی رغبت دلائیں اور ان سے مشورہ لے کر ان کی شان بڑھائیں اور ان کے دلوں کو خوش کریں۔

- صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی آیت کریمہ "وشاورہم فی الامر" کے تحت اسی مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابن عدی اور شعب الایمان میں بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب آیت کریمہ "وشاورہم فی الامر" نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! خبردار ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول دونوں مشورہ سے غنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میری امت کیلئے رحمت بنایا ہے۔ (تفسیر روح المعانی صفحہ نمبر ۱۰۷ جلد ۴)

- صاحب تفسیر ابن جریر فرماتے ہیں: حضرت ربیع سے روایت ہے "وشاورہم فی الامر" نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ طلب امور میں حضور کے صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آسمانی آتی تھی صرف ان کے دلوں کو خوش کرنے کی خاطر۔

اسی مقام پر تفسیر ابن جریر میں ایک اور حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں "وان کنت عنہم غنیا" اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنے صحابہ کی تالیف کیلئے ان سے مشورہ طلب کر لیا کریں اگرچہ آپ ان سے غنی ہیں۔ (تفسیر ابن جریر پارہ نمبر ۴)

- صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں: اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان سے مشورہ فرمائیں اس لئے نہیں کہ آپ ان کے محتاج ہیں۔ لیکن آپ ان سے مشورہ فرمائیں گے تو آپ کے غلاموں میں سے ہر شخص وجہ اصلح کے استخراج کی کوشش کرے گا۔ (تفسیر کبیر پارہ نمبر ۴)

- صاحب تفسیر نیشاپوری لکھتے ہیں: باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ علم اور عقل والے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ کا حکم فرمایا۔ علماء نے اس کے کئی فوائد ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان سے مشورہ فرمانا ان کی علو شان، رفعت، قدر و منزلت اور ان کے اخلاص و محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تخلیق آدم سے قبل فرشتوں سے مشورہ طلب کرنا

تفسیر مدارک میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے مشورہ کر کے) اپنے بندوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ وہ اپنے کام کرنے سے پہلے مشورہ کر لیا کریں اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور اسکی حکمت بالغہ مشورہ سے غنی ہے (تفسیر مدارک جلد اول)

عبارت نمبر ۳: ہم سب رسول کے بندے ہیں۔

(شرح استمداد صفحہ نمبر ۵۷)(انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: بندہ کے معنی غلام کے بھی ہیں۔

علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قل یاعباد الذین الخ" (سورہ الزمر آیت نمبر ۱۰)۔ مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (ترجمہ) مولوی اشرف علی تھانوی: "قل یا عبادی الذین الآیۃ" (سورہ الزمر آیت نمبر ۵۳) آپ کہہ دو کہ میرے بندو۔ (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۱۳۵)

عبارت نمبر ۴: جبرائیل نے مریم کو بیٹا دیا۔

(شرح استمداد صفحہ نمبر ۶۸)(انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاماً زکیا"۔

(سورہ مریم آیت ۱۹)

ترجمہ: "(جبرائیل نے) کہا (اے مریم) اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تمہیں پاک بیٹا دوں"۔ (البیان)

- علامہ راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یہاں فرشتے کا لڑکا بخشنے کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا محض سبب ہونے کی بنا پر ہے اور در حقیقت بخشنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ایک قرأت میں لیھب بھی ہے جو اللہ کی طرف منسوب ہے تو یہ نسبت حقیقی ہوگی اور پہلی یعنی فرشتے کی طرف مجازی"۔ [1] (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۱۴۴ مطبوعہ لاہور)

مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ مولوی اسماعیل دہلوی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجازی طور پر کسی کو رسول بخش، احمد بخش وغیرہ کہنا نام رکھنا جائز ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہے اور مولوی اسماعیل دہلوی کا اس کو شرک سے تعبیر کرنا سراسر جہالت ہے۔

عبارت نمبر ۵: رسول اللہ کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے جب ہی وہ خدا کی طرح مختار کل اور نائب کل۔ (الامن والعلی صفحہ نمبر ۵۱)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: "الامن والعلی" میں عبارت نمبر ۵ کا نام و نشان نہیں۔

"مرتبین انصاف" نے اپنی طرف سے من گھڑت عبارت بنا کر "الامن والعلی" کا حوالہ دیا ہے۔ (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

---

[1] مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں: یعنی گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو میں آدمی نہیں تیرے اس رب کا (جسکی تو پناہ ڈھونڈتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ صاف ستھرا اور مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں الخ (تفسیر عثمانی صفحہ نمبر ۴۰۰ حاشیہ نمبر ۱۱، طبع لاہور)۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

بلکہ اصل عبارت اشعۃ اللمعات کے ۳۱۵ جلد ۴ پر از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح موجود ہے۔ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است کہ کند وے دہد ہر چہ خواہد باذن وے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں (چونکہ ماذون من اللہ ہیں)۔

یاد رکھیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے اختیارات عطا فرمائے ہیں وہ حادث اور متناہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے تحت کائنات میں تصرف فرماتے ہیں۔

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے۔ اور صاحب حضوری تھے۔

(الافاضات الیومیہ صفحہ نمبر ۱۰۸ جلد ۹ طبع ملتان)

- شارح بخاری سید غلام علی بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) لکھتے ہیں: موصوف (یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے علوم کی اشاعت کی اور حدیث کی بالخصوص ایسی خدمت کی ہے کہ ان کی طرح متقدمین و متاخرین میں سے کسی نے بھی بلاد ہند میں نہیں کی۔ (المرجان فی آثار ہندوستان صفحہ نمبر ۵۲ طبع ممبئی ۱۳۰۳ھ)

قارئین کرام! اگر یہ عقیدہ غلط ہے تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بارگاہِ نبوی میں یہ مقام کیسے حاصل ہو گیا۔ معلوم ہوا یہ عقیدہ بالکل صحیح اور قرب الٰہی و قرب رسول کا ذریعہ ہے اس عقیدہ کو گمراہی سے تعبیر کرنے والے خود ضال و مضل ہیں۔

عبارت نمبر۶: رضاخانی توحید میں اللہ تعالیٰ کے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر ہونے کا انکار۔

- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، تحت قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ نمبر ۵۹)
- لکھتے ہیں: الوہیت عطا کرنا بھی اگر زیر قدرت ہوتا تو وہ بھی عطا فرما دیتے

الجواب:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

جو مملکت ومخلوقات احاطہ ربوبیت الٰہیہ میں داخل ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں پس کوئی حصہ مخلوقات آپ کی دعوت سے خارج نہیں ہوگا۔ جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اولیت ثانی یا ثالث ہونا محال ہے ویسا ہی بحیثیت عموم دعوت مذکورہ واولیت خلق وختم نبوت وافضلیت متعلقہ وخلافت کبریٰ و اولیت فی الشفاعۃ وفی دخول الجنۃ واصالت فی کل فضل ووساطت فی کل نعمۃ وغیرہما صفات کثیرہ ناممکن الاشتراک کے آپ کی نظیر محال وممتنع ہے۔

(عقائد اہل سنت صفحہ نمبر ۳۸، ۳۹ مطبوعہ انڈیا)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”ماکان محمد اباا حد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین“۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

ترجمہ: ”نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر“۔ (البیان)

تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے خاتم ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا کامل و اکمل وائل حکم ہے، وہ اپنے اس حکم کے خلاف ہرگز نہیں کرتا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا نظیر پیدا ہونا محال ہے اور محال تحت قدرت نہیں۔

- ملا علی قاری حنفی (م۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”انہ لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ و عند المعتزلۃ انہ یقدر ولا یفعل“۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ نمبر ۱۳۸، طبع کراچی)

ترجمہ: ”یعنی اللہ تعالیٰ کو ظلم پر قادر ہونا نہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے اور یہ کہ محال تحت قدرت نہیں، لیکن معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ قادر ہے کرتا نہیں“۔

- عقائد حافظیہ میں ہے کہ موصوف نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ساتھ قدرت کے ظلم، بے وقوفی اور جھوٹ پر، اس واسطے کہ مقرر یہ چیزیں محال ہیں اور محال نہیں ہے داخل تحت قدرت کے۔ پس یہ چیزیں نہیں ہیں داخل تحت قدرت کے اور جو چیز نہیں داخل تحت قدرت کے نہ موصوف ہوگا اللہ تعالیٰ ساتھ اس کے۔
- شرح عقائد جلالیہ میں ہے اور وعدہ اللہ تعالیٰ کا خلاف نہیں مانند قول اللہ تعالیٰ کے:

ان اللہ لا یخلف المیعاد ”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا وعدہ کے“۔

پس اگر ہوتا ارادہ ازل میں نبی دوسرے کا نہ فرماتا اللہ تعالیٰ مطلقاً خاتم الانبیاء بلکہ کفایت کرتا قول اپنے پر ”محمد رسول اللہ“ فقط اور جو کہ اس کے ازل میں نبی ہیں وہ خارج ہے تحت قدرت کے۔ (ہدیۃ الحرمین صفحہ نمبر ۳۲ مطبوعہ انڈیا)

لہٰذا امام احمد رضا بریلوی کی زیر بحث عبارت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی کرنا اور یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ مختار نہیں، سراسر بہتانِ عظیم ہے۔

اسی طرح الوہیت محال ہے اور محال زیر قدرت نہیں ہوتا، اس سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا۔

نیز امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اگر الوہیت زیر قدرت ہوتی تو یہ مقام بھی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیتا چونکہ الوہیت زیر قدرت نہیں اس لئے الوہیت فقط اور فقط اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے۔

عبارت نمبر ۷: ''مسئلہ'' کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ کی بھی؟

الجواب: سورہ فاتحہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مدح ہے۔

(احکام شریعت صفحہ نمبر ۹۲ جلد ۲) (انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

نمبر ۱...... مسئلہ کی عبارت میں ''یا رسول اللہ کی کے آگے لفظ بھی موجود ہے جس کو ''مرتبین انصاف'' شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے، جس سے مفہوم میں تبدیلی آجاتی ہے۔

نمبر ۲...... ''مرتبین انصاف'' نے احکام شریعت کی مکمل عبارت نقل نہیں کی جو کہ ان کی خیانت پر بین دلیل ہے۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ فاتحہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح مدح ہے۔ ''الصراط المستقیم ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ ''انعمت علیہم'' کے چاروں فرقوں کے سرور انبیاء ہیں اور انبیاء کے سردار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی ہے جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے جس میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔

(احکام شریعت صفحہ نمبر ۷۵ حصہ دوم)

سورہ فاتحہ کے متعلق تو آپ نے وضاحت کر دی ہے۔ مگر سورہ اخلاص کو شیخ عبدالوہاب بخاری (م ۹۳۲ھ) کی تفسیر پر قیاس کیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: غالباً آپ نے یہ تفسیر جذبہ حال اور غلبہ استغراق کے وقت کی ہوگی۔

(اخبار الاخیار صفحہ نمبر ۳۵۴ تا ۳۵۵ (اردو) مطبوعہ کراچی)

نیز صوفیاء کی غلبہ حال و استغراق کی باتیں دین میں حجت نہیں ہیں [1] مگر ان پر طعن کرنا بھی درست نہیں۔ نیز سورۃ اخلاص کی ابتداء میں لفظ قل ہے جس کے

[1] حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: عمل صوفی کا حل و حرمت میں حجت نہیں ہے۔
(مکتوبات جلد اول)

مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس وجہ سے بعض علماء نے اس سورۃ کو بھی نعت کہا ہے۔

عبارت نمبر ۸: ''مرتبین انصاف'' درج عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''حاضر ناظر ہونا اولیاء کے اختیار میں ہے''

عرض: حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات حصہ اول صفحہ نمبر ۱۱۰)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: اگر اللہ تعالیٰ کے نیک اور پسندیدہ بندہ سے خارق عادت باتیں صادر ہوں تو یہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں اور اگر یہ خوارق مردود الطاعۃ کافر مشرک سے صادر ہوں تو انہیں استدراج کہا جاتا ہے۔ کرامت کی بہت سی اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم ولی اللہ کا ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر حاضر ہونا ہے۔

- حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مکتوب نمبر ۵۸، جلد دوم صفحہ نمبر ۱۱۵)

- امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آن میں متعدد جگہوں میں مقبولان الٰہی کو موجود ہونے پر واقعہ معراج سے استدلال کیا ہے اور پھر سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک جمعہ ایک ہی آن میں پچاس جگہ پڑھایا اور اس کے علاوہ بزرگان دین کے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ (درالغواص صفحہ نمبر ۱۶۳، ۱۶۶)

- مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

محمد الحضرمی مجذوب، چلانے والے عجیب و غریب حالات و کرامات و مناقب والے تھے...... آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھایا۔

(جمال الاولیاء صفحہ نمبر ۱۸۸ مطبوعہ لاہور)

عبارت نمبر۹: ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کافر بھی حاضر ناظر''

کرشن کنہیا، کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ پھر ولی کیوں اتنی جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔ (ملفوظات حصہ اول صفحہ نمبر ۱۱۵، ۱۱۶)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۷)

الجواب: سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی (م ۱۰۱۷ھ) اپنی تصنیف سبع سنابل میں لکھتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری قدس سرہ کے پاس ماہ ربیع الاول میں بتقریب میلاد مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس جگہ سے استدعا آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں۔ آپ نے ہر جگہ کا بلاوا قبول کر لیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اے مخدوم آپ نے دسیوں جگہ کا بلاوا قبول کر لیا اور دسیوں جگہ ظہر کے بعد جانا ہے یہ کیسے ہوگا، فرمایا کہ کرشن چندر تو کافر تھا (بطور استدراج) اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا پھر اگر ابو الفتح (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہو کر بطور کرامت) دس جگہ موجود ہو جائے تو حیرت کی کیا بات ہے۔ الخ (سبع سنابل صفحہ نمبر ۳۴۴، ۳۴۵)

مرتبین کو چاہیئے کہ مولانا احمد رضا بریلوی کی بجائے سیدنا عبد الواحد بلگرامی اور مخدوم شیخ ابو الفتح پر طعن و تشنیع کریں، مولانا احمد رضا خان تو ایک ناقل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عبارت نمبر۱۰: ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت طنزاً لکھتے ہیں:

''مرید کے جماع کے وقت پیر پاس ہوتا ہے''

انہی سیدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی فرمایا سوتی نہ تھی۔ سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا، جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا، عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۷)

الجواب نمبر۱: فریق مخالف کے جید عالم مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اس کے تحت لکھتے ہیں: ''چونکہ ان واقعات میں کشف ہی نہیں ہوتا بلکہ ارشاد و اصلاح ہے ان مخفیات کی جن پر نہ کوئی مطلع ہوتا ہے نہ اس کے متعلق شرعی حکم یا نور و ظلمت کا سوال کیا جاتا ہے اس لئے چند قصے بیان کر دیئے ان کو گندا سمجھ کر اعتراض نہ کرنا''۔ ۱؎

(اردو ترجمہ ابریز از مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صفحہ نمبر ۴۶ طبع کراچی)

- مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں: قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء امام ہمام علامہ احمد بن مبارک سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابریز اردو ترجمہ صفحہ نمبر ۳)
- غوث زماں سید عبد العزیز دباغ قدس سرہ اللہ۔ (ابریز اردو ترجمہ صفحہ نمبر ۳)

خدارا! ہماری نہیں...... اپنے بڑوں کی مانو...... تعصب اور ضد کو چھوڑو...... راہ حق تلاش کرو...... اولیاء کرام کے حق میں بدگمانی کا انجام برا ہے......!

- امام ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ بندہ جب خدا سے روگردانی کا خوگر ہو جائے تو اولیاء اللہ کی بدگوئی اس کی مونس ہو جاتی ہے۔

(طبقات الکبریٰ علامہ شعرانی صفحہ نمبر ۲۳ اردو)

- شیخ الاسلام حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اولیاء اللہ) سے خوش اعتقادی سعادت اور بد اعتقادی شقاوت ہے۔

(طبقات الکبریٰ علامہ شعرانی صفحہ نمبر ۲۳ اردو)

الجواب نمبر۲: ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے ناقل ہیں اور ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھا دے۔ چنانچہ یہ واقعہ علامہ احمد (م ۱۱۵۶ھ) بن مبارک نے ''الابریز'' میں نقل کیا ہے۔ نیز آپ نے کشف کے وقت کراماً کاتبین کی طرح اپنا رخ موڑ لیا ہوگا۔

عبارت نمبر۱۱: ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

(وہابی) ''کیا جماع کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں''۔

۱؎ الابریز صفحہ نمبر ۴۷، ۴۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۲۰۰۶ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

(محمد عمر) ضرور جب نطفہ شرم گاہ میں گر رہا ہوتا ہے اسے بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔ (مقیاس حنفیت صفحہ نمبر ۲۸۲)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۸)

الجواب نمبر ۱: ''مرتبین انصاف'' نے مقیاس حنفیت کی عبارت نقل کرتے وقت خیانت سے کام لیا ہے۔

قارئین کرام! اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں یہ علیحدہ امر ہے کہ آپ مثل کراماً کاتبین ایسے واقعات سے اپنی نظر کو محفوظ فرمائیں''۔ (مقیاس حنفیت صفحہ نمبر ۲۸۲)

الجواب نمبر ۲: مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل حدیث مسلم شریف کی نقل کی ہے: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا تو ابو طلحہ (گھر سے) نکلے تو لڑکا فوت ہو گیا پھر جب ابو طلحہ واپس ہوئے تو فرمایا میرے لڑکے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے عرض کی کہ پہلے سے آرام ہے۔ تو ام سلیم نے عشاء کا کھانا چنا تو حضرت ابو طلحہ نے کھانا کھایا۔ پھر حضرت ابو طلحہ نے ام سلیم سے ہم بستری کی پھر جب فارغ ہوئے ام سلیم نے لڑکے کے ملاحظہ فرمانے کیلئے عرض کیا وہ فوت ہو چکا تھا انہوں نے دفن فرمایا جب صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو لڑکے کی فوتیدگی کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے رات کو جماع کیا ابو طلحہ نے عرض کی جی ہاں آپ نے دعا فرمائی (ایسے صابرین و شاکرین کو) یا اللہ برکت دے تو (آپ کی دعا سے) ام سلیم کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے ابو طلحہ نے فرمایا اس بچے کو اٹھا لو حتیٰ کہ تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لا اور بھیجیں اس نے بچے کے ساتھ کھجوریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو قبول فرمایا (مسلم صفحہ نمبر ۲۰۹ جلد ۲) اس کے بعد مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت ابو طلحہ نے بچے کے فوت ہونے کی آپ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے جماع کیا ہے آپکے ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں یہ علیحدہ امر ہے کہ آپ مثل کراماً کاتبین ایسے واقعات سے اپنی نظر کو محفوظ فرمائیں (مقیاس حنفیت صفحہ نمبر ۲۸۲)

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو رکھ دیا ہے۔ پس اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسا اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو''۔

(مجمع الزوائد صفحہ نمبر ۲۸۷ جلد ۸ طبع بیروت)

الجواب نمبر ۳: مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی کے دادا پیر حافظ محمد صدیق

کا کشف ''مرتبین انصاف'' کیلئے لمحہ فکریہ

حافظ صاحب کا ایک مرید عرض کرتا ہے کہ ابتدائی ایام جہالت میں مجھے زنا کاری کی عادت تھی بعد میں حضرت والا سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے شریعت و سنت کی تلقین فرمائی اور میں اپنے قصبہ میں آکر ورود وظائف میں مشغول ہو گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک روز پرانے محبوب نے مجھے پیغام بھیجا کہ مدت گزر گئی ہے تمہارا دیدار نہیں ہوا میرا دل سخت بے قرار ہے اور مضطرب ہے، مجھے ایک لمحے کیلئے بھی آرام و سکون حاصل نہیں۔ میں ہر وقت تیرا راستہ تک رہی ہوں مہربانی فرما کر فلاں روز چاشت کے وقت فلاں نالے کے اندر فلاں جگہ آکر مجھے ملو۔ فقیر مذکور کا بیان ہے کہ جونہی مجھے یہ پیغام ملا۔ میری رگوں میں خون دوڑنے لگا نفسانی خیال مجھے گدگدانے لگا اور میں نے شیطان کے ہاتھوں مجبور ہو کر وقت ملاقات کا وعدہ دے دیا۔ وقت مقررہ پر اس جگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ فریقین کے وکیل نے اسے بھی میری طرح وہاں پہنچا دیا جب ہم دونوں باہم قریب ہوئے ایک دوسرے کو ملنے اور چومنے چاٹنے کی شکل میں مصروف ہوئے کہ اچانک ایک پتھر کا ڈھیلا اس زور سے میری پیٹھ پر آن لگا کہ میں بلبلا اٹھا ہم دونوں اس واقع سے انتہائی خوف زدہ ہو گئے اور ڈر کر ایک دوسرے سے دور بھاگ کھڑے ہوئے میں نالے کے کنارے پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا کہ دوپہر کا وقت ہے کچھ ہاڑ کا گرم موسم ہے اس جگہ پر کسی کے آنے کے

بھی امکانات نہیں ہیں آخر یہ قصہ کیا ہے؟ شیطان نے ہمیں پھر اکٹھا کر دیا۔ دوسری دفعہ پھر پتھر کے ڈھیلے کی آواز آئی۔ الغرض تین دفعہ یہی معاملہ پیش آیا پھر میرے دل میں خیال آیا کہ پتھر میرے مرشد کی طرف سے آئے ہیں۔ اور وہ مجھے اس فعل سے بچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں فوراً وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا...... کافی عرصہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ادباً پاؤں پر ہاتھ رکھے تو آپ نے میرا ہاتھ کھینچتے ہوئے فرمایا: دُور ہو کتے۔ الخ

(جام عرفان، ملفوظات حافظ محمد صدیق صفحہ نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۵ طبع لاہور)

(ما هو جوبكم فهو جوابنا)

<u>عبارت نمبر ۱۲:</u> اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا بے دینی ہے۔ حاضر ناظر ہونا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شان ہے۔ (جاء الحق صفحہ نمبر ۱۴۲)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۸)

<u>الجواب نمبر ۱:</u> ہر جگہ حاضر ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں خدا تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ کتب عقائد میں ہے "لا يجرى عليه زمان ولا يشتمل عليه مكان" خدا تعالیٰ پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے...... اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے مگر بغیر جگہ کے، اسی لئے "ثم استوىٰ على العرش" کو متشابہات سے مانا گیا ہے۔ اور "بكل شئى عليم" وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما وقدرة یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان سے پاک ہے (روحانی طور پر) ہر جگہ حاضر ناظر ہونا تو رسول خدا کی شان ہو سکتی ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے بغرضِ محال تو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صفت عطائی، حادث، مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضہ میں نہیں، اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو رکھ دیا ہے پس میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسا اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔

(مجمع الزوائد صفحہ نمبر ۲۸۷ جلد ۸ مطبوعہ بیروت)

- شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اب رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر و باطن ہونا تو آپ کے انوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۸ جلد اوّل)

- امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شخص واحد ہی شمار نہ کرو اور بشریت کی نگاہ سے ان کی طرف نظر نہ کرو تا کہ اجزائے بشر میں سے ایک جز دیکھو بلکہ ان کی اس صورت پر نظر کرو جو اس وجود سے پہلے تھی تا کہ تمہیں ایک ایسا نور نظر آئے جس نے تمام موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (مجربات غزالی صفحہ نمبر ۲۳۴ مطبوعہ لاہور)

- مولوی عبد المالک صدیقی دیوبندی (مدفن ایک مینار مسجد کالونی نمبر ۱ خانیوال)

اوّلین رحمت جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ظہور میں ظاہر فرمایا وہ ظہور نور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس نور کو صورت علمیہ سے بغیر کسی وسیلہ وذریعہ اور سبب کے صرف اپنے امر وقدرت سے جیسا کہ اس کے کمالات علم الٰہیہ میں تھے۔ فی الخارج ظاہر فرمایا اور یہ تمام کائنات اس نور کے دائرے کے اندر ہی اندر ہے۔ الخ

(مفہومات صادقہ یعنی فیوضات صدیقیہ از افادات مولوی عبد المالک صفحہ نمبر ۵۷)

<u>عبارت نمبر ۱۳:</u> "مرتبین انصاف" درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"یا اللہ کی بجائے یا جنید کی تعلیم" (انصاف صفحہ نمبر ۳۸)

الجواب: <u>ملفوظات کی عبارت</u>

عرض: حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یا اللہ فرمایا اور دریا میں اتر گئے۔ پورا واقعہ یاد نہیں۔

ارشاد: غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ

اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص آیا اسے پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی میں کس طرح آؤں فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا جب بیچ دریا میں پہنچا۔ لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ نمبر ۱۰۴، ۱۰۵ مطبوعہ لاہور)

<u>الجواب نمبر ا:</u> اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمہ اصول کے مطابق ہر علم و فن کا موضوع اس کی غرض و غایت، اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہر علم و فن کا اسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے جو شخص کسی علم و فن کا ماہر نہ ہو اور نہ ہی تجربہ کار، بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر حدیث فقہ عقائد اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا طریقہ اس کی اصطلاحات اور اس کا اسلوب بالکل الگ ہے اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفہ پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری کے بجائے ان باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہے جو صوفیائے کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہیں۔ اور معروف الفاظ و کلمات کے ذریعے ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے

بنیادی مسائل، عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے وہ نہ علم تصوف کا موضوع ہیں اور نہ ہی علمائے امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی ماخذ یا حجت قرار دیا ہے اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علم کلام میں اور عملی احکام و قوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں۔ اور ان ہی علوم کی کتابیں اس معاملے میں معتبر سمجھی جاتی ہیں خود صوفیاء کرام ان معاملات میں انہی کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو اس کیلئے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر میں معلوم ہوتا ہو وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے اس قسم کی عبارتوں کو شطحیات کہا جاتا ہے۔ اس لئے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلہ میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

- <u>علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (م ۱۱۴۳ھ) فرماتے ہیں:</u>

اے بھائیو! پہلی بات تم کو معلوم ہونی چاہیئے کہ مشائخ طریقت کے نزدیک ان کے مفرد و مرکب کسی بھی لفظ کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ وہ خاص لغت میں گفتگو فرماتے ہیں ان کے کلام کو اسی لغت خاص پر محمول کیا جانا چاہیئے خواہ کلام عربی زبان میں ہو یا کسی دوسری زبان میں"۔ (الکلام المنجی صفحہ نمبر ۱۲۲ از مولانا وکیل احمد سکندر پوری)

- <u>امام ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:</u>

اولیاء کرام پر اعتراض کرنے والے لوگ ان کے مصطلح معانی و مطالب سے بالکل جاہل و بے خبر ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کو علم مکاشفات میں رسوخ و مہارت حاصل ہو۔ بلکہ انہوں نے تو ان علوم کی بو تک نہیں سونگھی۔

(فتاویٰ حدیثیہ بحوالہ شواہد الحق از علامہ نبہانی صفحہ نمبر ۶۰۶ مطبوعہ لاہور)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

مشائخ سے جو اقوال وارشادات (غلبہ حال میں) ظاہر ہوئے ہیں ان کا تعلق انہی کے مرتبہ کے ساتھ ہے۔ (دوسروں کے فہم سے بالا ہیں) اور بعض اہل ظواہران اقوال کو شطحیات کہتے ہیں اس لئے کہ ظاہر شریعت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ یہ قول لیس فی الدارین غیر اللہ اور انا الحق اور سبحانی ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ ان کا انکار اور رد جائز نہیں کیونکہ اہل حق اور اہل سنت وجماعت کے اقوال ہیں اور قبول کرنا بھی لازم نہیں کہ وہ معصوم نہیں ممکن ہے کہ ان کو لغزش ہوگئی ہو...... ایسے مشائخ پر انکار کرنے سے بڑی محرومی ہوتی ہے کیونکہ منکر کو کوئی مرتبہ نہیں حاصل ہوتا بجز رسوا اور ذلیل ہونے کے کچھ نہیں ہوتا۔ صاحب عوارف فرماتے ہیں جس نے انکار کیا گمراہ ہوا اور حد سے آگے نکل گیا۔ اور تصدیق کرنے والا اگرچہ (ابھی تک) ان کے درجہ تک نہیں پہنچا۔ (لیکن) امید ہے کہ تصدیق کی وجہ سے ان کی صحبت اور خدمت میں رہ کر بزرگوں کے کمالات حاصل کرے اور اس کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔

(التنبیہ الجلیہ صفحہ نمبر ۳۹، ۵۰ مطبوعہ الہ آباد از مولوی اشرف علی تھانوی)

الجواب نمبر ۲: ملفوظات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارت ابتداء تا انتہا پڑھنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مذکورہ واقعہ کے متعلق آپ سے حوالہ دریافت کیا گیا ہے جس کے جواب میں آپ نے حوالہ اور ساتھ ہی اس واقع کی تفصیل اپنے لفظوں میں ارشاد فرمائی ہے اگر فقط حوالہ بتانے کی وجہ سے مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کے متوسلین (نعوذ باللہ) گمراہ و بے دین ہیں تو علامہ عبدالوہاب شعرانی اور علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی کے متعلق کیا حکم ہے جنہوں نے اس واقعہ کو مسائل تصوف بیان کرتے ہوئے بطور استدلال نقل فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ حضرت جنید بغدادی کا نہیں بلکہ محمد حنفی شاذلی (م ۸۴۷ھ) کا ہے۔ اسی لئے فاضل بریلوی نے بطور احتیاط اپنے جواب سے پیشتر لفظ غالباً استعمال کیا ہے۔ اگر واقعہ مذکورہ نقل کرنے کی بنا پر علامہ عبدالوہاب شعرانی کی قطبیت اور علامہ عبدالغنی

نابلسی کی مسلمانی میں فرق نہیں آتا تو مولانا احمد رضا اور ان کے معتقدین گمراہ کیوں...... خدا سے ڈرو...... کذب بیانی اور دروغگوئی اور بہتان تراشی چھوڑو...... کل بروز محشر خدا کے حضور حاضر ہو کر کیا جواب دو گے۔ [1]

علامہ شعرانی کے متعلق علمائے دیوبند کے تاثرات

مولوی اشرف علی تھانوی

علامہ شعرانی اپنے وقت کے قطب تھے۔

(حاشیہ الدر المنضود حصہ اول صفحہ نمبر ۱۴ طبع تھانہ بھون ۱۳۳۸ھ)

مولانا عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند

علامہ شعرانی سنت کے بڑے پابند تھے ورع و تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے۔ اپنے اوقات کو تصنیف و تالیف، عبادت اور ریاضت، درس و تدریس اور سلوک کی تعلیم میں تقسیم کر رکھا تھا۔ (فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۳۸)

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علمائے اہل سنت کی نظر میں

مولوی فقیر محمد جہلمی علیہ الرحمۃ

[1] علامہ جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں اگر کوئی کہے کہ یا جنید یا جنید کہے تو نہ ڈوبے اور اللہ اللہ کہے تو ڈوب جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو ایسا کہنے والے کو صوبہ بہار اشریف پٹنہ بھیج دیا جائے کہ اسی کے قریب حضرت قمر علی درویش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے وہاں ایک بڑا گول پتھر ہے جس کا وزن نوے کلو بتایا جاتا ہے وہ قمر علی درویش کہنے پر انگلیوں کے معمولی سہارا دینے سے اوپر اٹھتا ہے اور اللہ کہنے سے نہیں اٹھتا میں بذات خود اس کا تجربہ کر چکا ہوں اس میں کیا راز ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فتاویٰ فقیہ ملت صفحہ نمبر ۱ جلد اول طبع لاہور) نیز امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے اس حکایت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض افتراء ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید کہہ (ملخصاً) (فتاویٰ رضویہ جدید صفحہ نمبر ۲۳۶ جلد ۲۶ طبع لاہور) باقی ملفوظات شریف میں اس حکایت کو درج کیا گیا ہے وہ یقیناً الملفوظ کے مرتب کو سہو ہوا ہے اور اعلیٰ حضرت کا اس حکایت کی تردید میں فتویٰ موجود ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر الزام کیسا؟ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی، عالم محقق فاضل مدقق تھے۔ الخ

(حدائق الحنفیہ صفحہ نمبر ۴۵۸ طبع لاہور)

شیخ سید احمد طحطاوی حنفی قدس سرہٗ

قال العارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی۔ (الحاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح)

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ

الشیخ عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی الدمشقی، الحنفی اشہر الاولیاء العارفین من عصرہ الی الان اخذ عن کثیر من ائمۃ العلماء والاولیاء اخذ عنہ کثیر منہم۔

(جامع کرامات اولیاء صفحہ نمبر ۱۹۴ جلد ۲)

- یہ واقعہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

۱۔ کشف النور عن اصحاب القبور صفحہ نمبر ۲۰ مطبوعہ لاہور از عبدالغنی نابلسی حنفی (م ۱۱۴۳ھ)

۲۔ الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ جلد دوم، از علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی۔

۳۔ لواقح الانوار القدسیۃ از علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ (م ۹۷۴ھ)۔

- مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

احترام باطنی یہ ہے کہ شیخ پر کسی بات سے انکار نہ کرے اور ظاہر کی طرح باطن میں بھی قولاً فعلاً سکوناً حرکۃً رعایت رکھے ورنہ منافق ہوجائے گا۔

(امداد السلوک صفحہ نمبر ۱۰۱)

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

شیخ عبدالغفور اعظم پوری کو جب مولانا عبدالقدوس گنگوہی نے خلافت سے نوازا اور اپنے وطن واپس جانے کی اجازت بخشی تو وصیت فرمائی کہ تمہارا کچھ حصہ نعمت باطنی کا ایک سید مجذوب ملامتیہ مشرب کے پاس ہے، قصبہ جتھیادر میں رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جتھیادر میں گئے، سید صاحب کو دیکھا کہ صراحی شراب کی سامنے رکھے بیٹھے ہیں ان کو خیال ہوا کہ یہ شخص خلاف شرع ہے۔ واپس آگئے اور جتھیادر شہر

کی ایک مسجد میں قیلولہ کیا۔ احتلام ہوگیا، مسجد کے کنویں سے پانی نکالا وہ شراب تھا پھر دوسری مسجدوں میں گئے تو یہی حالت پائی۔ مجبور ہو کر ایک ندی کے کنارے گئے لیکن ندی کا پانی بھی شراب تھا۔ خیال ہوا کہ یہ سید صاحب کا تصرف ہے۔ مجبور ہو کر اپنے وسوسہ (شیطانی) سے توبہ کی اور ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے فیض حاصل کیا۔

(تلخیص) (السنۃ الجلیہ صفحہ نمبر ۱۳۲ مطبوعہ الٰہ آباد (انڈیا)

یاد رہے کہ مذکورہ واقعہ میں وسوسہ سے مراد شیطانی وسوسہ ہے کیونکہ وسوسہ شیطانی پر ہی توبہ کی جاتی ہے نہ کہ وسوسہ رحمانی پر۔

عبارت نمبر ۱۴: حضرت کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی (کاٹھیاواڑ)۔ (انصاف صفحہ نمبر ۳۹)

الجواب: حضرت شاہ منور علی (الٰہ آبادی) عبدالقاہر سہروردی کے بھانجے تھے۔ منور علی شاہ ۱۷ ربیع الاول ۵۸۷ھ بروز دوشنبہ بوقت عصر بغداد شریف میں دوبارہ حضرت شاہ دولہ سید کبیر الدین کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ۵۱۹ھ بروز یکشنبہ بعد نماز مغرب سید عبدالقادر جیلانی کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ۲۲ برس وضو کرانے کی خدمت پر مامور رہے۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے حکم سے ۵۴۸ھ میں حضرت کبیر الدین شاہ دولہ کی خدمت میں سرگرم عمل رہے۔ حضرت عبدالقادر گیلانی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد شاہ کبیر الدین نے مجھے الٰہ آباد ہندوستان بھیج دیا۔ اور خود بغداد شریف میں حضرت سیف الدین عبدالوہاب صاحبزادہ کلاں کو صاحب سجادہ کرکے گجرات (انڈیا) تشریف لے آئے۔ (تلخیص) (حقیقت گلزار صابری بحوالہ قطب مدینہ از خلیل احمد رانا ۱۸۳، ۱۸۴)

- پروفیسر شریف کنجاہی لکھتے ہیں:

بعض مؤرخین کو بلدہ گجرات سے دھوکہ ہوا اور انہوں نے اسے گجرات، پنجاب تصور کیا اور حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی (پنجابی) علیہ الرحمۃ کو سید کبیر الدین شاہ دولہ بغدادی گجراتی کاٹھیاواڑی جانا، حالانکہ یہ درست نہیں۔

(حضرت شاہ دولہ دریائی گجرات، حیات و تعلیمات صفحہ نمبر ۱۴۸ طبع لاہور ۱۹۸۵ء)

مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ کو بھی بعض مؤرخین کی طرح سہو ہوا ہے۔

اور انسان نسیان و خطا کا پتلا ہے۔

عبارت نمبر ۱۵: ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''بریلوی اعلیٰ حضرت کا شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں عقیدہ۔

۱۔ جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا یک در گیر محکم گیر۔

(ملفوظات حصہ ۳ صفحہ نمبر ۵۹)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۰)

الجواب ۱: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرو اس وقت تم میرے متعلق بارگاہ ایزدی میں سوال کیا کرو۔ جو کوئی شخص مصائب و آلام میں مجھے پکارتا ہے اسکی مصیبت اور مشکل فوراً دور کر دی جاتی ہے۔ جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے اس کی مشکل حل کر دیتا ہے''۔

(۱)......(خلاصۃ المفاخر صفحہ نمبر ۱۲۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

(۲)......(زبدۃ الآثار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱۱۵ مطبوعہ لاہور ۱۳۱۳ھ)

- داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لیکن جو اولیاء اللہ مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے بارگاہ حق تعالیٰ کے لشکری ہیں وہ تین سو افراد ہیں۔ الخ

(کشف المحجوب صفحہ نمبر ۲۰۶ مطبوعہ لاہور)

نیز فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران ملک اور جہان برگزیدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکمان عالم بنا کر اس کا حل و عقد، بسط و کشاد اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے جہان کیلئے احکام انہیں کے ارادوں پر موقوف فرمائے ہیں۔

(کشف المحجوب صفحہ نمبر ۲۱۷ طبع لاہور)

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

دوسرے (اولیاء اللہ) وہ (ہیں) جنکے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں الخ (کلید مثنوی صفحہ ۲۳۳ جلد اول طبع ملتان)

- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (فرائض ادا کرنے کے بعد) میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں تو جب میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ الخ (رواہ البخاری)

ثابت ہوا کہ جب کوئی بندہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو خدا کا دوست بن جاتا ہے جس کو ولی اللہ کہتے ہیں۔ تو پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کے کان خدائی کان بن جاتے ہیں یعنی اس کی قوت سامعہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ خدا کی قوت سامعہ کا مظہر بن جاتی ہے جس طرح خدا کی سمع قرب و بعد سب جگہ سنتی ہے اسی طرح ولی کی قوت سامعہ قرب و بعد سے برابر سنتی ہے۔ الخ

جب بندہ مصائب و آلام میں ایسے اولیاء اللہ کو پکارتا ہے جن کو یہ مقام حاصل ہے یا جنہوں نے بطور تحدیث نعمت اپنے اس مقام کو بیان فرما دیا ہے جیسا کہ غوث پاک کا آپ ارشاد پڑھ چکے ہیں تو وہ مصیبت زدہ کی پکار سن کر بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت فرما کر پکارنے والے کی مشکل حل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

''لان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ''۔

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات صفحہ نمبر ۱۹۷)

<u>ترجمہ:</u> ''اگر میرا مقبول بندہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کا سوال پورا کروں گا''۔ الخ

الجواب۲: مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی مطبوعہ مرادآباد صفحہ نمبر ۸)

• علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۲۰۵ طبع کراچی)

یارسول کبریا فریاد ہے ...... یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل ...... اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۹۰،۹۱ طبع کراچی)

• مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

یا شفیع العباد خذ بیدی ...... انت فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میرے نبی ...... کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف ...... اے میرے مولیٰ خبر لیجئے میری

(نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۹۴)

(یہ ایاک نستعین پر علمائے دیوبند کا عمل ہے) مؤلف

• حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ محدث سید زروق فاسی کے حالات میں لکھتے ہیں: قصیدہ جیلانیہ (غوث اعظم) کی طرز پر ان کا

ایک قصیدہ ہے جس کے بعض ابیات یہ ہیں۔

ترجمہ: "میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت وادبار سے اس پر حملہ آور ہو"۔

ترجمہ: "اگر تو کسی تنگی بے چینی میں اور وحشت میں ہو تو، یازروق! کہہ کر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا"۔ (بستان المحدثین صفحہ نمبر ۲۰۶ مترجم مطبوعہ کراچی)

(مگر سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اسے ایاک نستعین کے خلاف نہیں فرمایا)

عبارت نمبر۱۶: یاغوث سو دفعہ وظیفہ کرنے سے دنیاوی و اخروی آفات سے نجات ہو۔ (وظیفہ کریمہ)۔ (انصاف صفحہ نمبر ۳۰)

عبارت نمبر۱۷: ایک ایک گھڑی کے حال کی غوث اعظم کو خبر ہونا۔ ہر شقی و سعید کا ان پر پیش کیا جانا۔ لوح محفوظ کا ان کے سامنے پیش نظر رہنا۔ (الامن والعلی صفحہ نمبر ۸۶)، (انصاف صفحہ نمبر ۳۰)

عبارت نمبر۱۸: سورج چاند بھی حضرت کے اختیار میں دیئے ہیں۔

عبارت نمبر۱۹: آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک غوث اعظم پر سلام نہ کرے۔
(الامن والعلی صفحہ نمبر ۸۵) (انصاف صفحہ نمبر ۳۰)

الجواب: "مرتبین انصاف" نے مندرجہ بالا عبارات کو بگاڑ کر پیش کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی درج ذیل ہے۔

امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار و حضرت ابو حفص عمر کیماتی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے نیا مہینہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں

میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں۔ میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور زمین پر حضور کا وارث ہوں۔

(بہجۃ الاسرار از علامہ شطنوفی (م ۷۰۳ھ)

● شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبدالوہاب نے یہ بات نقل کی ہے کہ کوئی ایسا مہینہ نہیں تھا۔ جو میرے والد کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سے پہلے کہ ہلال ظاہر ہو، اگر تقدیر الٰہی میں اس ماہ کے دوران کوئی حادثہ نمودار ہونا ہوتا اور کسی شدید نقصان کا خطرہ ہوتا یا کسی انعام ونعمت کے ظہور ہونے کا وقت ہوتا تو ان حالات کو آپ پر روز روشن کی طرح آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ (زبدۃ الآثار)

● شیخ عبدالوہاب متقی مکی علیہ الرحمۃ

نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی "اگر تم مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کرو اور ان سے استفادہ کرو تو بہتر اور قابل مبارک بات ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ جہاں تک ہو سکے مبہم اور شک میں ڈالنے والی باتوں میں نہ پڑنا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پھر اگر تم دیکھو کہ اہل طریقت کے کچھ کلمات ظاہر شریعت کے خلاف ہیں تو ان کی تردید کی صورت یہ ہے کہ کبھی تو ان بزرگوں کی طرف ان کلمات کی نسبت سے انکار کر دو، اور کبھی ان کی تاویل کر لو۔ اور ظاہر شریعت اور امور دین حق سے ان کی متابعت بیان کرو اور پھر اگر تطبیق و تاویل آسانی سے نہ کر سکو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں سکوت وخاموشی اختیار کرو"۔

(مجالس نافعہ مع فوائد جامعہ از شارح عبدالحلیم چشتی صفحہ نمبر ۲۲۲ طبع کراچی)

ل مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وذکر مؤلف الحسن الحسین محمد بن محمد الجزری فی تذکرۃ القراء ان مؤلف بہجۃ الاسرار کان من اجلۃ مشائخ مصر وکان بینہ وبین الشیخ عبدالقادر و اسطتان۔ الخ (الآثار المرفوعۃ صفحہ نمبر ۶۲ مطبوعہ گوجرانوالہ)

● شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں کہ صوفیاء کے ساتھ حسن ظن اور خوش عقیدگی کا اظہار بڑا ضروری ہے اور ان کے معاملات کو محض تشنیع کا نشانہ بنانے کی بجائے یوں گمان کرنا چاہیے کہ یہ امور ظاہری طور پر مخالف شریعت ہیں مگر حقیقت میں مخالف نہیں۔ یا بالفرض اگر مخالف بھی ہوں تو حالت سکر وحال اور وجد میں صادر ہوئے ہیں۔ ان بزرگان دین کی عزت وکمال کا میدان طعن وتشنیع کے گرد وغبار سے صاف ومبرا ہے۔

(مرج البحرین از شیخ عبدالحق دہلوی صفحہ نمبر ۱۳۲ مطبوعہ لاہور)

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ نے علامہ شطنوفی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیفات سے شیخ عبدالقادر جیلانی کا فرمان نقل کیا ہے اور اس پر طعن وتشنیع کرنا جہالت وبے وقوفی ہے جبکہ ناقل حضرات نے اس پر طعن وتشنیع نہیں کی۔

● حضرت عبداللہ بن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے (قیامت کے دن) شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے۔ اور قرآن شریف کہے گا کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوان مرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیاسا رکھا۔ (اور وہ بندہ کی شفاعت کرے گا)۔ (فضائل قرآن از مولانا زکریا سہارنپوری صفحہ نمبر ۲۵۳)

اسی طرح اگر سال، مہینے، ہفتے اور دن و آفتاب متشکل ہو کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں بطور کرامت حاضر ہو جائیں تو ممکن ہے اور کرامات اولیاء برحق ہیں۔ معتزلہ کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔

نیز "مرتبین انصاف" کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا بریلوی کہتے ہیں کہ یا غوث سو دفعہ وظیفہ کرنے سے دنیاوی واخروی آفات سے نجات ہو۔ سراسر کذب بیانی ہے۔

میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں۔ میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور زمین پر حضور کا وارث ہوں۔
(بہجۃ الاسرار از علامہ شطنوفی[1] (م ۷۰۳ھ)

● **شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ**

فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبدالوہاب نے یہ بات نقل کی ہے کہ کوئی ایسا مہینہ نہیں تھا۔ جو میرے والد کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سے پہلے کہ ہلال ظاہر ہو، اگر تقدیر الٰہی میں اس ماہ کے دوران کوئی حادثہ نمودار ہونا ہوتا اور کسی شدید نقصان کا خطرہ ہوتا یا کسی انعام ونعمت کے ظہور ہونے کا وقت ہوتا تو ان حالات کو آپ پر روز روشن کی طرح آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ (زبدۃ الآثار)

● **شیخ عبدالوہاب متقی مکی علیہ الرحمۃ**

نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی
"اگر تم مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کرو اور ان سے استفادہ کرو تو بہتر اور قابل مبارک بات ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ جہاں تک ہو سکے مبہم اور شک میں ڈالنے والی باتوں میں نہ پڑنا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پھر اگر تم دیکھو کہ اہل طریقت کے کچھ کلمات ظاہر شریعت کے خلاف ہیں تو ان کی تردید کی صورت یہ ہے کہ کبھی تو ان بزرگوں کی طرف ان کلمات کی نسبت سے انکار کردو، اور کبھی ان کی تاویل کرلو۔ اور ظاہر شریعت اور امور دین حق سے ان کی متابعت بیان کرو اور پھر اگر تطبیق و تاویل آسانی سے نہ کرسکو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں سکوت وخاموشی اختیار کرو"۔
(عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ از شارح عبدالحلیم چشتی صفحہ نمبر ۲۲۲ طبع کراچی)

---

[1] مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وذکر مؤلف الحسن الحسین محمد بن محمد الجزری فی تذکرۃ القراء ان مؤلف بہجۃ الاسرار کان من اجلۃ مشائخ مصر وکان بینہ وبین الشیخ عبدالقادر و اسطتان ۔الخ (الآثار المرفوعہ صفحہ نمبر ۶۲ مطبوعہ گوجرانوالہ)

● **شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ**

فرماتے ہیں کہ صوفیاء کے ساتھ حسن ظن اور خوش عقیدگی کا اظہار بڑا ضروری ہے اور ان کے معاملات کو محض تشنیع کا نشانہ بنانے کی بجائے یوں گمان کرنا چاہیے کہ یہ امور ظاہری طور پر مخالف شریعت ہیں مگر حقیقت میں مخالف نہیں۔ یا بالفرض اگر مخالف بھی ہوں تو حالت سکر وحال اور وجد میں صادر ہوئے ہیں۔ ان بزرگان دین کی عزت وکمال کا میدان طعن وتشنیع کے گرد وغبار سے صاف ومبرا ہے۔
(مرج البحرین از شیخ عبدالحق دہلوی صفحہ نمبر ۱۳۲ مطبوعہ لاہور)

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ نے علامہ شطنوفی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیفات سے شیخ عبدالقادر جیلانی کا فرمان نقل کیا ہے اور اس پر طعن وتشنیع کرنا جہالت وبے وقوفی ہے جبکہ ناقل حضرات نے اس پر طعن وتشنیع نہیں کی۔

● حضرت عبداللہ بن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے (قیامت کے دن) شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے۔ اور قرآن شریف کہے گا کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوان مرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیاسا رکھا۔
(اور وہ بندہ کی شفاعت کرے گا)۔ (فضائل قرآن از مولانا زکریا سہارنپوری صفحہ نمبر ۲۵۳)

اسی طرح اگر سال، مہینے، ہفتے اور دن و آفتاب متشکل ہو کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں بطور کرامت حاضر ہو جائیں تو ممکن ہے اور کرامات اولیاء برحق ہیں۔ معتزلہ کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔

نیز "مرتبین انصاف" کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا بریلوی کہتے ہیں کہ یا غوث سو دفعہ وظیفہ کرنے سے دنیاوی واخروی آفات سے نجات ہو۔ سراسر کذب بیانی ہے۔

آپ کی تصنیف وظیفہ کریمہ میں اس بات کا نام ونشان ہی نہیں۔ (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

عبارت نمبر۲۰: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج حضور سیدنا غوث اعظم کے دوش پر پا انور رکھ کر سوار ہوئے۔ الخ (فتاویٰ افریقہ صفحہ نمبر۲۷)، (انصاف صفحہ نمبر۴۰)

الجواب نمبر۱: آپ سے درج ذیل رباعی کے متعلق دریافت کیا گیا ہے؟

تم شب معراج آکر ...... دوش بر پائے پیمبر
لے چڑھے عرش بریں پر ...... المدد یا عبدالقادر

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ تفریح الخاطر میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر سوار ہوئے مگر آپ نے اس واقعہ کی تصدیق وتوثیق نہیں کی۔ نیز جبکہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ، نعلین شریف کے ساتھ عرش پر جانے کی روایات کو موضوع قرار دیتے ہیں تو پھر ایسی بے سروپا روایت کو کیونکر قبول کر سکتے ہیں

- ترجمان مسلک امام احمد رضا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ اس زیر بحث روایت کے متعلق لکھتے ہیں۔

آج (بعض) جاہل مسلمانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا غوث پاک کے متعلق عجیب روایت گھڑلی کہ معراج میں حضور انور کو غوث پاک نے کندھا دے کر عرش پر چڑھایا۔ (تفسیر نعیمی پارہ نمبر۳ صفحہ نمبر۲۷، ناشر مکتبہ اسلامیہ گجرات)

اس لئے ہمارا ہرگز ہرگز یہ مسلک نہیں ہے جس کو "مرتبین انصاف" نے اہلسنت کی طرف منسوب کیا ہے۔

الجواب نمبر۲: علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں: کہ منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء

بنی اسرائیل جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا۔ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا۔ ما تلک بیمینک یا موسیٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ ھی عصای اتوکؤا علیھا واھش بھا علیٰ غنمی ولی فیھا مارب اخریٰ الایۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ادب یا غزالی ادب کرو۔ اے غزالی (شمائم امدادیہ مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ)

"مرتبین انصاف" کو چیلنج ہے کہ قیامت تک اگر وہ اس واقعہ کو قرآن وحدیث سے ثابت کردیں تو مبلغ ۵۰۰۰ روپے نقد انعام حاصل کریں۔ (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

- حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"علم میں راسخ علماء تمام مخلوق کے ارادوں سے واقف ہوتے ہیں"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صحیح معنوں میں متقی پرہیزگار اور مرد زاہد کا باطن صاف ہوجاتا ہے، بلکہ اس کے دل کا آئینہ اس قدر مصفّٰی ہوجاتا ہے کہ وہ ایک حد تک لوح محفوظ کے سامنے پہنچ جاتا ہے۔ الخ

(عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ نمبر۱۷ طبع لاہور ۱۹۶۲ء)

"مرتبین انصاف" کے تحریر کردہ اشعار کی مختصر شرح

(انصاف صفحہ نمبر۴۱، ۴۲)

بندہ قادر کا قادر بھی عبدالقادر
سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

عبدالقادر، قادر مطلق (اللہ جل شانہٗ) کا باقدرت (بااختیار) بندہ ہے۔

اور عبدالقادر ظاہر و باطن کا راز دار بھی ہے۔

● ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابو رضا محمد بن احمد بغدادی المعروف بالمفید ابو سعید علیہ الرحمۃ سے قطب کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: قطب وہ شخص ہے جس پر زمانہ کی ولایت ختم ہو، ولایت کے تمام بوجھ اس کی لپیٹ میں ہوتے ہیں اور تمام کائنات کا انتظام و انصرام اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ زمانہ حاضر کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر صفحہ نمبر ۹۶ مطبوعہ فیصل آباد)

● حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان حضرات میں سے ایک حضرت سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی بھی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کائنات میں تصرف اور اقتدار حاصل ہے۔ (شرح فتوح الغیب فارسی صفحہ نمبر ۱۲)

● حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری قدوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جس کسی کو ظاہری و باطنی فیض حاصل ہوا ہے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حاصل ہوا ہے۔ (اقتباس الانوار مطبوعہ لاہور)

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

سیدنا عبدالقادر کو زمانے میں تصرف کرنے کی قدرت بھی ہے اور رد و بدل کی اجازت بھی اور اس مختار اعظم (یعنی رب العزت) نے آپ کو اختیارات بھی دیے ہیں اور جہان کے کاروبار میں آپ کو تدبیر کم و بیشی کرنے کی صلاحیت بھی عنایت فرمائی ہے۔

● حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کے صاحبزادے خواجہ محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ اہل تصرف (اولیاء کرام) بہت طرح کے ہیں بعض ماذون و مختار ہیں کہ حق تعالیٰ کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے

الہی۔ (ارشادات رحیمیہ صفحہ نمبر ۴۴ مطبوعہ دہلی ۱۳۳۳ھ از شاہ عبدالرحیم حنفی فاروقی والد گرامی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۱۷۶ھ)

● شیخ عارف سنجاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت شیخ عبدالقادر تمام عالم کے سردار اور تمام اولیاء میں منفرد ہیں۔ اور آپ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عالم موجودات اور نظام تکوینی میں تصرف کے اختیارات عطا فرمائے ہیں الخ (قلائد الجواہر از محمد یحییٰ تاذنی صفحہ نمبر ۲۶۳ طبع کراچی ۱۹۷۸ء)

● شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) علیہ الرحمۃ کے چچا ابو نجیب عبدالقاہر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

میں اس ہستی (عبدالقادر جیلانی) کا احترام کیسے نہ کروں...... جو موجودہ دور میں عالم تکوینی میں منفرد ہیں جن کو میرے ہی قلب پر نہیں بلکہ تمام اولیاء کے قلوب پر تصرف کی ایسی قدرت حاصل ہے کہ جس کے احوال کو چاہیں سلب کر لیں اور جس کے چاہیں بحال رکھیں۔ (قلائد الجواہر از محمد یحییٰ تاذنی صفحہ نمبر ۲۶۴ طبع کراچی ۱۹۷۸ء)

● حضرت داتا گنج بخش لاہوری (م ۴۶۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران (تدبیر کرنے والے) اور جہان برگزیدہ حضرات ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکمان عالم بنا کر اس کا حل و عقد، بسط و کشاد ان کے ساتھ وابستہ کیا ہے، جہان کیلئے احکام انہیں کے ارادوں پر موقوف فرماتے ہیں۔ (کشف المحجوب (اردو) صفحہ نمبر ۱۲۷ طبع لاہور)

● مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

......دوسرے (اولیاء اللہ) وہ (ہیں) جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں۔ (کلید مثنوی صفحہ ۳۴۳ جلد اول طبع ملتان)

قد بے سایہ ظل کبریا
تو اس بے سایہ ظل کا ظل ہے یا غوث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغیر سائے والا جسم اقدس، اللہ تعالیٰ کے نور کا پرتو تھا تو آپ غوثِ اعظم اس ظل اللہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظل، پرتو اور سایہ ہیں۔

؎ تیری جاگیر میں ہے شرق تا غرب
قلم رو میں حرم تا حل ہے یا غوث

(اے غوث اعظم) مشرق سے مغرب تک تمام آپ کی ملکیت اور جاگیر ہے۔ آپ کی حکومت اور بادشاہت میں حرم اور غیر حرم تمام جہان شامل ہے۔

- شیخ محمد اکرم قدوسی چشتی فرماتے ہیں کہ صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں:
حضرت غوثِ اعظم اوائل میں فرمایا کرتے تھے کہ پہلے مجھے عراق سپرد کیا گیا اور اب تمام روئے زمین مشرق سے مغرب تک یعنی تمام بحر و بر و جبال میرے سپرد ہیں۔ الخ (اقتباس الانوار، محمد اکرم قدوسی چشتی صفحہ نمبر ۲۰۹ طبع لاہور)

- حضرت ابو مدین شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک ہے۔ الخ (بہجۃ الاسرار از علامہ شطنوفی م ۷۰۳ھ)

؎ جسے عرش دوم کہتے ہیں افلاک
وہ تیری کرسئ منزل ہے یا غوث

آسمانوں میں جسکو دوسرا عرش کہتے ہیں اے غوث اعظم وہاں تک آپکی ملک میں ہیں۔

- شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عارف کی ملک عرش سے فرش تک ہے۔ (بہجۃ الاسرار مطبوعہ لاہور)

- مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: یہ بلند منصب والے (اولیاء اللہ) تمام عالم میں تصرف کے مختار مطلق ہوتے ہیں اور انہیں یہ کہنا پہنچتا ہے کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ (صراط مستقیم صفحہ نمبر ۱۹۹)

؎ اگال اس کا ادھار ابرار کا ہو
جسے تیرا اُلش حاصل ہے یا غوث

اے غوثِ اعظم جس نے آپ کا جھوٹا (اُلش) پس خورہ استعمال کر لیا ہے اس کا اُگلا ہوا تھوک اتنا بابرکت ہے کہ بڑے بڑے متقی پرہیزگار ابرار اس کو قرض لے کر جاتے ہیں۔ یعنی آپ کے منہ مبارک سے جو علم و حکمت کی باتیں نکلتی ہیں جو لوگ موجود نہیں ہوتے وہ آپ کے در پر موجود لوگوں سے سن کر محفوظ کر لیتے ہیں۔

؎ نہ کیوں ہو تیری منزل عرش ثانی
کہ عرش حق تیری منزل ہے یا غوث

دوسرا عرش اے غوثِ اعظم آپ کی منزل کیوں نہ ہو گا کیونکہ آپ کی اصل منزل تو عرش حق تعالیٰ ہے۔ یعنی آپ کی روحانی پرواز عرش حق تعالیٰ تک ہے۔

؎ کہا تو نے کے جو مانگو ملے گا
رضا تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

اے غوث اعظم آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم سے جو چیز بھی طلب کرو گے وہ چیز ہم اپنے سائل کو دیں گے تو اے سرکار یہ احمد رضا آپ سے آپ کا سوالی ہے میں تجھ سے تجھے مانگتا ہوں تو سن لے میں کیا مانگتا ہوں۔

- شیخ ابو القاسم عمر بزار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے سنا، فرمایا: جو شخص اپنی کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میرا توسل اختیار کرتا ہے وہ حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

(خلاصۃ المفاخر صفحہ نمبر ۱۲۲ از ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

لان سألنی لاعطینہ۔ الخ (۱)...... (بخاری جلد ۲ صفحہ نمبر ۹۶۳ طبع کراچی)

(۲)...... (مشکوٰۃ کتاب الدعوات صفحہ نمبر ۱۹۷)

اگر میرا مقبول بندہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کا سوال پورا کروں گا۔

؎ تری چڑیاں ہیں تیرا دانہ پانی
ترا میلا تری محفل ہے یا غوث

اے غوثِ اعظم تمام اولیاء اللہ آپ کی چڑیاں ہیں اور آپ کا دانہ پانی کھا پی

کرآپ کے میلے کی محفلوں میں آپ کا چرچا کرتی ہیں، یعنی اولیاء اللہ آپ کے در
اقدس سے مستفیض ہوکر اپنے اپنے مقامات پر جاکر لوگوں کو مستفید فرماتے ہیں۔

- شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: بغداد میں شیخ الاسلام سید محی الدین عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر منزلت و مرتبت حاصل ہے کہ کل اقطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگیں ہیں۔ اور آپ سب کے قائد ہیں۔
(فتوحات مکیہ بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ نمبر ۲۱)

- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا حتیٰ کہ چار دانگ عالم کے فقہاء، علماء، طلباء اور فقراء کی توجہ آپکے آستانہ کی جانب ہوگئی حکمت و دانائی کے چشمے آپکی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپکے کمال و جلال کی شہرت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت و امارت دلائل خصوصیت اور براہین و کرامات آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمائے اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات جو کہ عالم میں آپ کے قبضہ اقتدار اور دست اختیار کے سپرد فرمائیں۔ (اخبار الاخیار صفحہ نمبر ۳۳، ۳۴ مطبوعہ کراچی)

- حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اس راہ میں فیوض و برکات وصول جس کو بھی ہو، وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ (بطور تحدیث نعمت) آپ نے فرمایا: (ترجمہ) پہلے لوگوں کے سورج غروب ہوگئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا غروب نہ ہوگا۔

(مکتوب صفحہ نمبر ۱۲۳ جلد ۳ طبع کراچی ۱۹۷۲ء اردو)

- ولی کیا مرسل آئیں تو خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

ولیوں کا کیا شمار بلکہ انبیاء مرسلین اور خود سرور کونین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین بھی

اے غوث اعظم آپ کی محفل وعظ میں تشریف لاتے ہیں۔

جاہلانہ تبصرہ: ایک امتی ولی کی تعریف میں انبیاء فرشتوں کی یہ توہین ۔ الخ
(انصاف صفحہ نمبر ۴۱)

الجواب:

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مشائخ نے اس بیان کی وضاحت کی ہے شیخ قدوۃ ابی سعید قیلوی[1] رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں چند انبیاء کرام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کئی بار جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں جس طرح آقا اپنے غلاموں کو شرف بخشتے ہیں۔

(۱)......(زبدۃ الآثار صفحہ نمبر ۹۵ مطبوعہ لاہور)
(۲)......(بہجۃ الاسرار صفحہ نمبر ۲۷۳ مترجم طبع لاہور)

- حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

شیخ بقا علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سیدنا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی مجلس میں وعظ سن رہا تھا کہ آپ قطع کلام کرکے منبر سے زمین پر اتر آئے پھر منبر کے دوسرے زینے پر جا بیٹھے، میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ حد نگاہ تک پھیل گیا اس پر ریشمی فرش بچھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ کے دل پر تجلی ڈالی اور قریب تھا کہ آپ زمین پر گر پڑتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہارا دیا...... چند لمحوں کے بعد یہ سب کچھ میری نظر سے اوجھل ہوگیا۔ شیخ بقا علیہ الرحمۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی رؤیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ارواح عنصری شکل اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں جسے اللہ

[1] ابی سعید قیلوی حسن النسب سید اور عراق کے بلند پایہ شیوخ میں سے تھے۔ حضرت غوث اعظم کے دست اقدس سے خرقہ خلافت و ارادت حاصل کیا۔ ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ء میں وصال ہوا۔ (سفینۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۸۲ مطبوعہ لاہور)

تعالیٰ ان پاکیزہ اجسام کو دیکھنے کی قوت عطا کردے وہ انہیں دیکھ سکتے ہیں۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر از ملا علی قاری صفحہ نمبر ۴۷)

- حضرت ابو سعید قیلوی (م ۵۵۷ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ بے شک انبیاء علیہم السّلام کی ارواح مقدسہ آسمان اور زمین میں ایسا چکر لگاتی ہیں جیسا کہ زمانہ میں ہوائیں۔ الخ (بہجۃ الاسرار صفحہ نمبر ۲۷۳ مطبوعہ لاہور)

- علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً زندہ ہیں اپنے بدن اور روح کے ساتھ قبر میں اور سیر و تصرف فرماتے ہیں زمین اور آسمان میں اور آپ کے اندر کوئی تغیر نہیں ہوا۔ (تنویر الحلک صفحہ نمبر ۱۹ مطبوعہ استنبول ترکی)

ملک مشغول ہیں اس کی ثنا میں
وہ تیرا ذاکر و شاغل ہے یا غوث

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف ہیں اور چونکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی زندگی کے حسین لحات اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، درس و تدریس اور وعظ نصیحت میں گزارے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ (اپنی شان کے لائق) کرتا ہے۔

مصرعہ ثانی درج ذیل آیت قرآنی اور حدیث نبوی کا خلاصہ ہے۔

"فاذکرونی اذکرکم"۔ (القرآن الکریم پ ۲)

ترجمہ: "سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا"۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں

کے مجمع میں تذکرہ کرتا ہوں۔ (خلاصہ) (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹۶)

کیا! (۱)۔ شیخ ابی سعید قیلوی بغدادی (م ۵۵۷ھ)۔

(۲)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)۔

(۳)۔ شیخ ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ)۔

نے نعوذ باللہ! ایک امتی ولی کی تعریف میں انبیاء و فرشتوں کی توہین کی ہے۔ اگر مولانا احمد رضا بریلوی مجرم ہیں تو مذکورہ بالا بزرگانِ دین مجرم کیوں نہیں "مرتبین انصاف" سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

۱۔ شیخ ابی سعید عراق کے بلند پایہ مشائخ میں سے ہیں۔ (سفینۃ الاولیاء)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ہر شب بارگاہِ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔
(الافاضات الیومیہ صفحہ نمبر ۱۰۸ جلد ۹)

۳۔ ملا علی قاری، مشہور زمانہ ہو کر سن ہزار کے سرے پر درجہ مجددیت کو پہنچے۔
(حدائق الحنفیہ صفحہ نمبر ۴۳۱)

بے شک مولانا احمد رضا بریلوی نے اسی راستہ پر چلنے کی وصیت کی تھی جو مذکورہ بالا اولیاء کرام کا راستہ تھا۔

اے ظل اللہ شیخ عبدالقادر
اے بندۂ پناہ شیخ عبدالقادر

اے اللہ کی رحمت کے سایہ اور بندہ کو پناہ دینے والے شیخ عبدالقادر۔

محتاج و گدائم و تو ذوالتاج و کریم
شیئاً للہ شیخ عبدالقادر

میں محتاج اور تو ذوالتاج و کریم ہے، اے شیخ عبدالقادر اللہ کیلئے میری مدد کیجئے۔

عبدالقادر کریم عبدالقادر
عبدالقادر عظیم عبدالقادر

شیخ عبدالقادر کریم النفس اور عظیم المرتبت ہیں۔

؎ تجھ دور کتا رضا پیاسا مرجائے
اپنے دریا کی موج سے اک قطرہ اور دے

تجھ سے دور تیرا وفادار پیاسا مر جائے، مجھے اپنے دریا کی موج سے ایک قطرہ اور دے۔

؎ حمد لک اے اللہ عبدالقادر
اے مالک و بادشاہ عبدالقادر

سب تعریف عبدالقادر کے خدا کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی جہان کے مالک و بادشاہ ہیں۔

- شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

بغداد میں شیخ الاسلام سید محی الدین عبدالقادر گیلانی کو اس قدر منزلت و مرتبت حاصل ہے کہ کل قطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگیں ہیں اور آپ سب کے قائد ہیں۔ (فتوحات مکیہ بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ نمبر ۲۱)

- حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

؎ بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است

(تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ نمبر ۲۲)

- محدث ابن جوزی (م ۵۹۷ ھ) علیہ الرحمۃ نے آپ کو "اولیاء اللہ میں سب سے زیادہ بلند، اصفیاء کے سرتاج شیخ الاسلام اور پیشوا کے القاب سے یاد فرمایا ہے"۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ نمبر ۲۲)
- حافظ زین الدین المشہور ابن رجب اپنے طبقات میں حضور غوث پاک کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔ "شیخ زماں، سرور اہل طریقت، پیشوائے خدا شناساں، سلطان پیر"۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ نمبر ۲۲)
- مولوی محمد احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

حضرت شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، امام الاولیاء محی الملۃ والدین غوث اعظم ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی حسنی قدس سرہٗ سلسلہ قادریہ کے بانی اور سرخیل اولیاء کرام ہیں۔ الخ (غوث اعظم از مولوی احتشام الحسن کاندھلوی صفحہ نمبر ۵ طبع لاہور ۱۹۷۸ء)

اب ہم ایک ایسے عالم کا فتویٰ درج کرتے ہیں جو کہ علمائے دیوبند کے پیشوا اور مفتی ہیں یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اصل میں منشی محمد حسن خان صاحب متوطن کوٹلہ متصل کرت پور ضلع بجنور نے ایک استفتاء بخدمت علماء دین بھیجا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قاضی صاحب منگوری نے منشی صاحب موصوف کی نسبت اس وظیفہ یا شیخ کے پڑھنے کی وجہ سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ منشی صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اس کے جواب میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعت نے اس کا جواز لکھا تھا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری۔
۲۔ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی۔
۳۔ مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری۔
۴۔ مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی۔
۵۔ مولانا مولوی محمد عین القضاۃ صاحب حیدر آبادی۔
۶۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب دہلوی۔
۷۔ مولانا مولوی محمد گوہر علی صاحب رامپوری وغیرہم مگر یہاں پر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتویٰ نقل کر دیتے ہیں جو علماء دیوبند کیلئے حجۃ قاطعہ ہے۔ یہ رسالہ فتویٰ جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے نام سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا تھا۔

"عبارت فتویٰ: اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم الغیب و متصرف مستقل (ذاتی طور پر بغیر خدا تعالیٰ کی عطا کے) جانے اور جو اس لفظ میں برکت و اثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے۔ ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے نہ تفسیق۔ اگرچہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولیٰ بھی نہیں۔ اور کسی مسلمان پر گمان شرک

فسق کا کرنا جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے درست نہیں۔ ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ میری مراد کفر کے معنی ہیں۔ (حالانکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا) تو مضائقہ نہیں اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے تو تاویل کر کے مسلمان بنا دے اور جو تاویل اچھی بیان کرے (جیسا کہ عام مسلمان کرتے ہیں) تو اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور باہم اتفاق واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [1]

(سرور الخاطر والقاتر فی ندا یا شیخ عبدالقادر از پروفیسر سید احمد علی بٹالوی صفحہ نمبر ۵۲ طبع لاہور ۱۳۲۵ھ)

- **قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ**

سے ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ نہ پڑھا جاوے، فرمایا! ہم تو ملائی کام نہیں کرتے، جن لوگوں کا برزخ سے تعلق ہے انہیں صحیح حال معلوم ہے۔ مفتیوں سے اگر پوچھیں تو وہ تو یہ بھی کہیں گے کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" بھی نہ کہا جائے۔ الخ

(تفصیل کیلئے ملفوظات مہریہ صفحہ نمبر ۱۲۵، ملفوظ نمبر ۱۶۷ کا مطالعہ فرمائیں)۔

- **علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:**

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۶۸ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۸ء

تھانوی جی (یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ) کے بارے لکھتے ہیں صحیح العقیدہ سلیم الفہم کیلئے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ صفحہ ۳۵۷ جلد ۵ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی ۲۰۱۰ء)

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں واعلم ان الوظیفۃ المعھودۃ یا شیخ سید عبدالقادر یا جیلانی شیئاً للہ ان حملنا ھا علی الجواز (فیض الباری صفحہ ۳۶۶ جلد ۲ مکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ)

تھانوی جی مولوی رشید احمد گنگوہی سے استغاثہ کرتے تھے یا سیدی للہ شیئاً انہ، انتم لی الجدی وانی جاری۔ ترجمہ: اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ تو دیجئے آپ معطی ہیں میرے میں ہوں سوالی للہ (تذکرۃ الرشید صفحہ نمبر ۱۱۴، ۱۱۵ جلد اول طبع لاہور) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

ہوگا ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے کچھ حرج نہیں۔ الخ (کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۸۲ طبع کراچی)

- **علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں:**

"قولہم یا شیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ"۔

ترجمہ: لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک ندا ہے پھر اسکی حرمت کا سبب کیا ہے

(فتاویٰ خیریہ از علامہ خیر الدین رملی صفحہ نمبر ۲۸۲ جلد ۲ مطبوعہ افغانستان)

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات جل شانہٗ نے علم و حکمت دیئے اور وہ تمام کمالات و مراتب اور محاسن جو مخلوق کے شایانِ شان تھے بدرجہ اتم عطا فرمائے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام درجات و مراتب بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی صفت کن و مکن کا مظہر اور صاحب مرتبہ بنایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کو کن (ہو جا) اور مکن (نہ ہو) کہنے کا اختیار حاصل ہے۔

- شیخ محمد اکرم چشتی قدوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی تربیت سے آپ کو کمالات لطیفہ قلب عطا ہوئے ......اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافتِ کبریٰ حاصل ہوئی۔

(اقتباس الانوار صفحہ نمبر ۱۷۸ مطبوعہ لاہور مترجم)

- حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

......یہ وہ توحید ہے اور حالت محویت فی الذات ہے جو اولیاء ابدال کا خاصہ ہے یہاں بندہ کو تکوینی یعنی خلقت و پیدائش اشیاء کی قوت عطا فرمائی جاتی ہے اور باذن الٰہی اس کے حکم کن سے عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں اور وہ خلق خدا کا ملجا و ماوئی بن جاتا ہے اسے انشراح صدر ہوتا ہے اور اس کا ذکر خیر دونوں جہانوں میں بلند

ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں میں اس کا ارشاد موجود ہے کہ اے بنی آدم! میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں جس شئے کو کہہ دوں کہ کن (ہو جا) وہ فوراً ہو جاتی ہے، پس میری وحدانیت میں فنا ہو کر تو بھی جس شئے کو کہہ دیگا (کن) ہو جا وہ تیرے اذن سے فوراً ہو جائیگی۔ (فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانی صفحہ نمبر ۱۲۸ طبع لاہور)

ے عجم کیا عرب حل کیا حرم میں
جمی ہر جا تیری محفل ہے یا غوث

عرب و عجم ہی نہیں بلکہ حل و حرم کیا ہر جگہ آپ کی یاد میں محفلیں منعقد ہو رہی ہیں اور آپ کے نام نامی اسم گرامی کا چرچا کیا جا رہا ہے۔

ے ہے شرح اسم القادر تیرا نام
یہ شرح اس متن کی حامل ہے یا غوث

القادر اسم ذات باری کی شرح آپ کا نام اے غوث اعظم عبدالقادر ہے اور اسم القادر متن ہے اور آپکا نام اس نام کی شرح مبین ہے جس نے قادر کی قدرت کو اپنی کرامات میں ظاہر کیا۔

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

......دوسرے (اولیاء اللہ) وہ (ہیں) جن کے متعلق اصلاح معاش وانتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ (ہو) وہ دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطب التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے۔

(کلید مثنوی صفحہ ۳۳۳ جلد اول طبع ملتان)

دیکھیے! مولوی اشرف علی تھانوی اولیاء اللہ کیلئے خدائی اختیارات ثابت کر رہے ہیں۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

- مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

پس حکیم مطلق ان (اولیاء اللہ) کو تصرفات کونیہ میں واسطہ بناتا ہے مثلاً نزول بارش و پرورش اشجار، سبزی و نباتات و بقائے انواع حیوانات و آبادی قریہ و امصار، تغلب احوال و اوزار و تحویل اقبال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین اور ترقی و تنزلی صغار و کبار، اجتماع و تفرق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وباء وغیرہ۔ الخ (منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

نیز مولوی صاحب لکھتے ہیں:

پس جو تغیرات اور انقلابات، اطراف عالم یا بنی آدم میں پیدا ہوتے ہیں کوئی بھی ان کی قدرت سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ان میں بذاتہٖ کسی تصرف کی طاقت ہے، بلکہ رب العزت نے ان کو تصرفاتِ عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار ان کے سپرد کر دیے ہیں، پس یہ بحکم خدا اپنی طاقت صرف کرتے ہیں اور گوناگوں تصرفات اور رنگارنگ تغیرات عالم کون میں پیدا کرتے ہیں۔ الخ

(منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱۱، ۱۱۲ طبع ۱۹۸۸ء)

- حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جب بندہ اطاعتِ الٰہی میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے جس میں سے بیسویں نعمت یہ ہے کہ:

وہ اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے اس کو دیتا ہے اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہے تو وہ جس طرح بھی چاہے ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ان میں سے پہاڑ کی طرف اشارہ کرے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے وہ زبان سے سوال کرنے کا محتاج نہیں اگر اس کے دل میں کسی چیز کا خیال آتا ہے تو وہ حاضر ہو جاتی ہے اور وہ ہاتھ سے بھی اشارہ کرنے کا محتاج نہیں ہوتا۔ (منہاج العابدین صفحہ نمبر ۳۳۹ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء)

'لمعات اقطاب'' کے اشعار کا جواب

''مرتبین انصاف'' نے ورج ذیل عنوان:

''پیروں میں خدائی اختیارات''

کے تحت 'لمعات اقطاب'' مؤلفہ خواجہ غلام فرید چشتی نظامی سے چند اشعار لکھ کر طعن وتشنیع مولانا احمد رضا بریلوی پر کی ہے۔(انصاف صفحہ نمبر ۴۳،۴۴)

الجواب ۱: اشعار خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے اور طعن وتشنیع مولانا احمد رضا بریلوی پر یہ کیسی کھلی جہالت اور دروغگوئی ہے۔

- **خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے متعلق علمائے دیوبند کے تاثرات**

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

پنجاب میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔الخ

(ماہنامہ الرشید، لاہور، دارالعلوم دیوبند صفحہ نمبر ۷۶۱)

- **کوثر نیازی**

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ کے روحانی پیشوا تھے۔آپ کے علمی مقام، فکری مرتبے اور شاعرانہ عظمت پر غور فرمائیے، مجھے تو خواجہ صاحب سرائیکی زبان کے رومی نظر آتے ہیں۔الخ

(شرح دیوان فرید از مولانا نور احمد خان صفحہ نمبر ۱۴۱ مطبوعہ ملتان)

- **سید عطاء اللہ شاہ بخاری**

سرمہ چشم شد بخاری را
خاکپائے غلام خواجہ فرید

(۱)......(سواطع الالہام از سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ نمبر ۱۰۲ مطبوعہ ملتان)

(۲)......(شرح دیوان فرید از مولانا نور احمد خان صفحہ نمبر ۱۴۶ مطبوعہ ملتان)

- **سید ابوذر بخاری بن سید عطاء اللہ شاہ بخاری لکھتے ہیں:**

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب فاروقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔مدفون چاچڑاں شریف۔(حاشیہ سواطع الالہام صفحہ نمبر ۱۰۱ مطبوعہ ۱۳۷۴ھ)

- **مولوی لال حسین اختر (سابق ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان) لکھتے ہیں:**

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب عارف ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔

(سلسلہ اشاعت نمبر ۲ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور ۱۹رذی قعدہ ۱۳۸۶ھ رکیم مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ نمبر ۱)

نیز لکھتے ہیں: حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہٗ۔(ایضاً صفحہ نمبر ۸)

اگر بقول مرتبین انصاف، خواجہ صاحب کے یہ اشعار گمراہی وضلالت پر مبنی ہیں تو ان کو گمراہ کہنے کی بجائے جن علماء دیوبند نے ان کی مدح کی ہے وہ کس زمرے میں شمار ہوں گے؟ سوچ سمجھ کر جواب دو!

الجواب ۲: علمائے دیوبند کے پیرومرشد اپنے پیر صاحب کی قبر کے متعلق لکھتے ہیں۔

جس کو ہووے شوق دیدار خدا
ان کے مرقد کی کرے زیارت و جاہ

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۱۵۸ مطبوعہ کراچی)

یعنی حاجی امداد اللہ صاحب کے پیر کی قبر کی زیارت کرنا خدا کی زیارت کرنا ہے۔

- **مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:**

قسم بقبلہ روئے تو یارسول اللہ
رواست سجدہ بسوئے تو یارسول اللہ

(السنۃ الجلیہ صفحہ نمبر ۱۰۱ طبع الہ آباد)

جوان اشعار کا جواب مرتبین انصاف دیں گے وہی خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کے اشعار کا جواب ہوگا۔

الجواب۳: مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

خواجہ بایزید قدس سرہ العزیز نے فرمایا، لوائی اعظم من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (السنۃ الجلیہ صفحہ نمبر ۳۶)

- **مولوی نذیر احمد عرشی دیوبندی لکھتے ہیں:**

یعنی اولیاء کرام اللہ کی دُولہنیں ہوتی ہیں۔ الخ (مفتاح العلوم صفحہ نمبر ۱۹۶ جلد ا)

- **مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:**

جنہوں نے حضرت شیخ (حاجی امداد اللہ) کو دیکھا گویا انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا۔ (قصص الاکابر صفحہ نمبر ۹۰)

حاجی امداد اللہ صاحب نے مولوی احمد حسن کے جواب میں فرمایا کہ شیخ عین رسول ہے بلکہ عین حق ہے نہیں بلکہ صورت حق ہے۔ [1]

(فیوض الرحمٰن صفحہ نمبر ۱۹ طبع پشاور ۱۹۴۷)

جوان عبارات کا جواب ہوگا وہی خواجہ صاحب کے اشعار کا جواب ہوگا۔

ے تیرا آستان ہے وہ آستان کہ حریم بیت الحرام ہے
تیری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے

(انصاف صفحہ نمبر ۴۳)

الجواب: شاعر کہتا ہے کہ جس طرح بیت اللہ کی زیارت کیلئے خود بخود لوگوں کے دل کھنچے چلے جاتے ہیں اسی طرح آپ (یعنی پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کا آستانہ بھی لوگوں کی توجہ گاہ ہے کہ کثرت سے لوگ آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔ اس میں آستانہ علی پور کو ہرگز خانہ کعبہ نہیں کہا گیا۔ بلکہ آستانہ علی پور کو قبلہ گاہ انام یعنی لوگوں کی توجہ گاہ کہا گیا ہے۔

[1] ملفوظات حکیم الامت صفحہ نمبر ۲۰۳ جلد ۱۵ طبع ملتان (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

دامن کو ذرا دیکھ

مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات کے موقع پر مرثیہ میں لکھتا ہے

ے جدھر آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

ے پھریں تے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی صفحہ نمبر ۸، ۹ ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

ے مدینہ بھی مطہر ہے، مقدس ہے علی پور بھی
اُدھر جائیں تو اچھا ہے اِدھر جائیں تو اچھا ہے

(انصاف صفحہ نمبر ۴۳)

الجواب: شاعر کہتا ہے کہ مدینہ منورہ بھی مطہر ہے (اپنی شان کے لائق اور علی پور بھی مقدس ہے، اپنی شان کے لائق) جدھر بھی جائیں اچھی بات ہے۔

اس شعر میں فقط لفظی مناسبت ہے کہ دونوں جگہیں (اپنی اپنی شان کے اعتبار سے) مقدس و محترم ہیں۔ رہی مدینہ منورہ کی عظمت و رفعت اور خصوصیات تو وہ اپنی جگہ برقرار ہیں۔

- مدینہ شریف حرمین شریفین میں داخل ہیں۔

نیز پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکہ معظمہ سے ہجرت کا حکم دیا اور مدینہ منورہ میں قیام کا حکم فرمایا۔ جملہ کمالات ظاہر و باطن جو عالم قوت و استعداد میں امانت رکھے تھے۔ ان سب کو درجہ فعلیت میں لایا اور اس شہر کو تمام فتوحات کا مبداء اور برکات کے خزانوں کی کنجی گردانا۔ اس کی خاک پاک کو آپ کے گوہر عنصر شریف کیلئے صدف بنا کر قیامت تک اس زمین کا خطہ آپ کے وجود پاک سے مشرف ہو کر فیض بخش ملک و ملکوت رہے۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاک مدینہ میں شفا ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ منورہ میں انتقال کرے اس کیلئے میں قیامت کے دن شفیع ہوں گا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جو لوگ سب سے پہلے ہماری شفاعت حاصل کریں گے وہ اہل مدینہ ہیں اس کے بعد اہل مکہ پھر اہل طائف۔ (جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

قبر شریف سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلقاً اور بالعموم افضل و مکرم ہے۔ خواہ شہر مکہ مکرمہ ہو یا خانہ کعبہ شریف اور خانہ کعبہ سوائے قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ (جذب القلوب مترجم صفحہ نمبر ۱۴ مطبوعہ کراچی)

- یہ شہر مقدس دجال کے وجود اور نجاست سے محفوظ رہے گا۔ بخاری و مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کی ہر گلی پر فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہوگی کہ اس کی حفاظت کریں۔
- مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ (بخاری جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۹ طبع کراچی)

ایک ضروری مسئلہ اور اس کی وضاحت

- ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

رضاخانی درود شریف

۱۔ اللّٰھم صل وسلم علیه وعلیهم و علی عبدالمصطفیٰ مولانا احمد رضا وعلی آل احمد رضا۔

۲۔ اللّٰھم صل وسلم علیه وعلیهم و علی مولانا عبدک الفقیر ابی فتح عبد الرضا محمد حشمت علی۔

۳۔ اللّٰھم صل وسلم علی محمد وسیدنا وھادینا و مرشدنا مخدومنا حافظ سید جماعت علی شاہ۔ (انصاف صفحہ نمبر ۴۴)، (فیضان علی پور صفحہ نمبر ۶)

الجواب: مندرجہ بالا نمبر ۱، نمبر ۲ درود میں پہلے نبی کریم، پھر بزرگانِ دین اور بعد میں مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا حشمت علی پر درود و سلام پیش کیا گیا ہے۔ اور نمبر ۳ میں پہلے نبی اکرم پر پھر پیر جماعت علی شاہ پر درود و سلام پیش کیا گیا ہے۔ مستقلاً درود نہیں بھیجا بلکہ تبعاً درود بھیجا ہے اور یہ محققین علماء کے نزدیک جائز ہے۔

- **امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

وقالت طائفة یجوز تبعاً ولا یجوزہ استقلالاً وھذا قول ابی حنیفة و جماعته۔

- **امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

وقالت طائفة یکرہ استقلالا لا تبعاً و ھی روایة عن احمد۔

- **امام مالک (م ۱۷۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

وحکی عن الامام مالک کما تقدم وقالت طائفة لایجوز مطلقاً استقلالاً و یجوز تبعاً۔ (القول البدیع از امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) صفحہ نمبر ۵۵ طبع پاکستان)

- **علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

وذکر الصلوٰة علی الآل والازواج مع النبی صلی اللہ علیه وسلم بحکم التبع والاضافة الیه لاعلی التخصیص۔
(الشفاء (عربی) صفحہ نمبر ۶۷ حصہ دوم ناشر فاروقی کتب خانہ ملتان)

البتہ آل وازواج کا ذکر درود میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اتباع واضافت میں کر سکتے ہیں۔ نہ کہ مستقلاً خصوصیت کے ساتھ۔

- **ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

قال ابو محمد جوینی السلام کالصلوٰة یعنی لایجوز علی

غیر الانبیاء والملائکۃ الاتبعاً۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری حنفی صفحہ نمبر ۳۴۰ جلد ۳ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

- **شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

جمہور علماء کا جو مسلک مختار ہے اور جس پر کثیر فقہاء و متکلمین متفق ہیں یہ ہے کہ غیر نبی پر تنہا مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ ایسی چیز ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر میں اسے شعار و علامت مقرر رکھا گیا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ نمبر ۵۸۱ مطبوعہ کراچی مترجم)

- **امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ**

ولا الصلوٰۃ والسلام علی الصحابۃ استقلالاً و یجوز تبعاً۔
(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی حصہ دوم صفحہ نمبر ۸۷)

- **علامہ عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

ولا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکۃ الابطریق التبع۔
(الحدیقۃ الندیہ صفحہ نمبر ۹)

- **قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

ھل یجوز الصلوٰۃ والسلام غیر الانبیاء والصحیح انہ یجوز تبعاً و یکرہ استقلالاً۔ (تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۳۷۹ جلد ۷ مطبوعہ دہلی)

- **علامہ یوسف نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

علامہ جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا "صلوٰۃ" کی طرح "سلام" بھی مستقلاً ممنوع ہے۔ (جواہر البحار فی فضائل نبی المختار)

- **"مرتبین انصاف" کے گھر کی شہادت**

ذھب المفتیون من المذاھب الاربعہ الی ھجرھا و ھکذا

ینبغی فان لفظ الصلوٰۃ ھاء شعاراً للانبیاء علیہم السلام فی زماننا فلا یصلی غیر الا ان یکون تبعاً۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری) [1]

<u>الزام:</u> بریلوی اعلیٰ حضرت عبدالقادر پرستی اور ہر جگہ کعبہ و مدینہ بنانے کے بعد اس قدر بے نیاز ہوئے کہ ایک فرضی غیر مستند درود کے بعد لکھا:

اس نیت کو بھی جگہ نہ دے مجھے زیارت رسول نصیب ہو (انصاف صفحہ نمبر ۴۵)

<u>الجواب:</u> فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ چند مختصر درود شریف لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

(بعد نماز عشاء) طاق بار جتنا نبھ سکے حصول زیارت اقدس کیلئے اس سے بہتر صیغہ نہیں مگر خالص تعظیم شان اقدس کیلئے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے ان کا کرم بے حد و انتہا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے!

قارئین کرام! بتائیں اس میں کون سی بات قابل گرفت ہے، معلوم ہوتا ہے بغض رضا نے "مرتبین انصاف" کے عقل و فہم کو مفلوج کر دیا ہے۔

- **محدثین کا خود ساختہ درود شریف، "مرتبین انصاف" کیلئے لمحہ فکریہ......!**

۱۔ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) علیہ الرحمۃ۔
۲۔ امام مسلم (م ۲۶۱ھ) علیہ الرحمۃ۔
۳۔ امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) علیہ الرحمۃ۔

---

[1] صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں والسلام علی ابی حنیفۃ واحبابہ اصول الشاشی صفحہ نمبر ا طبع ملتان مولوی نعیم احمد دیوبندی اس کی شرح میں لکھتے ہیں صلوٰۃ کا لفظ مستقلاً غیر نبی کیلئے نہیں بولا جا سکتا البتہ ضمناً بولا جا سکتا ہے۔ مثلاً یوں کہیں حضرت محمد و ابوبکر و عمر علیہم الصلوٰۃ۔ لفظ سلام پر بحث کرتے ہوئے لکھا بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ سلام کا لفظ نبی و فرشتے کے غیر کیلئے بھی مستقلاً بولا جا سکتا ہے۔ (انتہی بلفظہ) اور بعض باتیں جو فرط محبت و عقیدت میں کہی جائیں معاف ہو جاتی ہیں (ملخصاً) خیر الحواشی شرح اصول الشاشی صفحہ نمبر ۱۳، ۱۴ مکتبہ امدادیہ ملتان (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

۴۔ امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) علیہ الرحمۃ۔

۵۔ امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) علیہ الرحمۃ۔

۶۔ امام نسائی (م ۳۰۳ھ) علیہ الرحمۃ۔

ودیگر محدثین کرام کا یہ طریقہ کار ہے کہ وہ حدیث رسول نقل کرتے وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں یہ درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ یہ محدثین کا خود ساختہ ہے۔اس لئے مرتبین اس کو بھی نہ پڑھا کریں

الزام: بغداد کی محبت نے بریلوی اعلیٰ حضرت کو مدینہ کی محبت سے محروم کردیا۔

"مگر مدینہ میں مجاورت ہمارے آئمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ فقط آداب نہ کرسکے گا"۔(احکام شریعت حصہ دوم صفحہ نمبر ۸۳)،(انصاف صفحہ نمبر ۳۵)

الجواب: یہ عبارت مولانا احمد رضا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی ہے۔"مرتبین انصاف" نے خیانت کرتے ہوئے مکمل عبارت نقل نہیں کی۔ہم سوال مع جواب نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔جس سے مسئلہ کی خود بخود وضاحت ہوجائیگی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا (یعنی کفار کے غلبہ ہند سے) ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا (ابن ماجہ)۔ یہ کہتا ہے دین مدینہ سے نکلا ہے اور پھر اسی جگہ پلٹ جائے گا۔پس اس جگہ سے کون سی جگہ افضل ہے۔الخ

الجواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔المدینة خیر لهم ولو کانوا یعلمون ، مدینہ منورہ ان کیلئے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔مگر مدینہ منورہ میں مجاورت ہمارے آئمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہوسکے گا۔الخ

(احکام شریعت صفحہ نمبر ۱۳۶ طبع کراچی)

مدینہ منورہ میں آداب کی پوری پابندی نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کیلئے آئمہ کرام نے مدینہ طیبہ میں مجاورت کو مکروہ لکھا ہے۔جو شخص پابندی آداب ملحوظ خاطر رکھے اس کیلئے کراہت نہیں، کیونکہ ہندوستان کے متعدد علمائے کرام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں وصال فرمایا۔

ایک خواب وعبارت کی تشریح

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں (ایک دفعہ میں درد کمر اور سینہ میں مبتلا تھا) ایک روز دیکھا کہ حضرت (والد گرامی) تشریف لائے اور حضرت کے شاگرد و مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت مرشد برحق رضی اللہ عنہ کے فدائی تھے۔کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیر و مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رواں نہ ہوتے۔جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی الخ

(انصاف صفحہ نمبر ۳۵)،(ملفوظات حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۳۲)

اگر اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کی قبر سے اس کے فضل وکرم سے خوش بو محسوس ہو تو اس میں کون سا استحالہ ہے۔

● امام بخاری رحمۃ اللہ کی قبر سے خوشبو کا آنا

امام بخاری کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک آپ کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی،اور بطور تبرک مٹی اٹھاتے رہے۔الخ

(ظفر المحصلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۱۰۸ از مولوی محمد حنیف گنگوہی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء)

● پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور نشتر میڈیکل کالج ملتان لکھتے ہیں:

چند برس پہلے کی بات ہے راجن پور کے قبرستان میں ایک مردے کو دفن کرنے کیلئے ایک قبر تیار کی گئی۔ابھی تک لوگ مردے کو لے کر پہنچے نہیں تھے کہ پورے قبرستان میں عجیب فرحت انگیز خوشبو مہک رہی تھی،لوگ حیران ہوئے کہ یہ

خوشبو کہاں سے آرہی ہے جبکہ قبرستان میں صرف دو جال کے درخت اور چند جنگلی پودے تھے جو کہ خوشبو نہیں دے سکتے تھے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ خوشبو کا منبع نئی تیار کی گئی قبر کی تہہ میں موجود ایک سوراخ ہے۔ لوگوں نے جب اس سوراخ کو بڑا کیا تو نیچے سے ایک قبر نکلی، جس میں ایک سفید ریش بزرگ ہمیشہ کی نیند سو رہے تھے۔

(ماہنامہ اصلاح معاشرہ پاکستان جلد ۲ شمارہ ۲ فروری ۱۹۹۵ء صفحہ نمبر ۲۱)

- حضرت ابوالحسن بن براء نے ''کتاب الروضہ'' میں اپنی سند سے روایت کی کہ ابراہیم گورکن نے مجھے اطلاع دی کہ مجھے قبر کھودتے وقت ایک اینٹ ملی، اب جو میں نے اسے سونگھا تو اس میں مشک کی خوشبو مہک رہی تھی میں نے قبر کے اندر دیکھا تو ایک بوڑھا بیٹھا ہوا قرآن پڑھ رہا تھا۔

(شرح الصدور مترجم صفحہ نمبر ۱۷۵ از علامہ سیوطی طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

عبارت: ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت طنزاً لکھتے ہیں:

''بریلوی اعلیٰ حضرت ان کمالات کی وجہ سے اپنی قلبی کیفیت بیان فرماتے ہیں''

بحمداللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہا کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمدللہ سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں، نفل البتہ اس روز سے چھوڑ دیے ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۳۵)، (ملفوظات حصہ چہارم صفحہ نمبر ۵۰)

الجواب: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے بڑھاپے کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ میں اس قدر کمزور ہو چکا ہوں کہ ایسی حالت میں فقہاء کرام نے سنتیں ترک کرنے کی اجازت دی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کبھی سنتیں ترک نہیں ہوئیں البتہ نفل چھوٹ گئے ہیں۔ ''مرتبین انصاف'' بتائیں اس میں کونسی بات قابل گرفت ہے جسکی وجہ سے اس قدر رنج پا ہو رہے ہو،

الزام: بریلوی اعلیٰ حضرت کا اصل جھگڑا انگریز کی وفاداری تھا۔ الخ

(انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: فاضل بریلوی پر اس اعتراض کا تفصیلاً جواب ہم اوراق گزشتہ پر لکھ چکے ہیں۔ تاہم کچھ اور شواہد پیش کرتے ہیں۔

ہم شواہد و حقائق کی روشنی میں پورے وثوق و یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے جس طرح مولوی سید احمد بریلوی کی دعوت کی تھی امام احمد رضا کی اس طرح دعوت نہ کی۔ (مخزن احمدی صفحہ نمبر ۱۶۷ از محمد علی مطبوعہ آگرہ)

نہ جس طرح انگریزوں نے مولوی سید احمد کی مدد کی تھی امام احمد رضا کی کبھی مدد کی۔ (نقش حیات صفحہ نمبر ۱۲، ۱۳ جلد دوم از حسین احمد مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء)

نہ امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی طرح انگریزوں کے متعلق یہ اظہار خیال کیا۔ ''ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں''۔ (حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی صفحہ نمبر ۲۹۶ مطبوعہ دہلی)

نہ امام احمد رضا کو انگریز کمشنر نے مولوی نذیر حسین کی طرح پروانہ وفاداری عنایت کیا۔

''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ظاہر کی''۔

(مکتوب کمشنر دہلی محررہ ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء الحیات بعد المماۃ صفحہ نمبر ۱۴۰ از فضل حسین بہاری)

نہ سرسید کی طرح انگریزوں کی بدخواہی اور بغاوت کو جرم قرار دیا۔

''میں خود وہابی ہوں وہابی ہونا جرم نہیں بلکہ گورنمنٹ (انگریزی) کی بدخواہی جرم ہے۔ (حیات جاوید صفحہ نمبر ۱۷۵، ۱۷۱ از الطاف حسین حالی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء)

نہ کبھی مولوی رشید احمد گنگوہی کی طرح انگریزوں کے اقتدار اعلیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے اس قسم کے خود سپردانہ کلمات کہے۔

میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اور اسے اختیار ہے جو چاہے

کرے۔ (تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی میرٹھی صفحہ نمبر ۸۰ جلد اول طبع لاہور)

نہ امام احمد رضا نے مولوی شبلی کی طرح یہ فتویٰ صادر فرمایا:

"مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری مذہباً فرض ہے"۔ (شبلی نامہ صفحہ نمبر ۲۳۵، از محمد اکرام)

نہ اپنے دارالعلوم منظر اسلام کا ندوۃ العلماء کی طرح کسی انگریز سے سنگ بنیاد رکھوایا۔ (شبلی نامہ صفحہ نمبر ۱۷۸، از محمد اکرام)

نہ ندوۃ العلماء کی طرح منظر اسلام کیلئے انگریزوں کی طرف سے کوئی رقم مختص کی گئی (ایضاً)

نہ قاضی محمد سلیمان کی طرح یہ اظہار خیال کیا۔

مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مجرمانہ سازش یا معاندت سلطنت کا روادار نہیں۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یاد رہے اور ہمیشہ یاد رہنا چاہیئے۔

(خطبات سلیمان صفحہ نمبر ۲۷۲ شائع کردہ مسلمان کمپنی سوہدرہ ۱۹۷۲ء)

نہ دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم منظر اسلام کیلئے کسی انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے معتمد نے اس رائے کا اظہار کیا۔

یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، ممد و معاون سرکار ہے۔

(اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ رفروری ۱۸۷۵ء)

نہ کسی انگریز معتمد نے یہ اظہار خیال کیا۔

مجھے افسوس ہے آج سر ولیم میسور صاحب (گورنر صوبہ متحدہ) موجود نہیں ورنہ بکمال ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلباء کو انعام دیتے۔

(ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر لاہور فروری، مارچ ۱۹۷۶ء صفحہ نمبر ۱۹۶)

نہ امام احمد رضا نے دارالعلوم دیوبند کی طرح اپنے علمی اور مذہبی اجلاس میں کبھی کفار و مشرکین کو بلایا اور نہ ان کو کرسی صدارت پر بٹھا کر مجلس علماء کو ذلیل وخوار

کیا۔ (اخبار جنگ (کراچی) مندرجہ ذیل شمارے)

۱۶ رمارچ ۱۹۸۰ء، ۲۰ رمارچ ۱۹۸۰ء، ۲۱ رمارچ ۱۹۸۰ء

۲۲ رمارچ ۱۹۸۰ء، ۲۳ رمارچ ۱۹۸۰ء، ۳ راپریل ۱۹۸۰ء

نہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح انگریزوں کی حمایت میں صراحتہً یہ فتویٰ دیا۔

چونکہ قدیم سے مذہب وقانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی مذہب وملت سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو ہندوستان میں جو مملوکہ ومقبوضہ اہل مسیح ہے، اور ان کا رعیت بننا درست ہے۔ (اوراق گم گزشتہ صفحہ نمبر ۳۲۲، از رئیس احمد جعفری)

نہ امام احمد رضا کے کسی معتقد نے ان کے متعلق یہ بات کہی جو مولانا شبیر احمد نے مولانا اشرف علی تھانوی کیلئے فرمائی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ہمارے آپکے مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ ان کو چھ سو روپے ماہواری حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مولانا تھانوی کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپے حکومت دیتی ہے۔

(مکالمۃ الصدرین، از طاہر احمد قاسمی)

نہ امام احمد رضا کے کسی عقیدت مند نے یہ بات کہی جو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس صاحب کیلئے فرمائی۔

مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ (مکالمۃ الصدرین صفحہ نمبر ۸)

- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا حضرات میں سے بعض نے زمانے کے نشیب وفراز کے ساتھ انگریزوں کے خلاف بھی جدوجہد میں حصہ لیا مگر ان کا دامن سیاست انگریز نوازی کے داغ سے بالکل پاک نہ رہ سکا۔ برخلاف امام احمد رضا کے ان کا دامن سیاست زندگی میں ہر مرحلے پر اس خلوص میں بے داغ رہا۔ یہ بات

تاریخی شواہد سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہیئے۔ جن لوگوں نے زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کی حمایت کی اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے اگر ان کے ساتھ یہ رعایت کی جاتی ہے اور ان کا دامن انگریز نوازی کے داغ سے پاک دکھایا جاتا ہے تو امام احمد رضا اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں، ان کی زندگی انگریز نوازی کے الزام سے ایسی بری ہے کہ کسی قسم کی مجرمانہ چشم پوشی کے تکلف کی ضرورت نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ تاریخ میں وہی لکھا جائے حقائق جس کی شہادت دے رہے ہیں۔

(گناہ بے گناہی صفحہ نمبر ۳۰، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب طبع لاہور)

الزام: حسام الحرمین نام سے تکفیری فتویٰ جس جھوٹ مکر و فریب سے بریلوی اعلیٰ حضرت نے حاصل کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ (انصاف صفحہ نمبر ۳۶)

الجواب: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ انہوں نے دیوبندیوں کی عبارتوں میں ردو بدل کیا ہے۔ یا غلط عقائد ان کی طرف منسوب کیے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حسام الحرمین شائع ہونے کے بعد دیوبندی حضرات نے اپنی جان بچانے کیلئے عبارتوں میں خود قطع و برید کی اور اپنے اصلی عقائد کو چھپا کر (جن کو امام احمد رضا خاں بریلوی نے علماء حرمین شریفین کو دکھا کر فتویٰ طلب کیا تھا) علمائے عرب وعجم کے سامنے اہل سنت کے عقیدے ظاہر کیے جن پر علمائے دین نے تصدیق فرمائی۔ طوالت کے پیش نظر ہم اپنے دعویٰ پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

● حرمین شریفین میں علمائے دیوبند کی دوغلی پالیسی

جب علمائے حرمین شریفین نے دیوبندیوں سے سوال کیا کہ بتاؤ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق کیا اعتقاد ہے۔ وہ کیسا آدمی تھا تو حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے اپنا اصل مذہب چھپایا۔ اور لکھ دیا ہم اسے خارجی اور باغی سمجھتے ہیں۔

مثال نمبر ۱: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب در مختار نے فرمایا۔ اس کے

چند سطر بعد لکھا ہے کہ علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب کے تبعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ الخ (المہند علی المفند صفحہ نمبر ۳۸، ۳۹)

● مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) کا فتویٰ

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ تھے

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۲۸۰ طبع کراچی)

تبصرہ: دیکھیئے یہاں اپنے مذہب کو کیسا چھپایا اور فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت کو صاف کر گئے۔

مثال نمبر ۲: ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے سردار آقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے، جو معناً حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے، سو حاشا کہ ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کہے کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اس لئے کہ منکر ہے نص صریح قطعی کا۔ الخ

(المہند صفحہ نمبر ۵۲، ۵۳)

یہاں تو صاف صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح قطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور ہندوستان میں اپنا عقیدہ کچھ اور ظاہر کیا۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم (۱۲۹۷ھ) بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین

معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ الخ (تحذیر الناس صفحہ نمبر ۳)

نیز مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

ومیدانی کہ بعد ارتفاع کلام ربانی ازیں جہان فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگری آید مضائقہ نبود۔ (قاسم العلوم (مکتوبات نانوتوی، مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل صفحہ نمبر ۵۶)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جہان فانی سے کلام ربانی (قرآن مجید) کے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدور ہو چکا ہے ورنہ بشرط بقائے عالم اس وقت اگر دوسرا نبی آجائے تو مضائقہ نہ ہوگا۔ یعنی قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد کچھ عرصہ قیامت نہ آئے اور عالم باقی رہے تو اس وقت دوسرے نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

قارئین کرام! اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقاً آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور قرآن مجید کے اس فانی جہان سے اٹھ جانے تک حضور کو خاتم النبیین مانا ہے اور صاف کہا ہے کہ قرآن پاک اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدور ہو چکا ہے ورنہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے اگر عالم باقی رہے تو دوسرے نبی کے آنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر نانوتوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی الاطلاق خاتم النبیین مانتے تو یوں کہتے کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد اگر عالم باقی رہا تو پھر بھی کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ حضور صلی

ا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ وسلام لکھنا واجب ہے اور "ص" یا ﷺ لکھنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ بعض علماء نے اس کو کفر کہا ہے۔ (خلاصہ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار صفحہ نمبر ۶ طبع بیروت ۱۳۹۵ھ)، (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں۔

اس کے بعد ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اس جہان فانی سے قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد بھی قیامت سے پہلے عالم باقی رہے گا اور بقائے عالم کی شرط پائی جائے گی۔ جس کے ساتھ نانوتوی صاحب کسی دوسرے نبی کے آنے کو مشروط قرار دے رہے ہیں۔ دیکھیے تھانوی صاحب بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔

"جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہو جائے گا اور قرآن کریم دلوں اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت ملک شام میں بڑی ارزانی ہوگی لوگ اونٹوں اور سواریوں پر، پیدل ادھر جھک پڑیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی اور سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی۔ اور حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔ (بہشتی زیور حصہ ہفتم صفحہ نمبر ۳۴۰ طبع کراچی)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اٹھ جانے کے بعد کئی واقعات رونما ہوں گے۔ اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال میں گزریں گے پھر قیامت آئے گی۔ ا

قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد قیامت سے پہلے کم از کم تین چار سال تک بقائے عالم کی تصریح تھانوی صاحب کے اس کلام میں موجود ہے۔ اب دیکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے نبی کی شرط (بقائے عالم) جو نانوتوی

ا نانوتوی جی کی وکالت کرتے ہوئے دیوبندی اکابر واصاغر نانوتوی جی کی کتاب مناظرہ عجیبہ سے چند عبارتیں پیش کر کے کہتے ہیں کہ وہ خاتمیت زمانی کے منکر نہیں تھے۔ جواباً گذارش ہے تحذیر الناس کی جن عبارات سے خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے ان عبارات سے رجوع نہیں اور ان کو بحالہا قائم رکھا اس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

صاحب نے لگائی وہ پائی گئی۔ نتیجہ واضح ہے کہ اس تین چار سال کے عرصہ میں اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ اب کہاں گیا وہ عقیدہ تاخر زمانی اور ختم نبوت؟

یہ تو دو مثالیں تھیں تمام کتاب المہند کا یہی حال ہے کہ جان بچانے کیلئے اپنے مذہب پر پردہ ڈال دیا اپنی کفریہ عبارات کو بھی چھپایا۔

• "مرتبین انصاف" کا مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تصنیف سے انحراف

حالانکہ (صراط مستقیم) میں ملفوظات ہیں سید احمد شہید بریلوی کے اور اس کے جمع کرنے والے بھی شاہ اسماعیل شہید کی بجائے مولانا غلام یحیٰ ہیں۔

(انصاف صفحہ نمبر ۴۷)

الجواب: صراط مستقیم مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں سید احمد بریلوی کے دعویٰ تجدید کو ثابت کیا گیا ہے۔ ہم اپنے اس دعویٰ پر چند مورخین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر محمد باقر ایم اے، پی ایچ ڈی (لندن)

صراط مستقیم: یہ کتاب شاہ صاحب کی تصانیف میں سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ بھی فارسی میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں سید احمد بریلوی کے دعویٰ تجدید کو برحق ثابت کیا گیا ہے۔ (اسماعیل شہید صفحہ نمبر ۵۴ مرتبہ عبداللہ بٹ مقالہ (ڈاکٹر محمد باقر مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء)

۲۔ حکیم محمود احمد برکاتی

صراط مستقیم شاہ محمد اسماعیل کی تصنیف ہے۔ (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں لکھی گئی)۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان صفحہ نمبر ۱۹۹، از حکیم محمود احمد برکاتی مطبوعہ لاہور)

۳۔ مولوی رحمان علی

رسالہ اصول فقہ، رسالہ توحید، صراط مستقیم، تنویر العینین، تقویۃ الایمان ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ (تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی صفحہ نمبر ۳۱۲ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء)

۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری

(رسالہ اصول فقہ، رسالہ توحید، صراط مستقیم، تنویر العینین، تقویۃ الایمان کے علاوہ) بحث امکان النظیر وامتناع النظیر، رسالہ ایضاح الحق، منصب امامت رسالہ بے نمازاں اور رسالہ یک روزی بھی ہیں۔

(تذکرہ علمائے ہند مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری صفحہ نمبر ۲۱۲ مطبوعہ کراچی حاشیہ نمبر ۱)

۵۔ مولوی محمد اسحاق مدیر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (یوپی)

موصوف نے "صراط مستقیم" کے سرورق پر یوں تحریر کیا ہے۔

صراط مستقیم

مترجم اردو

مؤلفہ فارسی

جناب مستطاب جرنیل حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید

اس قدر شواہد وحقائق ہونے کے باوجود "مرتبین انصاف" کا یہ کہنا کہ یہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تصنیف نہیں دن کو رات کہنے کے مترادف ہے۔

• نماز میں تصور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی محمد اسماعیل کے نزدیک نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانا بیل گدھے کے تصور میں غرق ہوجانے سے بدرجہا بدتر ہے

"از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ از استغراق در صورت گاؤ خر خود است"۔ (صراط مستقیم صفحہ نمبر ۸۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)، (انصاف صفحہ نمبر ۴۶)

اہل سنت وجماعت کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک نماز میں دل میں لانے کو گائے بیل کے تصور میں غرق ہوجانے سے بدتر کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ سخت توہین شدید ہے جس کے تصور سے مومن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ہم ایسا کہنے والے کو جہنمی اور ملعون تصور کرتے ہیں۔

• **مولوی عبدالماجد کا نماز میں قصداً تھانوی صاحب کا خیال لانا**

مولوی عبدالماجد دریا آبادی تھانوی جی کو لکھتے ہیں:

نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب کو یا نماز پڑھتے فرض کرلیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور یعنی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہرحال یہ عمل عمدہ ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں۔ جواب ملا محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو، ورنہ سم قاتل ہے (حکیم الامت صفحہ نمبر ۶۳ مطبوعہ لاہور)

محققین صوفیاء کرام اور علمائے اسلام کے ارشادات

• **شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (م ۶۳۲ھ) بانی سلسلہ سہروردیہ علیہ الرحمۃ**

"اس کے بعد (تشہد) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام بھیجے اور آپ کو اپنے قلب کے پیش نظر رکھے اور اس کے بعد خدا کے تمام بندوں پر سلام بھیجے" الخ (عوارف المعارف (مترجم) صفحہ نمبر ۳۰۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ "مرتبین انصاف" کو دعوت فکر دیتے ہیں۔

• **حجۃ الاسلام حضرت محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

اور اپنے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی ذات پاک کو حاضر جانو اور کہو: السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(احیاء العلوم جلد اول، صفحہ نمبر ۱۶۹ مطبوعہ مصر)

• **علامہ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

فرماتے ہیں۔ میں نے سید علی خواص رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شارع (حقیقی) نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو

اس بات پر تنبیہ فرمادے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں اس لئے کہ وہ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالمشافہ (روبرو) سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ (المیزان الکبریٰ صفحہ نمبر ۱۳۵ مطبوعہ مصر)

• **حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ**

اہل عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں یہ شرف حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ومتابعت کا طفیل ہے۔ نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہوکر بارگاہ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں حبیب حاضر ہے یعنی دربار خداوندی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہیں حضور کو دیکھتے ہی "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے ہوئے حضور کی طرف متوجہ ہوئے۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۵۰ مطبوعہ مصر)

علاوہ ازیں یہی مضمون درج ذیل کتب میں موجود ہے طوالت کے پیش نظر فقط نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۱۲، طبع مصر۔

۲۔ مواہب الدنیہ جلد ثانی صفحہ نمبر ۲۳۰۔

۳۔ زرقانی شرح مواہب صفحہ ۳۲۹، جلد ۷۔

۴۔ زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول صفحہ ۱۷۰۔

۵۔ سعایہ جلد ثانی صفحہ ۲۲۷۔

۶۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۷ جلد اول۔

۷۔ اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۰۱ طبع ملتان۔

• حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمۃ کا صراط مستقیم کی عبارت سے اظہار نفرت

ایک دفعہ حضرت شاہ ابو الخیر عبداللہ محی الدین فاروقی نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۲۳ء) سجادہ نشین خانقاہ مرزا مظہر جان جاناں دہلوی، خانقاہ میں تشریف فرما تھے مولانا سیف الرحمٰن مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی اور چند دوسرے علماء اور اہل حلقہ بیٹھے تھے کہ شاہجہان پور کے مولانا ریاست علی خاں تشریف لائے۔ یہ مولانا ارشاد حسین رامپوری کے شاگرد اور مرید تھے۔ انہوں نے التحیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور مبارک کے متعلق صراط مستقیم (از مولوی اسماعیل دہلوی) کی گندی عبارت کا ترجمہ آپ کو روتے ہوئے سنایا اور کہا کہ حضرت یہ لوگ ایسی عبارتیں لکھ رہے ہیں آپ کو نہایت ملال ہوا۔ اور یہ آیت ان الذین یؤذن اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرہ پڑھ کر فرمایا ایسے افراد پر لعنت ہے۔ اور نہایت ہی رنج والم کی وجہ سے آپ اٹھ کر حرم سرا میں چلے گئے۔ (مقامات خیر، صفحہ نمبر ۶۰۵، از ابو الحسن زید فاروقی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۲ء)

دیو بندی مذہب

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

اہل سنت کے نزدیک یہ عبارت انبیاء کرام و اولیاء عظام کی سخت توہین کا نمونہ ہے۔ بڑی مخلوق کے معنی رسل کرام اور اولیاء کرام کا ہونا متعین ہو گیا۔ چھوٹی

۱؎ مسک الختام شرح بلوغ المرام صفحہ ۴۵۹، ۴۶۰ جلد اول

مدارج النبوت فارسی صفحہ ۱۳۵ جلد اول

تیسیر القاری شرح بخاری صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۱۷ جلد اول طبع لکھنؤ

فتح الملہم صفحہ ۴۳۳ جلد ۲

اوجز المسالک شرح موطا مالک صفحہ ۲۶۵ جلد اول (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

مخلوق کے لفظ سے چھوٹے مرتبہ کی کل مخلوقات عامہ بغیر تاویل و تامل کے ہر شخص کی سمجھ میں آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بڑے مرتبہ کی خاص مخلوق انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور اولیاء عظام ہی ہیں اب انہیں بارگاہ خداوندی میں معاذ اللہ چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل کہنا اس قسم کی شدید توہین ہے جو محتاج تشریح نہیں۔

عوارف المعارف کی عبارت میں خیانت

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں عوارف المعارف باب نمبر ۶۳ میں ہے۔

یعنی کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تمام مخلوق اسے ایسی دکھائی نہ دے، جیسے اونٹ کی مینگنی۔ (انصاف صفحہ نمبر ۴۸)

اصل عبارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک عام لوگ اس کے نزدیک بکری کی مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں اس کے بعد جب وہ اپنے نفس کی طرف رجوع کرے تو اسے کمترین سے کمترین سمجھے۔ اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوق سے قطع تعلق کیا جائے اور ان کی عادتوں کی پابندی ترک کر دی جائے۔ (عوارف المعارف باب نمبر ۶۳ ترجمہ اردو حافظ رشید احمد ارشد ایم اے، مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۲ء)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ اختیار کرو اور ہر نمازی نماز کی ہر رکعت میں یہی دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار مجھے ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تیرے انعامات ہوئے۔ اور قرآن کریم کی رو سے وہ چار گروہ ہیں۔ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

معلوم ہوا عوارف المعارف میں عام لوگ مراد ہیں نہ کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام وغیرہم۔

• خواجہ نظام الدین دہلوی کی عبارت (انصاف صفحہ نمبر ۴۸) کا جواب

بعض لوگ توہین کو واقعیت پر موقوف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ توہین وتنقیص کا تعلق الفاظ وعبارات سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقع میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے اگرچہ تفصیلات کا بیان واقع کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔

• حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عالم میں کوئی شئے ایسی نہیں جس کے ساتھ ارادہ الٰہیہ متعلق نہ ہو اور اس بنا پر اگر یہ کہہ دیا جائے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد (یعنی پیدا کی ہوئی) ہے تو اس میں کوئی توہین نہیں لیکن اگر اسی واقع کو اس تفصیل سے کہا جائے کہ ظلم، چوری شراب خوری، اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں تو اگرچہ کلام واقعیت کے مطابق ہے لیکن ظلم، فسق وغیرہ کی تفصیل آجانے کے باعث خلاف ادب اور توہین آمیز ہو گیا۔ اسی طرح بدلیل قرآنی اللہ خالق کل شئی کہنا بالکل جائز ہے اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے لیکن اللہ تعالیٰ گندگیوں اور دوسری بری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقیناً موجب کفر ہے۔ ایسے ہی مولوی اشرف علی تھانوی نے بوادر النوادر صفحہ نمبر ۲۰۹ پر لکھا ہے۔ خواجہ صاحب کی عبارت میں عموم پایا جاتا ہے اس لئے قابل گرفت نہیں۔ (آپ نے اسماعیل دہلوی کی طرح چھوٹی (عوام الناس) یا بڑی مخلوق (انبیاء واولیاء) کی تخصیص نہیں کی)۔

• روض الریاحین سے شیخ شہاب الدین کی طرف منسوب کر کے جو عبارت لکھی ہے آپ کی تصانیف میں اس کا نام ونشان نہیں، شیخ موصوف کی اصل عبارت عوارف المعارف سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

• ایک حدیث اور اُس کا صحیح مفہوم

(انصاف صفحہ نمبر ۴۸ کا جواب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ یعنی عبادت کے لائق فقط اور فقط اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور میں خالق نہیں بلکہ مخلوق ہوں اس ناطے سے میری تعظیم کرو۔

یہ حدیث مبارک تحریر کرنے کے بعد مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیئے پس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیاء وامام زادے، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی ہے وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۵۸)

تقویۃ الایمان کی عبارت کا مفہوم ومطلب بالکل واضح ہے کہ انبیاء واولیاء اور امام وغیرہ سب انسان ہی ہیں اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی یعنی فضیلت دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے اور انبیاء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی یقیناً داخل ہیں۔ لہٰذا عبارت کی رو سے آپ بھی بڑے بھائی ٹھہرے اور آپ کی تعظیم بھی بڑے بھائی کی سی کرنی ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

علماء دیوبند کا فتویٰ

''جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اسکے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے''۔ (المہند صفحہ نمبر ۲۲)

''مرتبین انصاف'' سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے پرائے کی تمیز کئے بغیر

سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ دیکھتے ہیں اونٹ کس کروٹ بدلتا ہے۔

مسئلہ بشریت اور اہل سنت کا موقف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور آپ کی نورانیت کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶)

قرآن وحدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے لفظ نور بھی وارد ہوا ہے اور لفظ بشر بھی، مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ ''قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین'' (المائدہ آیت نمبر ۱۵)

یہاں نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا. (بنی اسرائیل آیت ۹۳)

'' آپ فرما دیجئے میرا رب پاک ہے میں نہیں ہوں مگر بشر (اللہ کا) بھیجا ہوا (رسول)''۔ (البیان)

لہٰذا قرآن وحدیث پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور بھی مانیں اور بشر بھی تسلیم کریں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا بشر نہ مانیں جس میں بشریت کا کوئی عیب ہو، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقی معنی میں ''محمد'' ہیں اور لفظ محمد کے معنی ہیں ''بے عیب'' اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا نور تسلیم کرے کہ بے عیب بشریت کے منافی نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وجود ہیں۔

ایک اوّل جو نور ہے دوسرا آخر جو بشری اور روحانی ہے۔ بشری وجود سے مراد عام لوگوں جیسا نہیں، بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود بشری، بشریت کے ہر نقص وعیب سے مبراء، انتہائی لطیف اور پاکیزہ ہے۔ جس کا تصور ہی کسی

بشر کیلئے ناممکن ہے۔ آپکی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور حسی اور نور معنوی دونوں کا پیکر ہے۔

- قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (المتوفی ۱۳۵۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کیلئے ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ طریق تکریم وتعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بہ حسب لغت عربیہ عظمت وکمال پایا جاتا ہے یا حقارت، میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے۔ مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس وناکس سوائے اہل تحقیق وعرفاں کے رسائی نہیں رکھتا۔ لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کیلئے جائز اور عوام کیلئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مہریہ صفحہ نمبر ۱۰ از مجدد گولڑوی)

یعنی عوام الناس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیر البشر، افضل البشر اور اکمل البشر کہہ کر یاد کریں۔

مسئلہ تکفیر اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی

(انصاف صفحہ نمبر ۴۹ کا جواب)

مولانا احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہٗ تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم اور التزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھتے یا امام الطائفہ کی توبہ مشہور ہونے کے باعث ازراہ احتیاط مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ اگرچہ وہ شہرت اس درجہ کی نہ تھی کہ کف لسان کا موجب ہوسکے لیکن اعلیٰ حضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ (ملاحظہ فرمائیے الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ نمبر ۲۶ طبع اہل سنت وجماعت بریلی)

الزام: بریلوی اعلیٰ حضرت مصنف حسام الحرمین نے فتویٰ کفر بنانے کیلئے عبارت تین جگہ سے لی۔ درمیان میں نہ صفحہ نمبر دیا نہ اشارہ۔ بلکہ تینوں مقامات کی عبارت کو ملا

کرایک عبارت بنادی تاکہ ان کا خودساختہ جھوٹا الزام مولانا نانوتوی پر لگ سکے۔

- ایک ٹکڑا ...... تحذیر الناس صفحہ نمبر ۱۴ سے لیا۔
- دوسرا ٹکڑا ...... تحذیر الناس صفحہ نمبر ۲۸ سے لیا۔
- تیسرا ...... تحذیر الناس صفحہ نمبر ۳ سے لیا۔

ان تین مقامات سے عبارت سیاق سباق سے کاٹ لی درمیان میں نہ صفحہ کا حوالہ نہ تقدم نہ تاخر کا نشان...... اس طرح صحیح عبارت کو کفری معنی پہنائے جس سے انگریز آقا کو خوش کرنے کا ذریعہ نکالا۔الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۵)

الجواب: یادرہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے تحذیر الناس کی تین عبارتوں کو مسلسل کلام میں بیان فرمایا ہے لیکن حضرت موصوف پر یہ الزام سراسر غلط ہے کہ انہوں نے ناتمام فقروں کو مختلف صفحات سے لے کر ایک ہی فقرہ بناڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ مسلسل کلام میں بیان کردیا گیا ہے۔ حسام الحرمین کی عبارت حسب ذیل ہے

''قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ لوفرض فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم بل لوحدث بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذلک بخاتمیۃ وانما یخیل العوام انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اخر النبیین مع انہ لافضل فیہ اصلاً عند اہل الفہم''۔ (حسام الحرمین صفحہ نمبر ۱۰۰)

اس عبارت میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے وہ تین عبارتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس صفحہ نمبر ۱۳)

(۲)۔ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں

سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدر پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ میں بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس صفحہ نمبر ۲۴)

(۳)۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔الخ (تحذیر الناس صفحہ نمبر ۳)

فاضلِ بریلوی نور اللہ مرقدہٗ پر آپ کا اعتراض غلط ہے

آپ کا یہ اعتراض کہ حسام الحرمین میں تین مختلف صفحات سے بے ترتیب تین ناتمام فقروں کو لے کر ایک ہی فقرہ بناڈالا قطعاً غلط ہے۔ ہم نے تحذیر الناس کے تینوں بے ترتیب فقرے مختلف صفحات سے خط کشیدہ کی صورت میں نقل کردیے ہیں اور ساتھ ہی زائد عبارت بھی نقل کردی ہے تاکہ ہر فقرہ کا تمام یا ناتمام ہونا اچھی طرح واضح ہوجائے۔ نیز ان کے مضمون کا وہ خلاصہ بھی ذہن نشین ہوجائے جسے حسام الحرمین میں بیان کیا گیا ہے۔

تینوں فقرے مکمل ہیں

ہر منصف مزاج آدمی تحذیر الناس کے منقولہ بالا تینوں فقروں کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ تینوں مستقل فقرے ہیں (جوکہ اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہیں)۔ صفحہ نمبر ۱۳ والے فقرے کا صاف وصریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی پیدا ہوجاتا تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہ آتا۔ ''بالفرض'' کے لفظ سے ''پیدا'' ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ کیونکہ پہلے انبیاء میں سے کسی نہ کسی نبی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں ہونا تو امر واقعی ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ امر واقع کو ''بالفرض'' سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے زمانہ نبوی میں کہیں کسی اور نبی کا ہونا ''مطلقاً ہونے'' کے معنی نہیں دیتا بلکہ پیدا ہونے کے معنی میں دلالت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مستقل مضمون ہے جسے مستقل فقرہ میں صاحب تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔ نیز یہی معنی مرزائی تجویز کرتے ہیں اور یہ ایسے معنی ہیں جنہیں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے تجویز نہیں کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جدید نبی

صفحہ نمبر ۲۳ والے دوسرے فقرے کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی جدید نبی مبعوث ہو جائے تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ بھی ایک مستقل مفہوم ہے۔ جسے مکمل عبارت میں صاحب تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔

صفحہ نمبر ۳ والے تیسرے فقرے کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ تاخر زمانی میں فضیلت ماننا اور خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ہے سمجھدار لوگوں کے نزدیک اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ لہٰذا یہ معنی غلط ہیں کیونکہ اگر یہ معنی صحیح ہوں تو مقام مدح میں اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جائے گا یہ مضمون بھی مکمل ہے جسے مستقل عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔

تین عبارتوں کا مفہوم

ان تینوں عبارتوں اور ان کے واضح مطلب کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد یہ کہنا کہ نامکمل اور بے ترتیب فقروں کو جوڑ کر کفریہ معنی پیدا کئے گئے ہیں سراسر ظلم اور زیادتی

نہیں تو اور کیا ہے۔ تحذیر الناس کی ان تینوں عبارتوں کو ترتیب سے پڑھا جائے یا بے ترتیب، ایک عبارت کو پڑھا جائے یا تینوں کو ہر ایک کا وہی مطلب ہوگا جو بیان کیا جا چکا ہے اور یہ تینوں عبارتیں اسلام کے تین اصولی عقیدوں کے خلاف ہیں۔

(۱)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی کسی نبی کا پیدا ہونا اسلامی عقیدہ کے منافی ہے مگر تحذیر الناس کی پہلی عبارت (ہماری ترتیب کے مطابق) میں صاف مذکور ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی (پیدا) ہو جب بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۳)

(۲)۔ دوسری عبارت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
(صفحہ نمبر ۲۳)

حالانکہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا اسلام کے بنیادی عقیدہ کے قطعاً مخالف ہے۔

(۳)۔ تیسری عبارت میں بھی صاف صاف مذکور ہے کہ ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں'' مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (صفحہ نمبر ۳)

ہر مسلمان قطعاً یقیناً جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بلا شبہ اس معنی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔

مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارت میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو عوام کا خیال قرار دینا معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور اس وقت تک کی

ساری امت کو عوام میں شمار کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

نیز دیکھنا چاہیئے کہ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں کس کس نے لیا ہے؟ تا کہ معلوم ہو جائے کہ حسب زعم نانوتوی صاحب وہ نا سمجھ عوام کون لوگ ہیں۔ ذات قدسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، ائمہ مجتہدین اور علمائے راسخین ہیں جنہوں نے لفظ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لیا ہے۔ لہٰذا بمعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخیار امت بلکہ کل امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ "معاذ اللہ" نا سمجھ عوام میں داخل ہو گئے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی اور عقیدۂ بدعت ضلالہ

نبوت و رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق باطل ہے۔ نبوت کو بالذات اور بالعرض میں تقسیم کرنا نانوتوی صاحب کی اتنی بڑی جرأت ہے جو چودہ سو (۱۴۰۰) برس کے عرصہ میں کسی مسلمان نے نہیں کی اور یہ عقیدہ بدعت ضلالہ ہے۔

علاوہ ازیں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین وارد ہوا ہے اس کے معنی منقول متواتر آخر النبیین ہی ہیں جو شخص اس کو عوام کا خیال بتاتا ہے، قرآن کریم کے معنی منقول متواتر کا منکر ہے۔

(افادات علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ)

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک محل ہے جس کی تعمیر عمدہ ہے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے دیکھنے والے اس کے گرد گھومتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کر دی میرے ساتھ عمارت مکمل کر دی گئی اور میرے ساتھ رسول ختم کر دیے گئے۔ ایک

روایت میں ہے وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"۔

(متفق علیہ مشکوۃ[1] مترجم صفحہ نمبر ۱۱۶ جلد نمبر ۳، طبع لاہور)

(۲)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

چھ چیزوں کی مجھ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت ہے۔ میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، غنائم میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں، زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے، میں سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں۔

(مسلم، مشکوۃ[2] مترجم صفحہ نمبر ۱۱۶ جلد ۳، طبع لاہور)

- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ستائیس[3] (۲۷) دجال اور کذاب ہوں گے جن میں سے چار عورتیں ہوں گی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(مسند احمد صفحہ نمبر ۳۹۶ جلد ۵)

---

1. صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۵۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۲۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث ۱۱۳۲۲، مسند احمد رقم الحدیث ۷۴۷۹ طبع بیروت۔

2. مسلم رقم الحدیث ۵۲۳، ترمذی شریف رقم الحدیث ۱۵۵۳، مسند احمد صفحہ نمبر ۴۱۲ جلد ۲۔
(ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

3. حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس (۳۰) کذاب (پیدا) ہوں گے ان میں سے ہر ایک کا گمان ہو گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲، مسلم رقم الحدیث ۲۸۸۹، ترمذی رقم الحدیث ۲۲۰۲، ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲، بخاری شریف رقم الحدیث ۷۱۲۱ میں ہے عنقریب تیس (۳۰) کذاب نکلیں گے ان میں سے ہر ایک کا زعم ہو گا کہ وہ رسول اللہ ہے (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)۔

- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (ابن حبان)

- حضرت مالک ابن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ [1]

(مستدرک، طبرانی)

- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور تمام انبیاء کا خاتم اور آخر۔ (بیہقی، مستدرک اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی)

منکر ختم نبوت باجماع صحابہ و تابعین کافر ہے

مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دعویٰ نبوت کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیروکار ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلا اہم جہاد جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کیا وہ اسی کی جماعت پر تھا۔ جمہور صحابہ مہاجرین و انصار نے اس کو محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے اور اس کی جماعت کو اس کی تصدیق کی بنا پر کافر سمجھا اور باجماع صحابہ و تابعین ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے اور یہی سب سے پہلا اجماع

[1] تخریج احادیث: بخاری رقم الحدیث ۳۴۱۶، مسلم رقم الحدیث ۲۴۰۴، ترمذی رقم الحدیث ۳۷۳۱، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۸۴۳۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث ۳۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، المستدرک صفحہ ۱۱۷ جلد ۳، سنن بیہقی صفحہ ۴۰ جلد ۹، صحیح ابن حبان صفحہ ۶۹۲۷، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۹۷۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۶۰ جلد ۱۲ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

تھا حالانکہ مسیلمہ کذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا۔

(ختم نبوت حصہ سوم صفحہ نمبر ۳۰۲ از مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی)

- حضرت قاضی عیاض مالکی اندلسی (المتوفی ۵۴۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ کی طرف سے یہ خبر دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

(شفا صفحہ نمبر ۲۴۶، ۲۴۷ جلد نمبر ۲، از قاضی عیاض مالکی اندلسی طبع دار الفکر بیروت)

- امام طحاوی حنفی (المتوفی ۳۲۱ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اور دعویٰ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغاوت اور گمراہی ہے اور آپ ہی تمام مخلوق جن و انس کیلئے رسول ہیں۔

- علامہ خفاجی حنفی (المتوفی ۱۰۶۹ھ) علیہ الرحمۃ شرح شفا میں لکھتے ہیں:

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول اور نہ آپکے عہد میں (پیدا ہوگا)۔ (نسیم الریاض صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ جلد ۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

- فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

جب تک کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد نمبر ۳)

- ملا علی قاری حنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باجماع کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔
(میزان العقائد)

● حضرت امام محمد غزالی (التوفی ۵۰۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بے شک امت نے اس لفظ خاتم النبیین اور (لانبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے باجماع یہی سمجھا ہے کہ آپکے بعد اب تک نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔

(الاقتصاد صفحہ نمبر ۱۲۸ طبع مصر بحوالہ ختم نبوت از مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی)

تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)۔ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائے اسکی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے وہی معنی بیان فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائے دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ ثابت کردے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان فرمائے ہوں بلکہ اس کے بغیر اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی وارد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' میں خاتم النبیین ہوں یعنی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی معنی صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے اور صحابہ کرام نے تابعین عظام کو علیٰ ہذا القیاس تمام محدثین، مفسرین، ائمہ مجتہدین کل علماء راسخین نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین سمجھے ہیں اور اسی پر ایمان لائے۔ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان کئے ہوں تو ہم اپنی غلطی تسلیم کرلیں گے۔

(۳)۔ قرآن کریم کے لفظ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر النبیین قطعی اجماعی ہیں جیسا کہ ہم نے شفاء از قاضی عیاض مالکی اندلسی علیہ الرحمۃ جلد نمبر۲ سے نقل کرچکے ہیں۔

مرزائی بھی خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کو عوام کا خیال بتاتے ہیں:

پس احمدیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ خاتم النبیین نہیں تھے جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہیں (یعنی آخری نبی) نہ تو قرآن کریم کی متذکرہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں اور نہ ہی اس سے رسول کریم کی عزت اور شان اس طرح ظاہر ہوتی ہے جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔
(احمدیت کا پیغام صفحہ نمبر ۱۰ طبع حیدرآباد دکن بار دوم ۱۹۵۰ء/۱۳۷۰ھ)

مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

''مرتبین انصاف'' دونوں عبارتوں کو بغض وعناد کی عینک اتار کر پڑھیں جن سے اظہر من الشمس ہے کہ دونوں حضرات خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کو مقام مدح میں تسلیم نہیں کرتے اور خاتم النبیین کے قطعی اور اجماعی معنی آخری نبی کو تسلیم نہیں کرتے[1]

● ''مرتبین انصاف'' کی تحریر کردہ ایک عبارت اور اُس کا جواب

''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں کہ آپ کی ختم نبوۃ زمانہ کے لحاظ سے بھی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں عام معنی یہی لیا جاتا ہے اور آپ کی ختم نبوت مراتب کے لحاظ

[1] قاری محمد طیب دیوبندی لکھتے ہیں ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے (خطبات حکیم الاسلام صفحہ نمبر ۵۵ جلد اول طبع ملتان ۱۴۰۰ھ) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

سے بھی ہے کہ آپ پر تمام مراتب ختم ہیں۔ (انصاف نمبر ۵۰)

الجواب: مرتبین کا یہ کہنا کہ ختم نبوت کی طرح آپ پر تمام مراتب بھی ختم ہیں۔ اس قول کی بنا پر سد باب ہی کے لزوم پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان وایقان، علم وعمل، ہدایت وتقویٰ غرض ہر خوبی اور ہر کمال کا دروازہ بند ہونا لازم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس طرح کسی نبی کے آنے کے استحالہ کا لزوم مانا گیا ہے اسی طرح مومن، صالح، شقی مجتہد کے وجود کو بھی حضور کے بعد محال ماننا پڑے گا کیونکہ تحذیر الناس کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ موصوف بالذات کیلئے تاخر زمانی لازم ہے۔

(ابتکبیر بر دالتحذیر صفحہ نمبر ۲۲، ناشر مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

گنگوہی کے فتویٰ وقوع کذب باری تعالیٰ کی عبارت

سوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

ماقولکم رحمکم اللہ! دو شخص کذب باری تعالیٰ میں گفتگو کرتے تھے ایک کی طرف داری کے واسطے تیسرے نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک الخ لفظ ''ما'' عام ہے شامل ہے معصیت قتل مومن کو پس آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ پروردگار مغفرت مومن قاتل بالعمد بھی فرمادے گا۔ اور دوسری آیت میں ہے ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا الخ لفظ من عام ہے شامل ہے مومن قاتل بالعمد کو، اس سے معلوم ہوا کہ قاتل مومن بالعمد کی مغفرت نہ ہوگی۔ اس قائل کے خصم نے کہا کہ آپ کے استدلال سے وقوع کذب باری ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں ویغفر ہے نہ ویمکن ان یغفر، یہ سن کر اس قائل نے جواب دیا میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب کا قائل نہیں ہوں اور دوسرا قول اسی قائل کا یہ ہے کہ کذب علی العموم قبیح بمعنی منافر للطبع نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے بعض مواضع جائز رکھا ہے اور توریہ وعین کذب بعضے مواضع میں دونوں اولیٰ ہیں نہ فقط توریہ، آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر اور مسلمان ہے تو بدعتی ضال یا اہل سنت وجماعت باوجود قبول کرنے کے کذب باری تعالیٰ کے، بینوا توجروا۔

الجواب...... اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علماء وسلف کی قبول کرتی ہے چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب رسالہ تنزیہ الرحمٰن اپنے رسالہ میں تصریح کرتے ہیں بقول علاوہ اس کے مجوزین خلف وعید وقوع خلف کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ ان کے دلائل سے ظاہر ہے: حیث قالوا لانہ لیس بنقص بل ہو کمال۔ الخ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض علماء خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو۔ سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے۔ گاہ ہے وعدہ گاہ ہے خبر اور سب کذب کے انواع اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہوگا۔ لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو۔ پس بناء علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے ہر چند یہ قول ضعیف ہے مگر تاہم مقدمین کے مذاہب پر صاحب دلیل قوی کو تضلیل صاحب دلیل ضعیف ہے مگر تاہم مقدمین کے مذہب پر صاحب دلیل قوی کو تضلیل صاحب دلیل ضعیف کی درست نہیں دیکھو کہ حنفی شافعی پر اور بعکس بوجہ قوۃ دلیل اپنی کے طعن وتضلیل نہیں کر سکتا انا مومن انشاء اللہ کا مسئلہ کتب عقائد میں خود لکھتے ہیں لہٰذا اس ثالث کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہیے البتہ بہ نرمی اگر فہمائش ہو بہتر ہے البتہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے اس میں کسی کا خلاف نہیں اگرچہ اس زمانے میں لوگوں کو اعتقاد بیجا ہو گیا ہے۔ قال اللہ ولو شئنا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین الآیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

نوٹ: اس قلمی فتویٰ کا عکس اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو۔

اہل سنت وجماعت کا مسلک

جوہر، جسم، عرض، مکان، زمان، جہت، حرکت، انتقال، تبدیل، ذاتی و صفاتی جہل، کذب ممکنات سے مختص ہیں۔ ذات حق پر یہ سب محال بالذات ہیں۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں۔

الغرض عبارات مذکورہ سے اس کی صراحت ہوگئی کہ خدا کو محالات مثلاً شریک باری وغیرہ کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں اور یہ نقص (عجز) نہیں عین کمال ہے اسی پر تمام متکلمین کا اتفاق ہے اور عقل ونقل دونوں یہی بتاتی ہیں اس کا انکار ایک عجیب بات ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ صفحہ نمبر ۵ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۵ء)

نیز فرماتے ہیں: کسی ایسے کام پر قادر نہ ہونا جو درحقیقت تعلق قدرت کے لائق ہی نہیں نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے اس کی صراحت کتب فقہ وکلام میں موجود ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ صفحہ نمبر ۴ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۵ء)

• مسئلہ حاضر وناظر اور اہل سنت کا موقف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مع جسم اطہر ایک ہی وقت میں بطور معجزہ مختلف مقامات پر حاضر ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے جیسا کہ اولیاء اللہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

اکمل اولیاء اللہ کو تبارک وتعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مکتوبات صفحہ نمبر ۵۸ جلد دوم)

• علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آن میں متعدد جگہوں میں مقبولانِ الٰہی کے موجود ہونے پر واقعہ معراج سے استدلال کیا ہے۔ پھر ایک بزرگ حضرت ابراہیم نامی کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک جمعہ ایک ہی آن میں پچاس جگہ پڑھایا، اس کے علاوہ دیگر بزرگانِ دین کے واقعات ذکر فرمائے ہیں (درالغواص صفحہ نمبر ۱۶۴ تا ۱۶۶)

• امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً زندہ ہیں اپنے بدن اور روح کے ساتھ قبر میں اور سیر وتصرف فرماتے ہیں[1] زمین اور آسمان میں اور آپ کے اندر کوئی

[1] خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف یتصرف فی الکون باذن اللہ تعالیٰ کیف شاء، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (المہند صفحہ نمبر ۱۳۱ طبع ملتان)، (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

تغیر نہیں ہوا۔ (تنویر الحلک صفحہ نمبر ۱۹ مطبوعہ استنبول ترکیہ)

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمانیت اور بشریت کے بغیر حاضر ناظر ہونا بایں طور کہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت اور نورانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے اور روحانیت ونورانیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کیلئے قرب و بعد یکساں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت ورحمت تمام عالمین پر حاوی ہے۔ زمین وآسمان کا کوئی گوشہ نگاہ رسالت سے مخفی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو رکھ دیا ہے پس میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسا اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔ (مجمع الزوائد صفحہ نمبر ۲۸۷ جلد ۸ طبع بیروت)

● حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اب رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر و باطن ہونا تو آپ کے انوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے۔ (مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۸ جلد اول)

● امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شخص واحد ہی شمار نہ کرو اور بشریت کی نگاہ سے ان کی طرف نظر نہ کرو تا کہ ان کو اجزائے بشر میں سے ایک جز دیکھو بلکہ ان کی اس صورت پر نظر کرو جو اس وجود سے پہلے تھی تاکہ تمہیں ایک ایسا نور نظر آئے جس نے تمام موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (مجربات غزالی صفحہ نمبر ۳۳۳ طبع لاہور)

● قطب عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عرض کی کہ جہاں درود شریف پڑھا جائے کیا وہاں روح محمدی موجود ہوتی ہے حضور قدس سرہٗ نے فرمایا کہ روح مبارک کا تشریف لانا اس طرح سمجھنا چاہیئے جیسے سورج اپنی جگہ پر قائم ہے لیکن اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے روحانی سفر میں قرب و بعد عنصری نہیں ہوتا۔ حقیقت محمدیہ جمیع حقائق امکان پر مقدم واعلیٰ واکمل وافضل ہے۔

(ملفوظات مہریہ صفحہ نمبر ۱۲۵)

● مولوی عبدالمالک صدیقی دیوبندی خانیوال

اوّلین رحمت جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ظہور میں ظاہر فرمایا وہ ظہور نور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس نور کو صور علمیہ سے بغیر کسی واسطہ وذریعہ اور سبب اپنے امر وقدرت سے جیسا کہ اس کے کمالات علم الٰہیہ میں تھے فی الخارج ظاہر فرمایا اور یہ تمام کائنات اس نور کے دائرے کے اندر ہی اندر ہے۔ الخ

(مفہومات صادقیہ یعنی فیوضات صدیقیہ صفحہ نمبر ۵۷ از افادات مولوی عبدالمالک دیوبندی)

مسئلہ علم غیب اور اہل سنت کا موقف

بہ نسبت علوم اوّلین وآخرین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اعلیٰ واکمل ہے اور آخر عمر مبارک تک ملکوت سماوی وارضی وتمام مخلوقات وجملہ اسمائے حسنہ وآیات کبریٰ وامور آخرت واشراط ساعت واحوال سعد واشقیاء علم ما کان وما یکون پر آپکا علم محیط ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشریہ وملکیہ سے آپکا علم اعلیٰ واکمل ہے۔ جمیع جزئیات خمسہ کا علم جس میں خاص وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاصل ہے۔

علم الٰہی (جل جلالہٗ) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم میں امور ذیل فارق ہیں

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا علم مستفاد، اسے بالواسطہ، بالعرض، عطائی اور وہبی کہتے ہیں۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ممکن ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی سرمدی اور ابدی حقیقی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حادث ہے

(۴)۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم متناہی ہے۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مخلوق ہے۔

(۶)۔ اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مقدور ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی زیر قدرت ہے)۔

(۷)۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب البقاء اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم جائز الفناء ہے۔

(۸)۔ اللہ تعالیٰ کا علم ممتنع التغیر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ممکن التبدل ہے۔

(۹)۔ تمام مخلوقات کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے اور ان کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بمنزلہ سمندر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔

پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ جیسا علم مانے اور اللہ جل جلالہٗ ہی کی طرح حاضر ناظر جانے پس اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔ اور اسی کی طرف مختلف فقہاء نے اپنی اپنی تصانیف میں اشارہ کیا ہے۔

الزام: ”مرتبین انصاف“ درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت بریلوی کی صریح گستاخی“

میرے بھائی برکات احمد صاحب کے انتقال کے دن مولوی سید احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یارسول اللہ! کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے (بریلوی اعلیٰ حضرت نے فرمایا) الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (ملفوظات حصہ دوم صفحہ نمبر ۲۵)، (انصاف صفحہ نمبر ۵۵)

الجواب:

عالم رؤیا اور عالم دنیا

یہ دو عالم ہیں عالم رؤیا کو عالم دنیا پر قیاس کرنا سراسر باطل ہے۔ عالم رؤیا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام پر نافذ نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

”حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص مرفوع القلم ہیں، سویا ہوا، جب تک بیدار نہ ہو اور نابالغ جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون جب تک ہوش درست نہ ہوں۔ (ابوداؤد شریف صفحہ نمبر ۲۵۶ جلد ۲ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

● امام الہند شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں ماہ رمضان میں ایک دن میں نے سخت مشقت کی جس کی وجہ سے مجھ پر سخت کمزوری ہوگئی قریب تھا کہ میں اس بنا پر افطار کر دیتا اور فضیلت صوم کے فوت ہونے سے مجھے بہت غم ہوگا۔ اس اندوہ میں مجھے اونگھ آگئی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے بہت لذیذ خوشبودار کھانا جسے ہندوستان میں زردہ پلاؤ کہتے ہیں۔ عنایت فرمایا، میں نے سیر ہوکر کھایا۔ پھر بہت ہی لطیف ٹھنڈا پانی عنایت فرمایا۔ میں نے سیر ہوکر پیا۔ پھر میں بیدار ہوگیا۔ بھوک و پیاس تمام زائل ہوچکی تھی اور سیر شکم حاصل ہوگئی تھی میرے ہاتھ میں ابھی تک زعفران کی خوشبو باقی تھی بعض عقیدت مندوں نے اسے احتیاط سے دھو کر رکھ لیا اور برکت اور تبرک کے طور پر اس سے روزہ افطار کیا۔

(انفاس العارفین صفحہ نمبر ۷۱ مطبوعہ لاہور از حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

دیکھیے خواب میں حضرت شاہ عبدالرحیم نے کھانا کھایا، پانی پیا مگر ان کے روزے پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے وقت روزہ (یعنی سورج غروب ہونے) پر روزہ افطار کیا۔

● **مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**

علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کیلئے گناہوں سے استغفار کرنا، ان کیلئے دفع بلا کی دعا کرنا، اطراف زمین میں آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اسکے جنازہ میں جانا۔ یہ چیزیں حضور صلی اللہ علی وآلہ وسلم کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس میں احادیث اور آثار آئے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی صفحہ نمبر ۱۵۳ مطبوعہ

• صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔ (تفسیر روح البیان صفحہ نمبر ۹۹، جلد دہم، مطبوعہ الریاض سعودی عرب)

• حافظ ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

بہت دفعہ لوگوں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے لشکروں کو شکست دے دی پھر اس کا ظہور بھی ہوا۔ اور ٹڈی دل لشکر، نہتے کمزور اور تھوڑے مسلمانوں سے شکست کھا گیا۔ (کتاب الروح صفحہ نمبر ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

• تین مستند واقعات

۱۔ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ کا سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا میں حسین کے قتل کی جگہ گیا تھا۔ (ترمذی شریف صفحہ نمبر ۲۱۸ جلد ۲)

• مولوی اشرف علی تھانوی اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضور روح اور مقام روح کا بعد مفارقت عالم دنیا کے گو اصلی مقام دوسرا ہے لیکن اگر باذن الٰہی کسی وقت بطور خرق عادت اس عالم میں آجائے تو ممکن ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا اور چونکہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا اس میں تاویل اور صرف الی المجاز کی ضرورت نہیں، محمول حقیقت پر ہوگا۔ (التکشف صفحہ نمبر ۵۰۴ مطبوعہ دہلی)

۲۔ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ایک روز سید عبداللہ اور ان کے استاذ صاحب دونوں قرآن مجید کا ورد کر رہے تھے کہ کچھ لوگ عرب صورت سبز پوش گروہ در گروہ ظاہر ہوئے ان کے سردار نے مسجد کے قریب ہو کر ان قاریوں کی قرأۃ کو سنا اور کہا: ''بارک اللہ اوبت حق القرآن''۔ اور مراجعت فرمائی۔ ان عزیزوں کی عادت تھی کہ قرآن مجید پڑھتے وقت آنکھیں بند کر لیتے تھے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جب سورۃ ختم کر لی تو سید عبداللہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ تھے ان کی ہیبت سے میرا دل کانپ اٹھا۔ لیکن قرآن مجید کے احترام کی وجہ سے میں کھڑا نہ ہوا۔ سید عبداللہ نے کہا کہ اس قسم کے گھوڑے تھے۔ جب انکا سردار پہنچا تو میں بیٹھا نہ رہ سکا میں نے اٹھ کر انکی تعظیم کی اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور آدمی اسی وضع کا آیا اور کہا کہ گزشتہ رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے اور اس حافظ کی تعریف فرماتے تھے جو اس جنگل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ تعریف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ علی الصبح میں اس سے ملوں گا اس کی قرأۃ سنوں گا۔ آپ تشریف لائے تھے یا نہیں؟ اور اگر تشریف لائے تھے تو کہاں گئے ان دونوں نے جب یہ بات سنی تو دائیں بائیں بھاگے لیکن کوئی نشان نہ ملا۔ راقم الحروف شاہ ولی اللہ کا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مدت دراز تک اس جنگل سے خوشبو آتی رہی (انفاس العارفین صفحہ نمبر ۲۳، ۲۵ مطبوعہ لاہور)

۳۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جب دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ تو قلعہ فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ فرما رہے تھے ''تفتح المدینۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فی ہذہ اللیلۃ'' اے ابوعبیدہ آج رات شہر فتح ہو جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ہی واپس جانے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ جلد واپس جا رہے ہیں۔ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں جانا ہے۔ (فتوح الشام از علامہ واقدی صفحہ نمبر ۳۵ جلد ۲ مطبوعہ مصر)

جواب دو؟

مولوی برکات احمد کی نماز جنازہ مولانا احمد رضا نے پڑھائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باطنی طور پر اس میں شمولیت فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باطنی طور پر شمولیت فرمائی۔

اگر......! مولوی برکات احمد کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجہ سے مولانا احمد رضا مورد طعن ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں نہیں؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قول کی وضاحت

الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ یہ الفاظ مولانا احمد رضا ن نے بطور تشکر فرمائے ہیں اس نیک بخت انسان کی نماز جنازہ پڑھانے پر جس کی نماز جنازہ میں باطنی طور پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام ہونے پر [1]

---

[1] نبی اکرم ﷺ کی حکیم برکات احمد کی نماز جنازہ میں شرکت باطنی طور پر ہے مرتبین انصاف اور مقلد وغیر مقلد وہابی مل کر بتائیں نمبر ۱ اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے اور کسی نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں تو اب مسلمانوں پر اس آدمی کا جنازہ پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ ۲ اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیں فرض کفایہ کے تارک ہونے پر گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اور نماز جنازہ بغیر جماعت و امام کے پڑھی جائے یا جماعت و امام کے ساتھ اگر امام بنایا جائے تو یہ امام نبی اکرم ﷺ کا مقتدی ہوگا یا امام؟ نمبر ۲ حضور ﷺ کی موجودگی یعنی حالت ظاہری میں کسی امتی کا آپ کی امامت کرنی کفر ہے یا فسق یا مکروہ ہے؟ نمبر ۳ صرف امام بننے سے امام کا مقتدی سے افضل ہونا لازم ہے؟ نمبر ۴ کیا افضل کی موجودگی میں مفضول کا امام بننا کفر ہے یا فسق و مکروہ ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر اعتراض سوائے بغض و حسد کے کچھ نہیں اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو آنکھیں کھول کر ان احادیث مبارکہ کا جواب دیجئے (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۳۳ اور ۱۸۰ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے دوران سفر نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز ادا فرمائی نمبر ۲ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں

"مرتبین انصاف" اور جاء الحق کی عبارات میں تحریف

عبارت نمبر ۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلحاء کے جنازہ میں جسم پاک سے تشریف لاتے ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۵۵)

(مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۹۶ جلد اول) اس سے وہ اعتراض کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو تم مصلی پہ کیوں کھڑے ہوتے ہو حضرت صدیق اکبر نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں سترہ نمازیں مسجد نبوی شریف میں مصلی رسول پر کھڑے ہو کر پڑھائیں نمبر ۳ جب نبی اکرم ﷺ نے وصال فرمایا تو آپ نے آخری نماز حضرت صدیق اکبر کے پیچھے ادا فرمائی (مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۱۰۲ جلد ۳) نمبر ۴ علامہ بدرالدین حنفی علیہ الرحمۃ المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ ایام علالت میں نبی اکرم ﷺ نے تین بار حضرت صدیق اکبر کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری جز ۵ صفحہ ۱۹۰ طبع بیروت) حاسدین رضا بتائیں ان کے نزدیک کسی امتی کا نبی اکرم ﷺ کی امامت کرنی بے ادبی و گستاخی ہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی اقتداء میں پانچ نمازیں ادا فرمائی ہیں (بخاری رقم الحدیث ۵۲۱، ۳۲۲۱، ۴۰۰۷ جلد اول صفحہ ۷۵، ۴۵۷، جلد ۲ صفحہ ۵۷۱ طبع کراچی، مسلم صفحہ ۲۲۱ جلد اول طبع کراچی، ترمذی صفحہ ۲۱ جلد اول طبع دہلی، ابوداؤد صفحہ ۶۲ جلد اول طبع ملتان، سنن نسائی صفحہ ۸۶ جلد اول طبع کراچی، سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۹ طبع کراچی، موطا امام مالک صفحہ ۳۰ طبع کراچی) نیز قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اکٹھے ہوں گے تو امام حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے (نزہۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۲۰۳ جلد ۲ طبع لاہور) اب حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نمبر ۵ تمہارے عقیدہ کے مطابق حضور ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان صفحہ ۶۱ طبع دہلی میں ہے میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ نعوذ باللہ، تو تمہیں چیخنے چلانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جبکہ تمام امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا (تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۶ جلد اول طبع لاہور) شیخ سعید گنگروہی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرور عالم ﷺ تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا

اصل عبارت: علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کیلئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا کرنا، اطراف زمین میں آنا جانا (جسم مثالی کے ساتھ) اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازہ میں جانا، یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی صفحہ نمبر ۱۸۴، ۱۸۵، جلد ۲ طبع ملتان)

عبارت نمبر ۲: اسی طرح محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں بھی جسم پاک سے تشریف لاتے ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۵۵)

یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ کی شرکت کیلئے تشریف لائے ہیں (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۰۴ طبع کراچی) حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں جامع مسجد قریب بوجہ جمعہ (مصلیوں) نمازیوں کا مجمع بڑا ہے مصلیوں (نمازیوں نے) نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں فقیر نے جرأت کر کے (واقعی تم جرأت کر سکتے ہو، فیضی غفرلہ) عرض کیا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا مدنی کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا (حیرت انگیز واقعات صفحہ ۴۵، از ابوالحسن بارہ بنکوی دیوبندی طبع مکتبہ رشیدیہ کراچی) (سید حسین احمد مدنی واقعات و کرامات کی روشنی میں ۳۰۹، از رشید الدین حمیدی دیوبندی طبع اسلامی کتب خانہ کراچی) بولو دیوبندیو کسی امتی کی قبر پر نبی اکرم ﷺ کا تشریف لانا تمہارے نزدیک محال ہے مگر تمہارے مولویوں کا کھانا پکانے کیلئے بہ حیثیت باورچی تشریف لانا ایمان ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بجائے ٹانڈہ کے ملاں جی کو امام بنانے کا شوق ہے پھر ٹانڈوی جی آگے بڑھ کر امام بن جاتے ہیں کتنی بڑی بدتمیزی ہے مرتبین انصاف بتائیں یہاں کیا ارشاد ہے یہاں تصریح ہے کہ ٹانڈوی جی کے پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی۔

مجھ سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نگاہ اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

(ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

الجواب: اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپ کی مثال (یعنی جسم مثالی کی صورت میں) مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔ (شرح الصدور صفحہ نمبر)

یاد رکھیں اہل سنت و جماعت ہر نیک محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی یا جسم مثالی کے ساتھ تشریف آوری کے قائل نہیں ہیں۔

- امام غزالی (م ۵۰۵ھ) علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے۔ (تفسیر روح البیان صفحہ نمبر ۹۹ جلد ۱۰ مطبوعہ ریاض)

- مولانا محمد عاشق پھلتی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قدیم طریقہ کے موافق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی تلاوت قرآن پاک کے دوران ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا۔ فرشتے نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ (یعنی حاضرین پر)۔

(القول الجلی صفحہ نمبر ۶۹ مطبوعہ لاہور ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (پیر و مرشد علمائے دیوبند) فرماتے ہیں:

رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ (جیسا کہ مرتبین انصاف نے لکھا ہے) کیونکہ یہ امر ممکن عقلاً نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا، یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ ضعیف شبہ ہے کہ آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائیں بہر حال ہر

طرح یہ امر ممکن ہے۔الخ (کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۹۷ طبع کراچی)

● مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

لیکن اگر (روح مبارکہ) باذن الٰہی کسی وقت پر بطور خرق عادت اس عالم میں آجائے تو ممکن ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارکہ کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا اور چونکہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا اس میں تاویل اور صرف الی المجاز کی ضرورت نہیں محمول حقیقت پر ہوگا۔

(التکشف صفحہ نمبر ۳۰۵، مطبوعہ دہلی)

فتاویٰ بزازیہ، قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۵۶)

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ مشائخ کی روحیں ہر وقت حاضر نہیں ہوتیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کا بعض مواقع پر حاضر ہونا کوئی بعید نہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ مگر اس عقیدے سے پکارنا کہ مشائخ کی ارواح ہر وقت ہمارے پاس موجود ہیں ایک غیر اسلام عقیدہ اور اسی طرف صاحب فتاویٰ بزازیہ اور قاضی صاحب کا اسلامی طرف اشارہ ہے۔

● قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان (شہداء) کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(تفسیر مظہری پارہ دوم زیر آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ)

● تصرفات ملائکہ کیلئے جس طرح کسی آلہ وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح تصرفات ارواح کا معاملہ ہے ہمارے دنیاوی قوانین وہاں نہیں چلتے کیونکہ وہ ایک دوسرا عالم ہے...... بلاشبہ ارواح کو اتنی آزادی ہے کہ وہ زندوں کے برابر بلکہ ان سے زیادہ ہی کسی پکارنے والے کی پکار سن سکتے ہیں۔ اور مدد چاہنے والے کی مدد

کر سکتے ہیں۔ (اصلاح فکر و اعتقاد صفحہ نمبر ۲۳۲ مترجم از سید محمد علوی مالکی مکی حسنی)

نیز فرماتے ہیں: جو شخص کسی زندہ یا وفات یافتہ سے استعانت یا استغاثہ یا طلب یا سوال یا ندا کرے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ جسے ندا دے رہا اور استعانت وغیرہ کر رہا ہے وہ بالذات مالک نفع و نقصان ہے تو ایسا شخص مشرک ہے۔ (ایضاً نمبر ۲۲۲)

اور اگر پکارنے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اذن اور مشیت کے تحت میری مدد کرتا ہے تو یہ عقیدہ غیر اسلامی نہیں۔

تشریح: حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی قوت سامعہ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔الخ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹۷، بخاری صفحہ نمبر ۹۶۳ جلد ۲ طبع کراچی)

● امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہوتا ہوں، جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب و بعید سے برابر سنتا ہے جب یہی نور اس کی بصر بن جاتا ہے تو قریب اور دور سے برابر دیکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہی نور اسکا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ خشکی و تری میں قریب و بعید میں تصرف پر برابر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر صفحہ نمبر ۹۱ جلد ۲۱)

اس لئے جب کوئی بندہ مصائب و آلام میں کسی ولی اللہ کو پکارتا ہے (جس کی ولایت مشہور و معروف اور تواتر سے ثابت ہو) تو وہ اللہ کا مقبول بندہ اس کی صدا سن کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کیلئے دست بدعا ہوتا ہے رب کائنات اس کی دعا قبول فرما کر پکارنے والے کی مشکل حل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث کے آخر میں ہے کہ جب وہ بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کا سوال پورا کرتا ہوں۔ یہ بھی

یاد رہے کہ یہ مقام تمام اولیاء اللہ کو حاصل نہیں ہوتا۔

- **فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت کا جواب**

(انصاف صفحہ نمبر ۵۶)

رجل تزوج بغیر شہود فقال الرجل و المرءة خدا و رسول را گواه کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقاد ان رسول الله علیه السلام یعلم الغیب ۔الخ (فتاویٰ قاضی خاں)

الجواب: قاضی خاں کی عبارت میں ہے "قالوا" لوگوں نے کہا اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قالوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔

لفظة قالوا تذکر فیما فیه خلاف ۔(شامی جلد پنجم) لفظ قالوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

- غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے۔ قاضی خاں کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ۔ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ ادھر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ الخ

- علامہ شامی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا:

ملتقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہونا بھی ہے۔

- شامی باب المرتدین میں ہے: دعویٰ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا۔ مگر جبکہ اس کو صراحۃً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کردے جیسے کہ وحی یا الہام (یعنی پھر کافر نہ ہوگا)

- مضمرات میں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ انبیاء کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں پس یہ کفر نہ ہوگا۔ (معدن الحقائق شرح کنز الدقائق)

- **براہین قاطعہ کی کفریہ عبارت**

(انصاف صفحہ نمبر ۵۸)

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان، ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جائے۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی صفحہ نمبر ۵۱)

تبصرہ: اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں شیطان کیلئے علم محیط زمین کا ثابت کرنا اور حضور کی ذات اقدس سے اس کی نفی کرنا بارگاہ رسالت کی توہین ہے۔ اہل سنت کے نزدیک شیطان و ملک الموت کے محیط زمین کے علم پر قرآن وحدیث میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی جو شخص نص کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن وحدیث پر نہایت ہی ناپاک بہتان باندھتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو نصوص قطعیہ کے خلاف کہنا بھی قرآن وحدیث پر افترا عظیم ہے۔ قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو بلکہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہر چیز کا علم ثابت ہے نیز کسی مخلوق کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم کی کمی ثابت کرنا اہل سنت کے نزدیک حضور کی شان اقدس میں بدترین گستاخی ہے۔ (الحق المبین صفحہ نمبر ۷ طبع لاہور)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اس کے مصنف (مولوی عبدالسمیع رامپوری) کو صراحۃً کلمات فحش سے

یاد نہ کرتے ہوں۔ الخ (تقدیس الوکیل صفحہ نمبر ۴۲۱ طبع لاہور)

معلوم ہوا کہ مولانا کیرانوی علیہ الرحمۃ کو سیاق و سباق کے ساتھ براہین قاطعہ کی عبارت ذہن نشین تھی۔ اور انہوں نے اول تا آخر براہین قاطعہ کا مطالعہ کیا تھا یا کسی سے سنی تھی۔ براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، چونکہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ ہے۔ اس لئے مولانا کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ مولوی رشید احمد گنگوہی کو مخاطب ہو کر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ الخ

(تقدیس الوکیل صفحہ نمبر ۴۱۹ طبع لاہور)

یہی مفہوم مولانا احمد رضا بریلوی نے براہین قاطعہ کی عبارت کا سمجھا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

''ابلیس لعین کیلئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لاتا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو کہتا ہے یہ شرک ہے''۔

(حسام الحرمین صفحہ نمبر ۱۴ مطبوعہ لاہور، عربی اردو)

تبصرہ: ''براہین قاطعہ'' کی عبارت کا جو مفہوم مولانا احمد رضا بریلوی نے تحریر کیا ہے وہی مفہوم مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکی نے بیان کیا ہے۔ اگر مولانا احمد رضا بریلوی اس مفہوم کی وجہ سے مورد طعن ہیں تو مولانا کیرانوی کے متعلق خاموشی کیوں؟

• مولانا معین الدین اجمیری اور براہین قاطعہ کی عبارت

مولانا اپنے ایک خط میں جو کہ مولانا حامد رضا قدس سرہ العزیز کے نام ہے لکھتے ہیں:

۷۸۶

جناب محترم مولانا زاد مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

براہین قاطعہ کے قول شیطانی کو (جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلے میں اپنے شیخ شیخ نجدی (یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے) دیکھ کر فقیر کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلمات کفر ہیں اور ان کا قائل کافر، باقی اخوات اہل دیوبند کو بعد صحت کے انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسب وعدہ تشریف لے آؤ تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہو سکتی ہے۔

والسلام

فقیر معین الدین غفرلہٗ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

(نوادرات محدث اعظم پاکستان صفحہ نمبر ۱۸۲ جلد نمبر ۲ طبع لاہور)

• مولانا محمد صدیق بڑودی فاضل مدرسہ دیوبند سابق مفتی سورتی مسجد رنگون

شیطان کیلئے تمام روئے زمین کا علم محیط نص سے ماننا اور حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا علم اس سے کم تر بتانا کما حررہ السائل یہ یقینی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے اور ایسا تحریر کرنے والا قطعاً مرتد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تو وہ شان ہے کہ شیطان تو در کنار اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس کے قریب نہیں پہنچے۔ الخ (الصوارم الہندیہ صفحہ نمبر ۱۵۱ طبع لاہور)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں کہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے فرمایا:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں۔ جو شیطان علیہ اللعین کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہے براہین قاطعہ کی کسی عبارت میں نہ صراحۃً ہے نہ کنایۃً۔ الخ

(انصاف صفحہ نمبر ۵۸)

الجواب:

یاد نہ کرتے ہوں۔ الخ (تقدیس الوکیل صفحہ نمبر ۴۲۱ طبع لاہور)

معلوم ہوا کہ مولانا کیرانوی علیہ الرحمۃ کو سیاق و سباق کے ساتھ براہین قاطعہ کی عبارت ذہن نشین تھی۔ اور انہوں نے اول تا آخر براہین قاطعہ کا مطالعہ کیا تھا یا کسی سے سنی تھی۔ براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، چونکہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ ہے۔ اس لئے مولانا کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ مولوی رشید احمد گنگوہی کو مخاطب ہو کر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ الخ

(تقدیس الوکیل صفحہ نمبر ۴۱۹ طبع لاہور)

یہی مفہوم مولانا احمد رضا بریلوی نے براہین قاطعہ کی عبارت کا سمجھا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

''ابلیس لعین کیلئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لاتا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو کہتا ہے یہ شرک ہے''۔

(حسام الحرمین صفحہ نمبر ۱۴ مطبوعہ لاہور، عربی اردو)

تبصرہ: ''براہین قاطعہ'' کی عبارت کا جو مفہوم مولانا احمد رضا بریلوی نے تحریر کیا ہے وہی مفہوم مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی نے بیان کیا ہے۔ اگر مولانا احمد رضا بریلوی اس مفہوم کی وجہ سے مورد طعن ہیں تو مولانا کیرانوی کے متعلق خاموشی کیوں؟

● مولانا معین الدین اجمیری اور براہین قاطعہ کی عبارت

مولانا اپنے ایک خط میں جو کہ مولانا حامد رضا قدس سرہ العزیز کے نام ہے لکھتے ہیں:

۷۸۶

جناب محترم مولانا زادمجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

براہین قاطعہ کے قول شیطانی کو (جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلے میں اپنے شیخ نجدی (یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے) دیکھ کر فقیر کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلمات کفر ہیں اور ان کا قائل کافر، باقی اغلوات اہل دیوبند کو بعد صحت کے انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسب وعدہ تشریف لے آؤ تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہو سکتی ہے۔

والسلام

فقیر معین الدین غفرلہٗ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

(نوادرات محدث اعظم پاکستان صفحہ نمبر ۱۸۲ جلد نمبر ۲ طبع لاہور)

● مولانا محمد صدیق بڑودوی فاضل مدرسہ دیوبند سابق مفتی سورتی مسجد رنگون

شیطان کیلئے تمام روئے زمین کا علم محیط نص سے ماننا اور حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا علم اس سے کم تر بتانا کما حررہ السائل یہ یقینی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے اور ایسا تحریر کرنے والا قطعاً مرتد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تو وہ شان ہے کہ شیطان تو درکنار اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس کے قریب نہیں پہنچے۔ الخ (الصوارم الہندیہ صفحہ نمبر ۱۵۱ طبع لاہور)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں کہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے فرمایا:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں۔ جو شیطان علیہ اللعین کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہے براہین قاطعہ کی کسی عبارت میں نہ صراحۃً ہے نہ کنایۃً۔ الخ

(انصاف صفحہ نمبر ۵۸)

الجواب:

• مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

۱۔ میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کافر جانتا ہوں۔

(اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء [۱] منقول از مجدد اعظم صفحہ نمبر ۲۵۰)

۲۔ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (تقریر واجب الاعلام دہلی)

۳۔ مجھے کب جائز ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہوں اور کافروں کی جماعت میں جا ملوں۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ نمبر ۷۹، منقول از مجدد اعظم صفحہ نمبر ۲۲۵)

۴۔ مسئلہ ختم نبوت میں مرزا قادیانی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

(منقول از مجدد اعظم صفحہ نمبر ۴۵۹)

ہست او خیر الرسل خیر الانام
نبوت را برو شد اختتام

ان عبارات کے علاوہ بکثرت عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی ہیں جن میں اس نے صاف اور واضح طور پر ختم نبوت کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر ثابت کیا ہے آپ ان عبارات کی بنا پر مرزا کو ختم نبوت کا قائل و معتقد مان لیں گے؟ جبکہ دوسرے مقامات پر اس کا دعویٰ نبوت موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے ختم نبوت سے انکار نہیں کیا اور اپنے دعویٰ نبوت سے توبہ نہیں کی۔

لہٰذا اس کی یہ تمام عبارات ناقابل قبول ہیں جب تک وہ ختم نبوت کا اقرار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب و کافر قرار نہ دے۔

اسی طرح جب تک مولوی خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ کی غیر اسلامی عبارت سے توبہ نہ کریں گے "مرتبین انصاف" کا نقل کردہ بیان ہرگز قبول نہ ہوگا۔

[۱] مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۳۰ جلد ۱ مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت صفحہ ۲ جلد ۲ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

مفتی سائل کی قرطاس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق جواب دیتا ہے۔ جس میں سائل کی نیت کو دخل نہیں ہوتا۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ) نے مولوی خلیل احمد پر آخری حجت قائم کردی

مولانا محمود احمد قادری استاذ مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور لکھتے ہیں:

"مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، منشی شوکت علی رامپوری اور سید حبیب ایڈیٹر سیاست لاہور کو لے کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پہنچے مولانا خلیل احمد "مصنف براہین قاطعہ" کے پاس پہنچے ہر چند سمجھایا، آخرت کی دردناک پکڑ سے ڈرایا اور بار بار توبہ کا مطالبہ کیا۔ آخر میں مجبور ہو کر مولوی خلیل احمد نے کہا" آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیئے مگر میرے پاس جواب نہیں"۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت صفحہ نمبر ۲۵۳ طبع علیمیہ پریس بار دوم ۱۹۹۲ء)

یاد رہے کہ مفتی صاحب کا کام قرطاس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق جواب دینا ہوتا ہے اس میں سائل کی نیت کا دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے جب تک علمائے دیوبند مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کفریہ عبارت سے توبہ نہ کریں گے۔ جاء الحق کی عبارت پیش کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

کیا علم غیب عطائی پر لفظ غیب کا استعمال صحیح ہے؟ (انصاف صفحہ نمبر ۵۹)

جواب نمبر ۱: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

"وعلمناه من لدنا علما"۔ (سورۃ کہف آیت نمبر ۶۵)

ترجمہ: "اور سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم"۔ (البیان)

مفسرین کرام نے علم خضر علیہ السلام (وعلمناه من لدنا علما) کی تفسیر علم غیب فرمائی ہے اور علم غیب کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان فرمایا ہے جو کہ حکماً مرفوع ہے۔ (۱)...... (تفسیر بیضاوی صفحہ نمبر ۱۹ جلد دوم طبع بیروت ۱۹۶۸ء)

(۲)......(تفسیر ابن جریر صفحہ نمبر ۱۸۱ جلد ۵ طبع بیروت)

(۳)......(تفسیر ابو السعود صفحہ نمبر ۲۰۳ جلد ۴ طبع بیروت ۱۴۱۶ھ از علامہ ابو السعود محمد بن محمد حمادی حنفی (م ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں: یعنی وہ علم سکھایا جس کی کنہ کو پایا نہیں جا سکتا نہ ان کی مقدار کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ علم الغیب ہے)۔

(۴)......(علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: وہ علم الغیوب اور اسرار العلوم الخفیہ (روح المعانی صفحہ نمبر ۷۵، ۴ جلد ۱۵ طبع بیروت ۱۴۱۷ھ)

جواب نمبر ۲: مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں: بعض حضرات نے صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کو بھی حدیث مانا ہے جیسا کہ فتح الباقی شرح الفیہ العراقی میں منقول ہے حدیث کی اس تعریف کی وجہ سے حضرت ابن عباس کا قول حدیث قرار پائے گا۔ (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون صفحہ نمبر ۵۸ طبع کراچی ۱۹۸۶ء)

● **حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تفسیری مقام**

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کیلئے دعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو دین کا فہم عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا دے۔

۲۔ ابن عباس خاندان نبوت میں پروان چڑھے اور آغاز طفولیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ فتراک رہے۔ اس کے نتیجہ میں انہوں نے آپ سے بہت کچھ سنا، اور آپ کے وصال کے بعد کبار صحابہ کرام کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔

۳۔ حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں: ابن عباس جب کسی آیت کی تفسیر کرتے ہیں تو اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب ابن عباس قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا باریک پردہ کی اوٹ میں غیبی حقائق کو بچشم خود دیکھتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ رسول کریم پر جو کتاب نازل ہوئی ابن عباس

اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔
(تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ نمبر ۶۹ تا ۷۱ تالیف غلام محمد حریری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء)

● قطب عالم سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بہ حسب نصوص قرآنیہ اور علم ما کان و ما یکون از روئے احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا۔ علم غیب کلی اور بالذات علیٰ سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے عز اسمہٗ۔ اور علم غیب علیٰ قدر الاعلام والاعطاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا۔ اور آپکو "عالم الغیب بہ علم عطائی و وہبی" کہا جا سکتا ہے۔ (فتاوی مہریہ صفحہ نمبر ۱۴)

"مرتبین انصاف" کی علم غیب کی نفی میں پیش کردہ آیات کا اجمالی جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۵۹ تا ۶۵)

اس باب میں جو آیات قرآنی پیش کی گئی ہیں ان میں سے ہر آیت نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے قطعاً اور یقیناً اور ہمارا دعویٰ علم ما کان و ما یکون کے حصول تدریجی کا ہے اس لئے یہ آیات بمعہ تفسیری حوالہ جات کے ہمارے دعویٰ کے خلاف اور اس کے معارض یا منافی نہیں ہیں کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل یقیناً ان آیات کے نزول سے موخر ہے۔ نیز ان آیات میں ذاتی و استقلالی علم غیب کی نفی ہے۔

"مرتبین انصاف" کی پیش کردہ پہلی آیت اور اس کا جواب

آیت ۱: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔
(سورۃ النمل آیت نمبر ۶۵)

● علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص خود بخود نہیں جان سکتا۔
(روح المعانی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

● قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔ (تفسیر مظہری، سورۃ نمل طبع دہلی)

- امام ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الٰہیہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ (فتاوٰی حدیثیہ صفحہ نمبر ۲۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جبکہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہوجانا عقلاً ونقلاً دونوں طرح محال ہے۔ بلکہ اگر تمام اولین و آخرین کے سب علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی، یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ دس لاکھ بوندوں سے ہے۔ (الدولۃ المکیہ صفحہ نمبر ۳۱، از مولانا احمد رضا بریلوی طبع کراچی)

- علامہ احمد شہاب خفاجی (م ۱۰۶۹ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں۔ کہ اس میں احادیث بکثرت آئی ہیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کر لیتا۔ اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتانے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔ (نسیم الریاض صفحہ نمبر ۱۵۰ جلد ۳ مطبوعہ بیروت)

آیت ۲: **وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو۔** (سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۹)

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے۔ اس سے پہلی آیت میں بتایا کہ ہر قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اس آیت میں ارشاد

باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کے پاس ہی غیب کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اور تصریح فرمائی کہ علم کامل اور محیط سے بھی فقط وہی متصف ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو بے پایاں قدرت اور بیکراں علم کا مالک ہو۔ لیکن اس آیت سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب دیتا بھی نہیں بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے کوئی بخیل اس کی بخشش وعطا کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ جو کچھ اس نے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمایا ہے اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں۔

- علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یعنی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچنے کے ذریعے بھی اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ کوئی ان کا مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو غیب کا علم دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس کو محروم رکھنا چاہتا ہے۔ اسے محروم کر دیتا ہے اور امور غیب پر آگاہی صرف رسولوں کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان فرمایا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ انعام)

آیت ۳: **ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام ط و ما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر۔** (سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۴)

ترجمہ: بیشک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہ مینہ برساتا ہے اور جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کل وہ کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا وہ کہاں مرے گا بیشک اللہ (ہی) خوب جاننے والا (جسے چاہے) خوب خبر دینے والا ہے۔ (البیان)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لا تاتیکم الا بغتۃ۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷)

ترجمہ: ''قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی''۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے مکذب نہیں مصدق تھے اس

لئے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کیلئے سن نہیں بتایا اور اپنا علم ظاہر فرمانے کیلئے باقی سب کچھ بتادیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں۔ بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ وعلم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات

- علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:
جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔
(المفہم، جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)
- علامہ بدر الدین عینی حنفی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے۔
(۱)......(عمدۃ القاری جلد اول صفحہ نمبر ۲۹۰)

(۲)......(فتح الباری جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۴)
(۳)......(ارشاد الساری جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۸)
(۴)......(مرقات جلد اول صفحہ نمبر ۶۵)
(۵)......(فتح الملہم جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۲)

- علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
بعض علماء نے کہا کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو، قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔
(فتح الباری جلد ۸ صفحہ نمبر ۴۰۳)
- علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔
(ارشاد الساری جلد ۷ صفحہ نمبر ۲۰۳)
- علامہ زرقانی "المواہب" کی شرح میں لکھتے ہیں:
علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (شرح المواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۶۵)
- علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:
اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپکو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱)......(شرح الصدور صفحہ نمبر ۳۱۹ مطبوعہ بیروت)
(۲)......(الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۳۵ بیروت ۱۴۰۵ھ)
- علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:
علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ

چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا، لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔
(تفسیر صاوی جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۱۵)

● اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔
(روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ نمبر ۱۵۴)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو لا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص میں سے ہو، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔ (روح المعانی جلد ۲۱ صفحہ نمبر ۱۱۳)

● امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، البتہ انکو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۶۷۸)

● علامہ علاؤالدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ نمبر ۳۱۹)

● علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔ (شرح المقاصد جلد ۵ صفحہ نمبر ۶ طبع ایران)

● شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علمائے نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کئے ہیں، ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ نمبر ۴۰)

● سید عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا، حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔ (الابریز صفحہ نمبر ۴۸۳)

● علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ تحریر فرماتے ہیں:

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے۔ (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔ (ارشاد الساری جلد ۷، صفحہ ۱۷۸)

● علامہ بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا۔

● علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطور حدیث بیان کیا ہے کہ:

بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا

جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

● حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ عنہ سے راوی:

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا۔ فلاں کہاں مرے گا۔ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شئے انہیں سے ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) [1]

(۱)...... (خالص الاعتقاد صفحہ نمبر ۴۳ طبع کراچی)

(۲)...... (ماخوذ از تفسیر تبیان القرآن جلد ۴ صفحہ نمبر ۳۴۷ تا ۳۵۱، از محدث کبیر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی)

---

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

اولین اور آخرین کی خبروں اور ماکان و ما یکون میں سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا۔ (جامع البیان ج ۵ صفحہ ۳۷۲ طبع بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما یکون (امور مستقبلہ) کا علم ہو اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ماکان (امور ماضیہ) کا علم ہو جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

مولوی مرتضیٰ حسین چاندپوری دیوبندی خلیفہ مجاز تھانوی جی نے لکھا ہے حاصل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے علم کے برابر نہ ہوں۔ (توضیح البیان فی حفظ الایمان صفحہ ۱۴) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

● ایک حدیث مبارکہ کی مختصر تشریح

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے علم غیب ثابت کرنے والے کو منع فرمایا۔ ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں میری شادی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے میرے پاس دو لڑکیاں یہ شعر گا رہی تھیں۔

وفینا نبی یعلم مافی غد۔ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ مت کہو کیونکہ آئندہ کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(ابن ماجہ)، (درمنثور جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۷۰)، (انصاف صفحہ نمبر ۲۶)

الجواب: مرتبین انصاف نے حدیث کے ترجمہ میں خیانت کی ہے، مکمل ترجمہ درج ذیل ہے۔

......ربیع بنت معوذ نے فرمایا میری شب عروسی کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میرے پاس دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور اپنے ان آباء کا جو بدر میں شہید کئے گئے تھے ذکر کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔ اور ہم میں ایسا نبی موجود ہے جو کل کی بات بھی جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات نہ کہو آئندہ کل کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (ابن ماجہ صفحہ نمبر ۵۳۲ جلد اوّل)

● ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

منع فرمایا علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو، کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا (یعنی ذاتی علم غیب) اور رسول وہ غیب جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے بطور کرامت (یعنی عطائی علم غیب) یا یہ ناپسند فرمایا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقات صفحہ نمبر ۲۱۰ جلد ۶ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

● حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ اس کو ترک کردو اور جو کچھ پہلے کہتی تھیں وہی کہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہیں، تو اس کو ایسی چیز سے ملانا نہ چاہیے۔ (احیاء علوم الدین صفحہ نمبر ۲۷۵ جلد دوم طبع لاہور)

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو منع اس لئے کیا ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے لہٰذا آپ کو ناپسند آئی۔ اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔
(اشعۃ اللمعات، صفحہ نمبر ۱۱۷، جلد ۳ مطبوعہ ملتان)

اس حدیث مبارکہ میں کئی احتمالات ہیں اور مشہور قاعدہ ہے ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' اس لئے اس حدیث شریف کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطائی علم غیب کی نفی میں پیش کرنا سراسر جہالت ہے۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اپنے علم غیب عطائی کا اقرار کرنا

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب (غزوہ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے۔ مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار رہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لا کر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال واپس دے دیں گے۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اہل و مال انہیں واپس دیئے اور ۱۰۰ اونٹ بھی عطاء کئے۔ فقال مالک بن عوف رضی اللہ عنہ یخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قصیدۃ۔

ما ان سمعت ولا رأیت بمثلہ
فی الناس کلھم کمثل محمد (ﷺ)
او فی واعطی للجزیل اذا اجتدی
واذا تشاء یخبرک عما فی غد

یعنی میں نے تمام جہانوں کے لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے زیادہ فزوں تر سائل کو نفع کثیر بخشنے والے اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کی خبریں بتا دیں۔[1]

(۱)...... (مختصر سیرت الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۳۶۸ طبع لاہور ۱۳۹۹ھ)
(۲)...... (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰۷ ناشر مکتبہ فاروقیہ ملتان)
(۳)...... (سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق تابعی صفحہ نمبر ۶۸۶ طبع لاہور ۱۳۲۱ھ)

- حفظ الایمان کی کفریہ عبارت اور اس کی وضاحت

(انصاف صفحہ نمبر ۶۸ کا جواب)

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے، چار سطور کے بعد لکھا اور اگر تمام علوم مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان صفحہ نمبر ۷، ۸)

تبصرہ: اس ناپاک عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و تنقیص بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے یہ عبارت کوئی جرمنی، چینی، جاپانی زبان میں نہیں ہے جس کا مطلب و مراد سمجھنے میں کوئی دشواری ہو بلکہ صاف و صریح معمولی اردو ہے اور ہر اردو زبان جاننے والا اس کا مطلب و مراد بآسانی خوب سمجھتا ہے کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں بعض غیب اور کل غیب۔ دوسری قسم کل غیب کو تو حضور کیلئے نقلاً و عقلاً باطل بتایا اور نہ کوئی اہلسنت حضور کیلئے غیر متناہی علم کا

[1] امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مقام نبوت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چہارم یہ کہ ''ان لہ صفۃ بھا یدرک ماسیکون فی الغیب'' نبی کیلئے ایک صفت ہوتی ہے۔ وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (شرح مواہب از علامہ زرقانی) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

قائل ہے جب دوسری قسم باطل ہوگئی تو صرف پہلی قسم بعض علم غیب ہی رہی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ثابت مانا اور وہی واقعی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہے۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے یعنی کوئی تخصیص نہیں اس میں صاف صاف تخصیص کی نفی ہے جب تخصیص کی نفی ہوگئی تو یہ آپ کی صفت خاصہ کمالیہ نہ رہی اس لئے کہا کہ ایسا علم غیب جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے تو ایسا زید وعمر یعنی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات کو بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں اور تمام جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے۔

● حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ

مولانا محمود احمد قادری کانپوری (استاذ مدرسہ احسن المدارس قدیم، کانپور) حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہٗ العزیز کے حالات میں لکھتے ہیں۔ پھر آپ ہی کے حکم سے مولانا اشرف علی تھانوی کی بہشتی زیور اور حفظ الایمان فرنگی محل میں جلائی گئی تھی۔ آپ نے مولانا تھانوی کی حفظ الایمان کی کفریہ عبارت سے توبہ کیلئے بارہا متوجہ کیا مگر ان کو توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی [1]

(تذکرہ علمائے اہل سنت صفحہ نمبر ۲۴۷ بار دوم ۱۹۹۲ء ناشر سنی دارالاشاعت، فیصل آباد)

● مولانا محمد صدیق بڑودوی فاضل مدرسہ دیوبند سابق مفتی سورتی مسجد رنگون

حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واتم التسلیمات کا علم شریف وہ بحر ذخار اور

[1] خود تھانوی نے اعتراف کیا کہ بعض مقامات پر بہشتی زیور کو جلایا گیا۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ ۱۳۶ جلد ۵ طبع ملتان)، (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

دریائے ناپیدا کنار ہے جس کی کوئی حد و غایت نہیں آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا ہے۔ حدیث مقدس علمت علم الاولین والآخرین (اوکما قال) اس کیلئے دلیل ناطق و شاہد صادق ہے ہاں حق سبحانہ وتعالیٰ کا علم اور آپ کا علم مساوی اور برابر نہیں دونوں میں فرق بین ہے۔ علم باری تعالیٰ محیط اور علم حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام محاط، وہ علم قدیم یہ حادث، وہ ذاتی یہ عطائی اور پھر کیت و مقدار کا فرق بھی موجود یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف حق سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایسا (بھی نہیں) ہے کہ جیسا کہ سات دریاؤں میں سے ایک قطرہ لیکن مخلوقات میں کوئی آپ کے علم کے برابر نہیں، یہاں تک کہ انبیاء سابقین علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو جس قدر بھی علم عطا ہوا وہ آپ کے علم شریف کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سات دریاؤں میں سے ایک قطرہ۔ چنانچہ روح المعانی میں قولہ تعالیٰ ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ کے تحت مرقوم ہے: علم الاولیاء من الانبیاء بمنزلۃ قطرۃ من سبعۃ ابحر وعلم الانبیاء من علم نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ المنزلۃ وعلم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من علم الحق سبحانہ بھذہ المنزلۃ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

فان من جودک الدنیا و ضرتہا
و من علومک علم اللوح والقلم

غرضیکہ بہ نسبت مخلوقات کے آپ کے علم کی کوئی انتہا و غایت نہیں ہے۔

پس ایسے علم شریف ناپیدا کنار کو جانوروں اور پاگلوں کے علم کی طرح تحریر کرنا اور اس کے ساتھ تشبیہ دینا صراحۃً کفر و جہالت اور کھلی حماقت و نادانی ہے۔ نبی برگزیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپکی شان اقدس میں ایک شمہ برابر گستاخی کرنے والا قطعاً مرتد ہے۔ اللّٰھم احفظ۔ (الصوارم الہندیہ صفحہ نمبر ۱۵۱ ناشر مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

مولوی محمد شریف کشمیری دیوبندی (سابق مدرس دارالعلوم دیوبند) کے استاذ گرامی

مولانا مہر محمد اچھروی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی

استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ سے دس سال قبل

لئے گئے انٹرویو سے ایک اقتباس۔

سوال: آپ مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرما رہے تھے کیا وہ سنی عقیدہ رکھتے تھے؟

جواب: جی ہاں! وہ بڑے پکے سنی تھے حضور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

ایک دفعہ ان کی خدمت میں مولوی اشرف علی کی حفظ الایمان کی عبارت پیش کی گئی تو انہوں نے برملا فرمایا کہ یہ عبارت دیکھ کر ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے صوفی بھی گستاخ ہوتے ہیں۔ (استاذ العلماء صفحہ نمبر ۱۱۸۷، از محب الرسول قادری)

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

رہ گیا تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے ایسا خبیث مضمون نہیں لکھا وغیرہ وغیرہ اپنے رسالہ حفظ الایمان میں یہ مضمون چھاپنے کے بعد انکار کرنے سے اس کفر سے نہیں بچ سکتے۔ مجرم کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اپنے جرم سے انکار کیا کرتا ہے۔ اسی طرح جب ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (اپنے رسالہ میں) توہین کر لی تو زندگی بھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جب تک کہ پہلے کفر شنیع سے توبہ نہ کرے۔

- مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد اور قرائن حال پر نہیں۔

(اکفار الملحدین صفحہ نمبر ۷۳)

نیز لکھتے ہیں: علماء نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ (اکفار الملحدین صفحہ نمبر ۸۶)

کفریہ عبارات سے بعض علمائے دیوبند کا اظہار نفرت

- مولوی محمد ادریس کاندھلوی (المتوفی ۱۳۹۴ھ) لاہور

میں صراط مستقیم، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، رسالہ امدادیہ اور مرثیہ محمود الحسن

نامی کتابوں کے مصنفین اور علمائے دیوبند کا عقیدت مند ہوں لیکن ان کی عبارت میرے دل کو نہیں لگ سکی ہیں۔ (بیان مولوی ادریس احمد مندرجہ ماہنامہ تجلی دیوبند اگست، دسمبر ۱۹۵۷ء)

مولوی احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں حضرت (انور شاہ) نے فرمایا مولانا محمد اسماعیل کا رسالہ رد بدعت میں ایضاء الحق الصریح بہت اچھا اور میں تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں۔ اس لئے راضی نہیں ہوں کہ محض ان عبارات کی وجہ سے بہت سے جھگڑے ہو گئے ہیں۔ (ملفوظات محدث کشمیری صفحہ نمبر ۱۷۷، ۱۷۸، طبع ملتان ۱۴۲۶ھ)

- مولوی ماہر القادری دیوبندی (ایڈیٹر ماہنامہ فاران کراچی)

ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض موحدین علماء سے لفظوں میں بے احتیاطی ضرور ہوگئی ہے۔ بات قرینہ اور خوبصورتی کے ساتھ محتاط انداز میں کہنی چاہیے تھی۔ ہمیں اعتراف ہے کہ لفظوں کی بے احتیاطی اور بد سلیقگی کے باعث خود ان کے مشن کو نقصان پہنچا ہے۔ (ماہنامہ فاران کراچی، جون ۱۹۵۷ء، صفحہ نمبر ۱۹)

- مولوی عامر عثمانی دیوبندی (ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند)

۱۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نہ صرف الشہاب الثاقب (مصنفہ حسین احمد دیوبندی) کا انداز تحریر واقعی غیر محمود لائق اجتناب ہے بلکہ ہم وہابیوں کے، اور بھی بزرگوں سے کہیں کہیں از راہ بشریت الفاظ و انداز میں ایسی لغزشیں ہوگئی ہیں کہ انہیں قابل اصلاح کہنا چاہیے۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند فروری، مارچ ۱۹۵۹ء)

۲۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ان علمائے (دیوبند) کی بظاہر قابل اعتراض غلو آمیز اور وحشت آفریں تحریروں میں بھی نہ صرف یہ کہ الفاظ و اسلوب کے لحاظ سے ہی بہت سے ایسے ٹکڑے ہیں جنہیں فرق مراتب کے ساتھ قابل اصلاح اور قابل ترمیم اور لائق حذف کیا جاسکتا ہے بلکہ معنوی اعتبار سے بھی کتنے ہی ٹکڑے لائق نظر ہیں۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اگست و ستمبر، دسمبر ۱۹۵۷ء)

۳۔ حضرت مولانا مدنی ارشاد فرمائیں کہ انہوں نے بڑے بڑے ائمہ حق کی

پیروی میں کہاں تک اہل حق کا فریضہ انجام دیا ہے اور اکابر دیوبند اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی وخلیل احمد ورشید احمد گنگوہی کی غلطیوں سے رجوع کرنے میں کہاں تک خلوص وللہیت سے کام لیا ہے۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند فروری، مارچ ۱۹۵۷ء)

● **مولوی غلام نبی دیوبندی فورٹ عباس**

پہلی فرصت میں یہ مسائل ان کتابوں سے کھرچ دیجئے تاکہ مسلمان گمراہ نہ ہوں۔ (الی قولہ) دنیا والوں کو تاویلوں اور تحریفوں سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ کیا خبیر و دانا کو بھی فریب دیا جاسکتا ہے۔ (روزنامہ تسنیم لاہور ۱۸ اگست ۱۹۵۸ء)

● **مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کا حفظ الایمان کی عبارت پر تبصرہ**

واضح ہو کہ ایسا لفظ فقط مانند اور مثل کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان صفحہ نمبر ۸)

● **مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا حفظ الایمان کی عبارت پر تبصرہ**

حضرت مولانا تھانوی صاحب عبارت میں ایسا فرمارہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرمارہے اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کردیا۔ (الشہاب الثاقب صفحہ نمبر ۱۰۲)

نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کی توجیہہ اور تاویل کی بنا پر مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کافر ہوجاتے ہیں اور مولوی حسین احمد کی توجیہہ کے مطابق مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کافر ہوئے ہیں۔

اب اس معمہ کا ''مرتبین انصاف'' ہی بہتر حل فرماسکتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کے رسالہ حفظ الایمان کی کفریہ عبارت کا رد کرنے پر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشنودی کا پروانہ

دہلی کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے ''مقامات ابوالخیر'' کے نام سے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کی سوانح حیات تصنیف کی ہے جو کافی ضخیم اور معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔

موصوف اپنی اس کتاب میں حیدرآباد (دکن) کے ایک مشہور بزرگ سید محمد جیلانی رفاعی قادری خالدی نقشبندی حیدرآبادی ثم المدنی کا ایک ایمان افروز واقعہ ان کے پوتے حضرت سید نذیر احمد کی روایت سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

میرے دادا کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی صاحب کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا کہ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی تھانوی بیٹھے تھے میرے دادا نے منبر پر کھڑے ہوکر مولوی اشرف علی تھانوی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ اور چند روز کے بعد مولانا حافظ احمد فرزند مولوی قاسم نانوتوی کے مکان پر علماء کا اجتماع بھی بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں پر حفظ الایمان کی عبارت پر علماء سے اظہار خیال کیا آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے دنوں کے بعد آپ (سید محمد جیلانی) نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت کا رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرمارہے ہیں اور آنحضرت نے

آپ سے فرمایا ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو، آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ کی پاک مٹی میں دفن ہوں۔ آپ کی عرض منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں مقیم رہے۔ ۱۳۶۴ھ میں وصال فرما گئے۔ (مقامات ابوالخیر صفحہ نمبر ۲۱)

- **پیر محمد کرم شاہ الازہری**

قرآن کریم کی آیات طیبات اور ان احادیث صحیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کیلئے یا زبان پر لانے کیلئے بھی تیار نہیں کہ شیطان کا علم فخر عالم سے زیادہ یا ایسا علم تو گاؤ خر اور ہر سفیہ کو بھی حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ)

(تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۶۸۴ جلد نمبر ۲ بار اول)

- **عبد ماذون**

''مرتبین انصاف'' طنزاً لکھتے ہیں کہ واہ کینٹ کے تازہ کتابچہ ''ولا تفرقوا'' میں ہے:

''عبد ماذون، مالک حقیقی کے ملک پر مالک کے اذن سے ہر لحظہ ہر آن مختار کل محبوب ذی شان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جو ذات باری تعالیٰ کی صفات و اسماء کے مظہر اتم ہے''۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۷)

الجواب:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ اعتقاد مومن ہونے کیلئے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اتنی بات تو مشرکین بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے بلکہ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ عطائے خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی، ارادہ و مشیت ایزدی کے

ماتحت ہے ہر آن اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ معلق ہے اور ان بندوں کا ایک آن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال ہے۔

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است ے کند وے دہد ہر چہ خواہد باذن وے۔

فان من جودک الدنیا و ضرتہا
و من علومک علم اللوح والقلم

(اشعۃ اللمعات صفحہ نمبر ۳۱۵ جلد ۴)

ترجمہ: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں (چونکہ ماذون من اللہ ہیں)''۔ (یارسول اللہ) دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ کے جود لا محدود سے کچھ حصہ ہے اور آپ کے علوم (کثیرہ) سے لوح و قلم کا علم بعض حصہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں: ہمارے نبی کی قدرت اور کائنات میں تصرف کی قوت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور قرب سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور تصرفات حضور کو مکمل اور اعلیٰ درجہ الاتم حاصل تھے۔ (شرح سفر السعادت صفحہ نمبر ۴۴۳ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

- **علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل (م ۱۲۰۴ھ) علیہ الرحمۃ**

فرماتے ہیں:

آپ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم قثم کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

امور خلق کے منتظم اور جمیع امور عالم کی تدبیر کرنے والے۔

(جواہر البحار صفحہ نمبر ۳۶۴ جلد ۲)

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''اسم وکیل'' کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی وکیل اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی جن کی طرف تمام کاروبار عالم سپرد کردیے گئے اور ان امور کے منتظم ہیں۔ تو اس معنی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نیابت وخلافت کون ومکان میں تصرف کرنے کا متولی بنایا ہے۔ یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے جس کے ثبوت میں اور حضور کیلئے حصول میں شک نہیں۔ (جواہر البحار صفحہ نمبر ۳۸۲ جلد ۲)

- مفسر قرآن علامہ احمد بن محمد صاوی (متوفی ۱۲۲۳ھ) فرماتے ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علی الاطلاق ایسے خلیفہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ملک وملکوت میں تصرف بخشا ہے۔ اس سبب سے کہ ان پر اسماء وصفات کے راز اتارے اور بسائط ومرکبات میں ان کو تصرف کرنے کی قوت بخشی۔ (جواہر البحار صفحہ نمبر ۲۸ جلد ۳)

- حضرت عارف تجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنس انسان سے اکوان میں خلیفہ مقرر فرمایا اور وہ فرد جامع ہیں۔ کل عالم کو محیط ہیں کل عالم ان کے قبضہ میں ہے اور ان کے حکم کے اور تصرف کے ماتحت ہے اس میں جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں بغیر منازع اور مدافع کے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں رب کی الوہیت وہاں مصطفےٰ کی خلافت کوئی چیز اکوان سے اللہ کی ربوبیت سے خارج نہیں اور اسی طرح اکوان سے کوئی چیز اس فرد جامع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت سے خارج نہیں اس مملکت خداوندی میں رب کے اذن سے تصرف فرماتے ہیں۔ (جواہر البحار صفحہ نمبر ۶۰ جلد ۳)

- حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ والد گرامی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پر جو اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم واکمل ہیں۔ اور اس کے حسن وجمال کی جلوہ گاہ ہیں۔ جن کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ واصل ہیں۔

(انفاس رحیمیہ بحوالہ تسکین الخواطر از علامہ احمد سعید کاظمی صفحہ نمبر ۱۹)

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

خیر الوریٰ امام الرسل مظہر اتم

- امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے

ارشاد فرمایا:

کہ بظاہر لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اسی حد تک جانتے ہیں جتنے مؤرخین محدثین نے چند کتابوں میں لکھ دیے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بہ نظر غائر (غور) دیکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات آپ کسی کے حق میں فرما دیتے تھے (اس ہر بات میں) ایک علیحدہ معجزہ ہوتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت مبداء ومعاد سے خبر دیتے تھے..... (اور ایسی باتیں) سوا اس شخص کے جو علام الغیوب کا مظہر اتم ہو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں اور اسی طرح ملت اور خانہ داری کے مسائل نیز امت کے سیاست سے آپ بخوبی واقف تھے جو کچھ بھی ارشادات فرمائے اگر تمام کاملین کی عقلیں بھی یکجا ہو جائیں تو اس کے سمجھنے سے عاجز آجائیں اور وہ یقین کریں گے کہ ان مراتب حکمت کا اظہار اس شخص کے سوا جس کو علیم الحکیم نے مجلّٰی کر دیا ہو اور وہ جمہور وخواص اور عوام کی تہذیب (سنوارنے) کیلئے مبعوث ہوا ہو، دوسرے سے ممکن نہیں اور ہر وہ کلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے کسی کے حق میں صادر ہوا پیدائش کے وقت سے لے کر اس کے آخر تک کا احاطہ کر لینے کے بعد صادر ہوا۔ اور اس کے آثار بے کم وکاست اس سے ظاہر ہوئے گویا وہ کلمہ ایک خلعت ہے جو اس شخص سے زیب تن کر دی گئی ہے اور اس قدر نفوس انسانیہ کی استعدادات کے کمالات بغیر اس خلیفہ اعظم کے جو اسم "لطیف" کا خلیفہ اعظم ہے کسی اور سے ممکن نہیں، اور اگر کوئی شخص ذوق سعادت رکھتا ہے تو ہر امر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز کا ادراک کر سکتا ہے۔ (القول الجلی صفحہ نمبر ۲۱۶، ۲۱۷ (اردو) مطبوعہ لاہور ۱۳۲۰ھ)

- حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کے صاحبزادے خواجہ محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ

اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

اہل تصوف (اولیاء کرام) بہت طرح کے ہیں بعض ماذون ومختار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔

(ارشادات رحمیہ از شاہ عبدالرحیم دہلوی صفحہ نمبر ۴۴ طبع دہلی ۱۳۳۳ھ)

- **شیخ عارف سنجاوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:**

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ تمام عالم کے سردار اور تمام اولیاء میں منفرد ہیں اور آپ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عالم موجودات اور نظام تکوینی میں تصرف کے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

(قلائد الجواہر از محمد یحییٰ تاذفی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۲۶۳ طبع کراچی ۱۹۷۸ء)

- **حضرت داتا گنج بخش لاہوری نور اللہ مرقدہٗ**

اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران (تدبیر کرنے والے) اور جہان برگزیدہ حضرات ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکمانِ عالم بنا کر اس کا حل وعقد، بسط و کشاد ان کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ جہان کیلئے احکام انہیں کے ارادوں پر موقوف فرمائے ہیں۔ (کشف المحجوب (اردو) صفحہ نمبر ۲۱۷ مطبوعہ لاہور)

"مرتبین انصاف" کے گھر کی شہادتیں

۱۔ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن مدرس دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں۔ (ادلہ کاملہ صفحہ نمبر ۹)

۲۔ بانی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

اور اس وجہ سے اس (اللہ) کو مالک حقیقی سمجھنا چاہیے دوسرے رتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت سمجھئے کیونکہ اول تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کیلئے ہیں۔ [۱] (آب حیات صفحہ نمبر ۱۸۶)

۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

......دوسرے (اولیاء اللہ) وہ (ہیں) جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش وانتظام امور دنیویہ ودفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ (ہو) وہ دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطب [۲] التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے۔ جن کو "مدبرات امر" فرمایا گیا ہے۔ (کلید مثنوی صفحہ ۳۳۴ جلد اول طبع ملتان)

۴۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہیں وہ بے شک مظہر انوار حق
سر سے پا تک مصدر انوار حق

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۱۵۸)

- **انجیل کی عبارت کا جواب**

(انصاف صفحہ نمبر ۲۷)

---

[۱] اشرف علی تھانوی جی لکھتے ہیں کارخانہ تکوینیہ اکثر مجذوبین کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ افاضات الیومیہ صفحہ ۳۵ جلد ۷ طبع ملتان (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

[۲] ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابو رضا محمد بن احمد بغدادی المعروف بالمفید نے شیخ ابو سعید علیہ الرحمۃ سے قطب کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا قطب وہ شخص ہے جس پر زمانہ کی ولایت ختم ہو، ولایت کے تمام بوجھ اس کی لپیٹ میں ہوتے ہیں اور تمام کائنات کے انتظام وانصرام اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ زمانہ حاضر کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا، شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر صفحہ نمبر ۹۶)

موجودہ انجیل تحریف شدہ ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا جہالت ہے۔
اگر موجودہ انجیل کی بات مانتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی مانو۔

- **غنیۃ الطالبین کی عبارت کا جواب**

اہل سنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہان کے پیدا کرنے کی قوت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ ہمارا خالق فقط اللہ جل شانہٗ ہے۔ رہا کائنات میں تدبیر کرنا تو آپ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے تحت یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

شیعہ فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آئمہ کو زمین و آسمان کے تمام اختیارات سونپ دیے ہیں اور وہ جو چاہیں کریں۔ جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی مقام عطا فرمایا ہے تو وہ مقام عطا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مستغنی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

- **مسئلہ گیارہویں شریف**

(انصاف صفحہ نمبر ۴۷)

مؤرخین اور علماء اسلام میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے یوم وصال کی تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ہمارے دیار میں ۱۱ ربیع الثانی مشہور و معروف ہے۔

- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت غوث پاک کا عرس نویں ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے۔ بہجۃ الاسرار، کی روایت کے مطابق یہی صحیح تاریخ ہے اگرچہ ہمارے دیار میں گیارہویں تاریخ مشہور ہے۔ (زاد المتقین از شیخ عبدالحق محدث دہلوی اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی صفحہ نمبر ۱۲۵)

قرآن و حدیث میں اموات المسلمین کیلئے ایصال ثواب کی ترغیب دی گئی

ہے لیکن ایصال ثواب کیلئے کسی ایک طریقہ کو خاص نہیں کیا گیا۔ حافظ ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں

''جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایصال ثواب کا مسئلہ دریافت کیا تھا تو یہی دریافت کیا تھا کہ جو ہم اپنی جانب سے صدقہ کر چکے کیا اس کا ثواب پہنچ سکتا ہے؟ اسی طرح آپ سے ایک عورت نے دریافت کیا تھا کہ میں اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہوں، اور ایک آدمی نے دریافت کیا تھا کہ میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتا ہوں تو آپ نے حج کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اپنی طرف سے کئے ہوئے اعمال کے ایصال ثواب کے بارے میں تو کسی نے دریافت ہی نہیں کیا۔ الخ (تا کہ آپ اس کیلئے کوئی طریقہ متعین فرما دیتے)

(کتاب الروح ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ لاہور)

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایصال ثواب کا کوئی خاص طریقہ منقول نہیں بلکہ اس عمل کو مختلف انداز میں اپنانے کی اجازت اور رخصت دی گئی۔ جیسا کہ کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ عالم ابتداء ہی سے مختلف انداز میں ایصال ثواب کا اہتمام کرتے رہے کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے موجودہ دور میں ایصال ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے پہچانے جاتے ہیں جن میں سے ایک طریقہ گیارہویں شریف کا بھی آتا ہے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی سے عقیدت و محبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو مسلمان اکٹھے ہو کر یا انفرادی طور پر آپ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصال ثواب کا نام گیارہویں مشہور ہو گیا ہے۔ ایصال ثواب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ نام بدلنے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تعلیم گاہ کا نام صفہ تھا اب اس کے کئی نام ہیں مثلاً مدرسہ، مکتب، سکول وغیرہ۔ گیارہویں کا ایصال ثواب کے علاوہ کوئی اور مطلب اور مفہوم نہیں، باقی ہر قسم کے

اعتراضات، شکوک وشبہات من گھڑت اور بے بنیاد باتیں ہیں۔

مسلمانانِ اہل سنت اس ایصال ثواب کو فرض، واجب اور سنت نہیں سمجھتے نہ ہی اہل سنت کے کسی معتبر و مستند عالم دین کی تحریر میں ایسا ملے گا۔ اہل سنت صرف اسے مستحسن یعنی ایک اچھا فعل سمجھتے ہیں اور کسی مسلمان بزرگ کو ایصال ثواب کرنا اچھا فعل ہی ہے برا کام تو نہیں، باقی جھوٹے الزامات لگا کر مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کرنا اچھا نہیں، جیسا کہ ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''مسئلہ گیارھویں شریف''

......اور دوسرا پہلو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا ولی کے نام کا صدقہ اس نیت سے دینا کہ دینے سے نفع ہوگا اور نہ دینے سے نقصان اور وہ بزرگ خوش ہو کر میری حاجت روائی فرمائیں گے نہ دینے سے وہ ناراض ہو کر نقصان پہنچائیں گے یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ الخ (انصاف صفحہ نمبر ۲۷)

یہ سب بہتان تراشی ہے، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے مومن کے حق میں بدگمانی حرام ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم''۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں''۔ (البیان) (سورۃ الحجرات آیت ۱۲)

ایک حدیث شریف میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

(بخاری رقم الحدیث ۶۰۶۶، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۹۱۷، موطا امام مالک رقم الحدیث ۱۷۳۰)

دوسری حدیث شریف میں ہے: تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے (دل سے کلمہ کہا ہے یا نہیں)۔

(مسلم شریف صفحہ نمبر ۶۸ جلد اول طبع کراچی)

• گیارھویں شریف صالحین کی نظر میں

برصغیر پاک و ہند میں حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے

وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الثانی مشہور ہے۔ اہل سنت ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو آپ کے عرس یعنی یوم وصال کے دن آپ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، بعض بزرگوں کے نزدیک آپ کے وصال کی تاریخ نو ربیع الثانی ہے۔ وہ ہر سال نو ربیع الثانی کو آپ کے عرس کے دن ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ہر اسلامی ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ یعنی ایصال ثواب میں کوئی بندش نہیں ہے۔ چاہے ہر سال ثواب کیا جائے چاہے ہر مہینہ چاہے ہر روز کیا جائے اسلام میں سال کے سارے دنوں میں ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

• حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میرے پیر و مرشد شیخ عبدالوہاب متقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ۹ ربیع الثانی کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے۔ بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارھویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں مشہور ہے۔ (ماثبت بالسنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (عربی اردو) صفحہ نمبر ۱۶۷ مطبوعہ دہلی)

• شیخ امان اللہ پانی پتی (المتوفی ۹۹۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ گیارہ ربیع الثانی کو غوث پاک کا عرس کیا کرتے تھے۔

(اخبار الاخیار (اردو) صفحہ نمبر ۴۹۸ مطبوعہ کراچی)

• حضرت شاہ عبدالعزیز (المتوفی ۱۲۳۹ھ) محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

گیارھویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارھویں تاریخ کو بادشاہ، شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپ کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے

اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، اُس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔ ۱

(ملفوظات عزیزی، فارسی، مطبوعہ میرٹھ صفحہ نمبر ۶۲)

نیز یہ تعین شرعی نہیں ہوتا کہ اس دن کرو گے تو ثواب ہوگا۔ بلکہ عرفی تعین ہوتا ہے جو کہ لوگوں کی سہولت کیلئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ ہر ماہ لوگوں کو اطلاع نہ دینی پڑے اور وہ خود بخود مقررہ جگہ پر پہنچ جائیں۔

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ کیلئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا لوگوں نے عرض کی روزانہ وعظ فرمایا کیجئے، فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (بخاری کتاب العلم جلد اول)

مسئلہ نذر و نیاز اور اہل سنت کا مسلک

- نذر کی دو قسمیں ہیں:

۱ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کا ایک مکتوب درج کیا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چبوترہ دیکھا جس میں نبست سے اولیاء اللہ حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند دوزانو اور حضرت جنید تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں استغنٰی ماسوا اللہ اور کیفیات فنا آپ میں جلوہ نما ہیں پھر یہ سب حضرات کھڑے ہو گئے اور چل دیئے میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے استقبال کیلئے جا رہے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش مرد اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال ہیں حضرت علیؓ نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت اور عظمت کے ساتھ اپنے مبارک ہاتھ میں لیا ہوا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہیں جواب ملا یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں پھر ایک حجرہ شریف ظاہر ہوا جو نہایت صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی یہ تمام باکمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ایک شخص نے کہا کہ آج حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس (گیارہویں شریف) ہے عرس پاک کی تقریب میں تشریف لے گئے ہیں۔ (کلمات طیبات صفحہ ۷۸ طبع دہلی) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

۱۔ نذر شرعی۔
۲۔ نذر عرفی۔

- **نذر شرعی کا مفہوم**

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اَلنَّذْرُ: کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں، چنانچہ محاورہ ہے: نَذَرْتُ لِلّٰہِ نَذْراً: میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے نذر مانی۔

قرآن کریم میں ہے:

"انی نذرت للرحمن صوما"۔ (سورہ مریم آیت نمبر ۲۶)

ترجمہ: "میں نے خدا کیلئے روزے کی نذر مانی"۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۰۳۸ طبع لاہور ۱۹۷۱ء)

معلوم ہوا کہ نذر شرعی کے معنی عبادت کے ہیں۔ عبادت فقط اللہ جل جلالہ کیلئے خاص ہے اور استحقاق عبادت کیلئے صفات مستقلہ لازم ہیں۔ چونکہ صفات مستقلہ مناط استحقاق عبادت ہیں اس لئے ان کا وجود، وجود الوہیت کو مستلزم ہوگا۔

تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کیلئے استقلال ذاتی ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا اسے مستحق عبادت قرار دینا ہے۔ جو کہ صریح کفر ہے۔

- **نذر عرفی کا مفہوم**

کسی صاحب تعظیم انسان مثلاً ولی اللہ یا عالم ربانی کی خدمت میں نقدی، فروٹ اور کپڑے وغیرہ پیش کرنے کو ہمارے دیار میں نذر یعنی ہدیہ، نذرانہ کہتے ہیں اور وصال شدہ بزرگان دین کیلئے نذر شرعی مان کر اس کا ثواب ان کی ارواح مقدسہ کو تحفۂ ہدیۂ پیش کیا جاتا ہے اسے عرف عام میں "نذر عرفی" کہتے ہیں۔

- حضرت شاہ رفیع الدین (متوفی ۱۲۳۳ھ) بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

نذر کہ ایں جا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی است ...... عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان مے برند، نذر و نیاز می گویند۔

(رسالہ نذور بزرگان از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۱۲ طبع دہلی)

جو نذر کہ اس جگہ مستعمل ہوتی ہے وہ اپنے معنی شرعی پر نہیں بلکہ معنی عرفی پر ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ بزرگوں کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اگر کوئی شخص مالیدہ اور شیر برنج کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے پکا کر کھلاوے اور اس سے اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور جو کھانا اللہ تعالیٰ کی نذر ہو تو اس کا کھانا مالدار کیلئے حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نذر کا کھانا یہ ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ اگر فلاں بیمار اچھا ہو جائے یا میرا فلاں شخص جو مسافرت میں ہے آجائے یا میرا فلاں کام ہو جائے تو خدا کی نذر کا اس قدر کھانا میرے ذمہ ہو جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ہوئی۔ اور اگر کوئی چیز کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ کی جائے تو اس کا کھانا مالدار کیلئے جائز ہے۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۵۸ طبع کراچی ۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ)

نیز فرماتے ہیں: اگر نذر خدا کے واسطے ہو اور ولی کا ذکر صرف اس خیال سے ہو کہ مثلاً اس ولی کو ثواب رسانی کی جائے گی یا اس ولی کی قبر کے خدام کے صرف میں اس نذر کا مال آئے گا تو یہ نذر جائز ہے۔ اور حقیقت اس نذر کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھلا دیا جائے یا مال بطور خیرات وغیرہ کے دیا جائے اور میت کی روح کو ثواب رسانی کی جائے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۶۰ طبع کراچی ۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ)

علاوہ ازیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں (ولی اللہ کے مزار پر نذر ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ) کہا جائے کہ اے خدا میں نے تیرے لئے نذر

مانی ہے کہ اگر تو فلاں مریض کو شفا بخشے یا ایسی ہی کوئی دوسری مراد پوری ہونے کیلئے کہے تو کھانا ان فقراء کو دوں گا جو سید نفیس کے دروازے (یعنی مزار پر ہیں) یا بجائے سید نفیس کے کسی دوسرے شخص کا نام لے یا یہ کہے اے خدا اگر تو میری فلاں مراد پوری کر دے تو مسجد کیلئے چٹائی خرید کر دوں گا یا اس مسجد کی روشنی کیلئے روغن زیتون خرید کر دوں گا۔ یا جو شخص مسجد کی خدمت کرتا ہے اس کو روپیہ دوں گا اور کوئی ایسا امر کہے جس میں فقراء کا فائدہ ہو تو ان صورتوں میں نذر جائز ہوگی۔

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۵۲ مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ)

- علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مثنوی کا درس دیا کرتے تھے "جب مثنوی ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے۔ گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسروں کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ ناجائز اور شرک ہے دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہو تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ کہ اصل عمل سے انکار کیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔

(شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۶۸ ناشر کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ مغربی پاکستان)

نوٹ: "رسائلہ نذور بزرگان" اور اس کے علاوہ شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے مزید ۸ فارسی رسائل کو ایک مجموعہ کی صورت میں "مجموعہ رسائل تسعہ" کے نام سے مولوی سید ظہیر الدین ولی اللہی نے مطبع احمدی دہلی سے شائع کیا تھا۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان از حکیم محمود احمد برکاتی صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع لاہور)

- علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (متوفی ۱۱۴۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیاء کیلئے جو نذر مانی جاتی ہے اور اسے مریض کی شفا حاصل ہونے یا غائب کے آنے پر معلق کیا جاتا ہے تو وہ نذر مجاز ہے اس سے اولیاء اللہ کے قبور پر خادمین کیلئے

صدقہ کرنا مراد ہوتا ہے۔ (حدیقہ ندیہ بحوالہ مقالات کاظمی صفحہ نمبر ۳۸۷ جلد ۲ طبع ۱۴۱۸ھ)

• غیر اللہ کی نذر ماننے والے نے اگر اپنی نذر سے غیر اللہ کی طرف تقرب (علی وجہ العبادۃ) کا ارادہ کیا اور یہ گمان کیا کہ تمام امور میں میت ہی متصرف ہے نہ اللہ تعالیٰ تو اس کی نذر باطل اور حرام ہے اور اس کا مرتد ہونا ثابت ہے اور اگر اس نے اس نذر سے تقرب الی اللہ کا اردہ کیا اور اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی نیت کی اور وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی ذرہ متحرک نہیں ہوتا اور وہ اولیاء اللہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسائل قرار دیتا ہے تاکہ اس کے مقاصد حل ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس کا ذبیحہ حلال وطیب ہے۔

عہد رسالت میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں اور دودھ پینے کے جانور وغیرہ پیش کرتے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

• حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا"۔

(شمائل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۳۱۸ طبع کراچی)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے: اللھم بارک لنا فی ثمارنا الخ اس کے بعد جس چھوٹے بچے کو دیکھتے اس کو مرحمت فرما دیتے۔

(شمائل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۱ طبع کراچی)

• حضرت ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جس میں چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کو ککڑی مرغوب تھی۔ میں جس

وقت وہ تھال لے کر حاضر خدمت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔ (شمائل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۴ طبع کراچی)

• حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کا لے کر گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیورات مرحمت فرمایا۔ (شمائل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۵ طبع کراچی)

وصال شریف کے بعد صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کا آپ کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ پیش کرنا

• حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے ایک نبی اکرم صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے۔ آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہوں گا، کبھی نہ اسے چھوڑوں گا۔

(ترمذی صفحہ نمبر ۲۷۶ جلد اول طبع کراچی)

• حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) علیہ الرحمۃ کے شاگرد مولانا محمد عاشق پھلتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ ۱۲ ربیع الاول کو حسب دستور قدیم میں نے قرآن کریم پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی، اثنائے تلاوت، ملاء اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پُرفتوح نے اس فقیر پر نیز فقیر کے دوستوں کی طرف التفات فرمایا۔ الخ (القول الجلی صفحہ نمبر ۱۸۲ طبع لاہور ۱۴۲۰ھ)

• حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ) علیہ الرحمۃ کا معمول

چند سال پہلے فقیر کا یہ معمول تھا کہ للہ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا کی

ارواح پاک کو نذر کر دیتا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرات امامین رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیتا۔ ایک رات فقیر نے عالم خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام نیاز عرض کیا تو آپ نے فقیر کی طرف توجہ نہ کی بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر ارشاد فرمایا: کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھانا کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کرے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک طعام نہیں کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام امہات المومنین کو اہل بیت میں شمار کر لیتا ہوں۔ اور تمام اہل بیت کو اپنے لئے وسیلہ بناتا ہوں۔

(مسلک مجدد صفحہ نمبر ۲۸ طبع استنبول ۱۹۷۶ء)

- حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس روز ہم نے حکم کیا کہ قسم قسم کے کھانے پکائے جائیں جو نیاز نبوی کیلئے ہوں اور ایک خوشی کی محفل قائم کی جائے۔ (مکتوبات شریف جلد ۳ طبع کراچی)

اسی طرح اولیاء کاملین اور علماء ربانیین کی خدمت میں نذر (بصورت نقدی اور پھل وغیرہ) پیش کرنا موجب رحمت وبرکت ہے۔ اور دفع بلیات وآفات کا ذریعہ ہے۔ اور بعد از وصال ثواب کا تحفہ ونذرانہ پیش کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے۔

- ابن ابی شیبہ نے ابن جعفر سے روایت کیا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی طرف سے (برائے ایصال ثواب) غلام آزاد کرتے تھے۔ (شرح الصدور صفحہ نمبر ۲۹۱ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

- ابن سعد نے قاسم بن محمد سے روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے ایصال ثواب کیلئے

ایک غلام آزاد کیا۔ (۱)...... (صراط مستقیم (مترجم) صفحہ نمبر ۱۱۰ از اسماعیل دہلوی)

(۲)...... (شرح الصدور صفحہ نمبر ۳۱۹ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

- سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جس کھانے کا ثواب حضرت امامین (امام حسن، امام حسین) کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ وقل ودرود شریف پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۶۷ طبع کراچی ۱۳۹۳ھ)

- امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اس کے بعد ۳۶۰ مرتبہ سورہ الم نشرح لک الخ پھر ۳۶۰ بار وہی دعا پڑھے اور ختم تمام کرے اور تھوڑی سی شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اس طرح ہر روز کرے (انشاء اللہ) چند روز میں مقصد حاصل ہوگا۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء صفحہ نمبر ۱۱۴)

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نذر ونیاز

حضرت شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں: حضرت امیر و ذریت او تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را با ایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشاں...... رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں۔ امور تکوینیہ کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں اور فاتحہ درود وصدقات اور نذر ونیاز انکے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام اولیاء کا یہی طریقہ ومعمول ہے۔ (تحفہ اثناء عشریہ (فارسی) صفحہ نمبر ۲۱۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۵ء)

''تحفہ اثناء عشریہ'' کے اردو ترجمہ میں وہابیہ کی تحریف

مشہور دیوبندی مقلد وہابی ناشر، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ غائب۔

کر دیا ہے جو کہ وہابیہ کی اہل بیت کرام سے بغض وحسد کی بین دلیل ہے۔

● **احادیث مبارکہ**

۱۔ حضرت زرین بن جیش سے روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس خدا کی قسم جس نے پھاڑا دانہ اور پیدا کیا ذی روح کو، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا میری طرف یہ کہ دوست نہیں رکھے گا تجھ کو مگر مومن، اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔ (مشکوٰۃ (مترجم) ۲۳۸ جلد ۳ طبع لاہور)

۲۔ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔

(مشکوٰۃ (مترجم) ۲۳۹ جلد ۳ طبع لاہور)

۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا۔

(مشکوٰۃ (مترجم) ۲۴۱ جلد ۳ طبع لاہور)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اپنے آخری حج میں عرفہ کے دن اپنی قصوا اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ فرما رہے تھے۔ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت کرام۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ (مترجم) ۲۵۲ جلد ۳ طبع لاہور)

وما اہل لغیر اللہ بہ کی صحیح تفسیر

یہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کا ایک حصہ ہے۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔

(سورۃ نحل آیت نمبر ۱۱۵)

ترجمہ: "اس نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر

بلند کیا گیا ہو غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت، پس جو مجبور ہو جائے (ان کے کھانے پر بشرطیکہ) وہ لذت کا جویاں نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو (تو کوئی حرج نہیں) بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

● علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اس آیت کا یہ حصہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے کیونکہ اس کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث ملت اسلامیہ میں افتراق وانتشار کا دروازہ کھل گیا ہے...... اور بڑی شد ومد سے ان تمام جانوروں کو حرام ومرتد کہا جاتا ہے جنہیں کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے ذبح کیا گیا ہو، خواہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا گیا ہو۔ آیئے اس آیت کریمہ کو اپنی آراء اور اہواء کا اکھاڑا نہ بنائیں۔ بلکہ اسے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور لغت عرب کی روشنی میں سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کریں تا کہ حقیقت عیاں ہو جائے......"۔ آیت کا جو مفہوم سلف الصالحین اور علماء محققین نے سمجھا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے۔ جس طرح مشرکین "باسم اللات والعزی" کہہ کر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۵۵۰ جلد ۲ طبع قدیم لاہور)

● امام ابوبکر جصاص حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) علیہ الرحمۃ اپنی شہرۂ آفاق "تفسیر احکام القرآن" میں آیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"ولا خلاف بين المسلمين ان المراد به الذبيحة اذا اهل بها لغير الله عند الذبح"۔ (تفسیر احکام القرآن صفحہ نمبر ۱۵۴ جلد اول طبع بیروت)

ترجمہ: "یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے"۔

اور یاد رہے کہ اجماع امت کے خلاف قول کرنا گمراہی ہے۔

● حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے اہلسنت کے موقف کی تائید ہوتی ہے

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ مجھے امام سمعانی تمیمی مروزی (متوفی ۵۱۰ھ) کے واسطہ سے ابوالطفیل کی یہ حدیث ملی ہے:

قال: قیل لعلی رضی اللہ هل ترک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کتابا عندکم؟

قال: ماترک کتابانکتمه الاشیاء فی علاقة سیفی: فوجدنا صحیفة صغیرة

فیها: لعن اللہ من تولی غیر مو الیه لعن اللہ من اهل لغیر اللہ لعن اللہ من زحزج منار الارض (اخرجہ مسلم من حدیث شعبہ عن ابی بزۃ)۔

(۱)......(تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۲۶۹، ۲۶۷، جلد ۴ (عربی)

(۲)......(صحیفۃ علی بن ابی طالب صفحہ نمبر ۱۷، ۱۶ الطبع لاہور)

کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کوئی تحریر دے گئے ہیں، بولے بجز اس رقعہ کے جو میری تلوار کی حمائل سے بندھا ہوا ہے آپ ہمیں کوئی تحریر نہیں دے گئے۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک چھوٹا سا صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا جو شخص اپنے آزاد کرنے والے آقا کے سوا اپنی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت، جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے اس پر بھی خدا کی لعنت اور جو شخص زمین کی حد مٹا کر اپنے قبضہ میں اضافہ کرتا ہے اس پر بھی خدا کی لعنت۔ اس حدیث کو امام مسلم نے شعبہ عن ابی بزہ کے واسطے سے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

● مسلم شریف کی اس حدیث کے اس جملہ "لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ" کے تحت امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر کوئی ذبح کرے، جیسے کسی نے بت یا صلیب کیلئے ذبح کر دیا۔ یا موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کیلئے یا کعبہ وغیرہ کیلئے ذبح کر دیا تو سب حرام ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں، برابر ہے کہ ذبح کرنے

والا مسلمان ہو یا یہودی یا عیسائی، امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر اس ذبیحہ لغیر اللہ کے ساتھ اس غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت بھی مقصود ہو تو یہ کفر ہے۔ لہٰذا اگر ذبح کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اس ذبیحہ کے بعد مرتد ہو جائے گا۔ اور شیخ ابراہیم مروزی نے جو ہمارے اصحاب میں سے ہیں ذکر فرمایا کہ سلطان کے استقبال کے وقت اس کی طرف تقرب حاصل کرنے کیلئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں، اہل بخارا نے ان کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ کہ وہ وما اهل لغیر اللہ بہ سے ہیں۔ امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جانور، جو لوگ امیر کے آنے کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں تو وہ بچہ پیدا ہونے کے وقت عقیقہ کے ذبح کی طرح ہے اور ایسا ذبح حرمت (حرام ہونے) کو واضح نہیں کرتا۔

(نووی بر مسلم صفحہ نمبر ۱۶۱ جلد ۲)

علامہ نووی کے اس کلام سے حدیث لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ اس سے مراد ذبح بغیر اسم اللہ ہے۔ علاوہ ازیں قارئین کرام مندرجہ ذیل تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں

۱۔ تفسیر ابن عباس، از عبداللہ بن عباس (المتوفی ۶۸ھ) رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد تھے۔ سلطان المفسرین، ترجمان القرآن، حبر الامت انکے القاب تھے۔

۲۔ تفسیر ابن منذر از امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ تفسیر مجاہد از حضرت ابوالحجاج مجاہد بن جبیر (متوفی ۱۰۳ھ) تابعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(نوٹ)......یہ تفسیر کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔

۴۔ تفسیر قتادہ از حضرت قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔ تفسیر ابن جریر از ابو جعفر ابن جریر (متوفی ۳۱۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ۔

٦۔ تفسیر نیشاپوری از شیخ ابوالقاسم حسن بن محمد (متوفی ۷۲۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ۔

٧۔ تفسیر معالم التنزیل از شیخ ابی محمد حسین بن مسعود البغوی (متوفی ۷۲۸ھ) علیہ الرحمۃ۔

٨۔ تفسیر کبیر از امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (متوفی ۶۰۶ھ) علیہ الرحمۃ۔

٩۔ تفسیر مدارک التنزیل از امام ابوالبرکات عبداللہ حافظ الدین نسفی بن احمد (متوفی ۷۱۰ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٠۔ تفسیر خازن از علاؤالدین علی بن محمد بغدادی (متوفی ۷۴۱ھ) علیہ الرحمۃ۔

١١۔ تفسیر البحر المحیط از شیخ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (متوفی ۷۵۴ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٢۔ تفسیر قرطبی از شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی (متوفی ۶۶۸ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٣۔ تفسیر بیضاوی از قاضی ابی سعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٤۔ تفسیر جامع البیان از سید معین نورالدین بن صفی الدین (متوفی ۸۸۹ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٥۔ تفسیر در منثور از امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٦۔ تفسیر ابوالسعود از ابوسعود بن محی الدین محمد بن مصطفیٰ عمادی (متوفی ۹۸۲ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٧۔ التفسیرات الاحمدیہ از ملا جیون امیٹھوی حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٨۔ تفسیر روح البیان از شیخ اسماعیل حقی آفندی (متوفی ۱۱۳۷ھ) علیہ الرحمۃ۔

١٩۔ تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر دہلوی (متوفی ۱۲۳۰ھ) علیہ الرحمۃ۔

(نوٹ) طوالت کے پیش نظر چند ایک تفاسیر کے نام تحریر کیے گئے ہیں۔

چند شبہات اور اُن کا ازالہ

موجودہ دور کے بعض افراد اس آیت کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام دیا جائے اور وہ اس غیر کے نام سے مشہور ہو جائے تو ایسے جانور کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہوگا۔ جس طرح کتے اور خنزیر کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام دے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہی رہتا ہے۔ وہ اپنے اس مفہوم کی تائید میں کہتے ہیں کہ لغت عرب میں اور عرف عام میں اھل کا معنی ذبح کرنا نہیں کوئی شعر کوئی عبارت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی فصیح و بلیغ نے اھل کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہو۔ بلکہ اہل لغت کے نزدیک اھل کے معنی آواز بلند کرنا ہے اور کسی چیز کو شہرت دینا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے تو یہ کسی طرح مراد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آیت کا جو معنی تم نے کیا ہے وہ تو صاف تحریف آیت ہے۔

جواب نمبر۱

قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:

آیت کریمہ کا جملہ "ما اھل بہ لغیر اللّٰہ" سورہ بقرہ میں آیا ہے اور جملہ "وما اھل لغیر اللّٰہ بہ" تین جگہ سورۃ مائدہ، سورۃ انعام اور سورۃ نحل میں آیا ہے۔ اور چاروں جگہ باب تحریم کے لفظ "حرم" فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب اور "حُرِّمَتْ" فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب اور محرما سے آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میتہ دم مسفوح، لحم خنزیر اور ما اھل بہ لغیر اللّٰہ چاروں چیزیں قطعاً حرام ہوگئیں۔

پہلی تین چیزیں میتہ، دم مسفوح اور لحم خنزیر کے حرام قطعی ہونے کی بات تو واضح ہے کہ جب کسی جانور کا میتہ ہو جانا متحقق ہوگیا تو اب اس کا کس طرح حلال ہونا ناممکن ہوگیا۔ اور جب کسی خون کا دم مسفوح ہونا ثابت ہوگیا تو اب اس کا حلال ہونا محال ہوگیا۔ اور جب کسی گوشت کا لحم خنزیر ہونا طے ہوگیا تو اس کا حلال ہونا محال ہوگیا

۔تو اب ان تینوں چیزوں کو کوئی چرا کرلے جائے یا مالک ہبہ کر دے یا فروخت کرے تو بھی یہ تینوں چیزیں کسی طرح کہیں جا کر بھی دوبارہ حلال نہیں ہو سکتیں اب رہ گیا چوتھا جملہ "ما اھل بہ لغیر اللہ یا ما اھل لغیر اللہ بہ" تو اس سے اہلال بوقت ذبح مراد لے کر اس کی جان کا بھی اسی تکبیر کے ساتھ نکل جانا مراد نہ لیا جائے بلکہ پہلے سے نامزد ہوتے ہی پہلی تین چیزوں کی طرح حرام قطعی تصور کر لیا جائے تو یہ معنی ثابت نہیں ہو سکتا۔

اوّل...... اس لئے کہ ناذر نے پہلے غیر خدا کیلئے نامزد کیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ غیر خدا کیلئے نامزد کرنا صحیح نہیں تو اس نے استغفار کر کے نیت صحیح کر لی اور اس کے بعد ذبح کیا تو یہ جانور بالاتفاق حلال ہے۔ تو اگر یہ پہلی نامزدگی سے حرام قطعی ہو چکا ہوتا تو پھر حلال کس طرح ہو گیا۔

دوم...... ناذر نے پہلے غیر خدا کیلئے نامزد کیا پھر اس کو فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا، اس نے جانور کو ذبح کر دیا، خود کھایا، بانٹ دیا، فروخت کر دیا تو وہ گوشت بالکل حلال ہے۔ اگر وہ پہلی صورت میں حرام قطعی ہو چکا تو حلال کیسے ہوا۔

سوم...... ایک کافر نے ایک بکرا غیر خدا کیلئے نامزد کیا اور پھر اسی غیر خدا کا نام لے کر اسے ذبح کرنے کیلئے لٹایا اور بکرا پھڑک کر بھاگ نکلا، آگے کسی مسلمان کو مل گیا اس نے اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو وہ جانور بالکل حلال ہے اور اگر محض نامزدگی کی خنزیر کی طرح حرام ہو چکا ہے تو پھر ان تمام صورتوں میں بالفرض بکرے کی جگہ اگر خنزیر رکھا جائے تو اس کو حلال ہونا چاہیئے تھا مگر وہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتا تو یہ بکرا ان صورتوں میں کیسے حلال ہو گیا۔

اسی لئے تمام مفسّرین اور محدثین نے "وما اھل بہ لغیر اللہ" کی تفسیر میں آیت کا معنی ما صیح فی ذبحہ لغیر اللہ اور ما صیح عند ذبحہ لغیر اللہ" سے کیا ہے۔ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے "فوائد موضح القرآن" میں سورۃ انعام والی آیت میں کہا ہے کہ: اور جو خدا کے نام کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو"۔...... ملا جیون حنفی نے بھی "تفسیرات احمدیہ" میں لکھا ہے کہ اولیاء کی منت مانی ہوئی گائے حلال وطیب ہے

کیونکہ اس کی ذبح میں غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا۔ اور شرح مسلم میں امام نووی علیہ الرحمۃ نے آیت کریمہ "وما اھل بہ لغیر اللہ" کی تفسیر میں بالکل یہی لکھا ہے کہ رفع الصوت عند ذبحہ لغیر اللہ تعالیٰ اور مزید یہ کہ جانور کے حلال ذبح ہونے کیلئے چار باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ بوقت ذبح قلبی نیت اللہ کیلئے ہو۔

۲۔ ذبح اللہ کے نام سے ہو۔

۳۔ اس تکبیر کے ساتھ فوراً ذبح بھی کر دیا جائے۔

۴۔ ذبح میں جانور کی چار میں سے اکثر رگیں بھی کٹ جائیں۔

(تجلیات مہر انور صفحہ نمبر ۸۸۷، از شاہ حسین گردیزی)

- علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہم بصد ادب ان (حضرات) کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر اھل کا معنی وہ لیا جائے جو تم نے کیا ہے کہ آواز بلند کرنا یا شہرت دینا تو چاہیئے یہ کہ تمام ایسے جانور جن پر غیر خدا کا نام لے دیا جائے یا انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے نامزد کر دیا جائے تو وہ ابدی حرام ہو جائیں اور اگر تکبیر پڑھ کر ان کے گلے پر چھری پھیر دی جائے تب بھی وہ حلال نہ ہوں حالانکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ بحیرہ، سائبہ، وغیرہ جانور وہ اپنے بتوں کیلئے نذر مانتے تھے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا اپنے اوپر حرام کر دیتے تھے۔ حالانکہ اگر کوئی مسلمان ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حلال ہیں۔ ان جانوروں کو بتوں کے نام پر نامزد بھی کیا گیا۔ انہیں کے نام سے وہ مشہور بھی ہوئے حالانکہ اگر انہیں تکبیر پڑھ کر ذبح کیا جائے تو وہ اس کے باوجود حلال ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحۃً مرقوم ہے کہ اگر کسی مجوسی نے اپنے آتش کدہ کیلئے یا کسی مشرک نے اپنے باطل خداؤں کیلئے کسی جانور کو نامزد کیا اور کسی مسلمان نے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الذبائح)

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی چیز پر محض غیر اللہ کا نام لے دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی۔ نیز ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ اُھِلّ کا لفظ ذبح کے معنی میں لغۃً اور عرفاً مستعمل نہیں ہوتا یہ بھی درست نہیں کیونکہ فصاحت و بلاغت کے امام حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اُھِلّ کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہے اور آپ کا قول بلا اختلاف حجت اور سند ہے آپ کا ارشاد ہے یعنی جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو تو کھالو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

(۱)......(فتح البیان جلد اول صفحہ نمبر ۲۲۲)

(۲)......(احکام القرآن صفحہ نمبر ۱۵۵ جلد اول طبع بیروت)

آپ کے اس قول میں یہلون[1] بمعنی یذبحون مستعمل ہے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ اھل کا لفظ ذبح کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا صحیح نہ ہوا۔

قدما مفسرین نے بھی اھل کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اھل کا لغوی معنی تو آواز بلند کرنا ہے لیکن اب عرف میں یہ ذبح کرنے کے معنی میں ذبح کے وقت آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لغت کے امام اصمعی سے اھل کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اصمعی نے کہا کہ اہلال اصل میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں تو ہر آواز بلند کرنے والا مُھِل کہلائے گا۔ یہ اہلال کا لغوی معنی ہے۔ پھر محرم کو بھی مہل کہتے ہیں کیونکہ احرام باندھتے وقت وہ بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) کہتا ہے۔ اور ذبح کرنے والے کو بھی مہل کہتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب جانوروں کے ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔

---

[1] اذا سمعتم الیہود و النصاریٰ یہلون لغیر اللہ فلاتاکلوا اذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللہ قد حل ذبائحھم و ھو یعلم مایقولون ۔(احکام القرآن صفحہ نمبر ۱۵۵ جلد اول طبع بیروت)(ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور اپنی لغت کی شہرۂ آفاق کتاب لسان العرب میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"واصل الاھلال رفع الصوت و کل رافع الصوتہ فھو مھل وکذلک قولہ عزوجل وما اھل لغیر اللہ بہ ھو ما ذبح للالھۃ وذلک لان الذابح کان بسمیھا عندالذبح فذلک ھو الاھلال"۔

علاوہ ازیں صاحب تفسیر خازن، ابن عباس، امام مجاہد اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس لفظ کے یہی معنی کئے ہیں۔ ان اَن گنت اور واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا اھل ذبح کے معنی میں نہ لغۃً استعمال ہوتا ہے نہ عرفاً یہ حق و انصاف سے اعراض کرنا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ نمبر ۶۱۰ تا ۶۱۲ طبع لاہور)

- امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اھل الھلال کے معنی چاند نظر آنے کے ہیں اور استھل کے معنی رویت ہلال کے ہیں۔ لیکن کبھی استہلال بمعنی حلال بھی آجاتا ہے، جیسے استجابۃ بمعنی اجابۃ قولہ الاھلال کے معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی سے تشبیہاً اھل الصبی کا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بچے نے آواز بلند کی۔ اور آیت وما اھل بہ لغیر اللہ (۱۷۳،۲) جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے کے معنی ہیں کہ جس چیز پر غیر خدا کا نام پکارا جائے یعنی جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ (مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی صفحہ نمبر ۱۱۲۶ طبع لاہور ۱۹۷۱ء)

نیز مخالفین کا یہ کہنا کہ "ما اھل لغیر اللہ بہ" کا یہ معنی بیان کرنا کہ غیر خدا کے نام سے کسی جانور کو ذبح کرنا تحریف ہے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ علامہ نووی (متوفی ۶۷۶ھ) شارح مسلم نے حدیث شریف کے ان الفاظ "لعن اللہ" کا یہ معنی کیا ہے۔ اما الذبح لغیر اللہ ان یذبح باسم غیر اللہ۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی نام سے ذبح کیا جائے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے ترجمہ میں اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ "وآنچہ ذکر کردہ شد نام غیر خدا بر ذبح وے"

یعنی ذبح کے وقت جس پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے۔

کیا اس تحریف کا الزام آپ ان حضرات پر بھی عائد کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں۔

- حدیث: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی اب کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا! پانی، انہوں نے کنواں کھدوایا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے) یعنی اس کا نام بیر (کنواں) ام سعد رکھا گیا تھا۔

(۱)......(سنن ابوداؤد صفحہ نمبر ۶۲۸ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۴۰۳ھ)

(۲)......(بخاری صفحہ نمبر ۳۸۶ جلد اول)

اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے کوئی چیز ناپاک ہو جاتی ہے تو اس کنویں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا اسے پینا اس سے وضو یا غسل کرنا اور اس سے کپڑے دھونا سب ممنوع قرار پاتا۔

- مشہور حنفی عالم دین ملاجیون (م ۱۱۳۰ھ) زیر آیت وما اھل بہ لغیر اللہ لکھتے ہیں:

اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بے شک وہ گائے جس کی نذر اولیاء کیلئے مانی جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے حلال وطیب ہے۔ (تفسیرات احمدیہ صفحہ نمبر ۴۵ طبع پشاور)

قول فیصل

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب خون بہانا تقرب الی غیر اللہ کیلئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب خون بہانا اللہ کیلئے ہو اور تقرب الی غیر کھانے اور نفع حاصل کرنے کے ساتھ مقصود ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عزیزی (فارسی) صفحہ نمبر ۴۷ جلد اول مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ)

ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان (اہلسنت) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح نہیں کرتا، بلکہ ان کے پیش نظر ایصال ثواب ہوتا ہے بفرض محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیئے۔

محض جہلاء کے افعال کو پیش نظر رکھ کر مذہب حقہ اہلسنت پر طعن و تشنیع کرنا اور انہیں کافر و مشرک کہنا سراسر گمراہی و بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے۔ (آمین)

- مزید ایک ضروری وضاحت

بعض لوگ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی "تفسیر عزیزی" کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کی خاطر جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کر دی ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جائے۔

جواب نمبر ۱

قطب عالم پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

اور جو حوالہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی کا اس سلسلہ میں دیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کے شاگرد حضرت مولانا رؤف احمد[1] نے تفسیر رؤفی میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا یہ مسلک نہیں تھا کہ جو جانور منذور للاولیاء ہو اور پھر تکبیر کے ساتھ ذبح کیا جائے وہ حرام ہے یہ کسی نے بعد میں ان کی تفسیر میں الحاق کر دیا ہے۔ (تجلیات مہر انور صفحہ نمبر ۸۸۹)

جواب نمبر ۲

علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے گا، محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہوتا۔ ذیل میں علامہ موصوف کے رسالہ مبارکہ "تصریح المقال فی حل امر الاہلال" سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

---

[1] مولانا رؤف احمد حضرت مجدد الف ثانی کے خاندان سے تھے۔ ۱۲۰۱ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علوم اخذ کئے۔ ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی، حضرت غلام علی شاہ دہلوی انہیں دین کا ستون فرمایا کرتے تھے۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ نمبر ۴۹۰، ۴۹۷)

''حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا، چوتھا گروہ پیر پرست ہے جب کوئی بزرگ کمال ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطہ فیض بنا لے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے۔ (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

''درمکان نشست و برخاست او، یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید''۔

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب خود بخود اس پر مطلع ہو جاتی ہے۔ اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔

(تفسیری عزیزی صفحہ نمبر ۱۲۷ (سورۃ بقرہ) مطبوعہ لال کنواں دہلی)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا۔ علامہ ابن العابدین شامی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''العبادة عبارة عن الخضوع والتذلل''۔

(ردالمحتار (عربی) مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۱۲۵ جلد ۲)

ترجمہ: ''خضوع اور تذلل تام کو عبادت کہتے ہیں''۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہلسنت و جماعت کو پیر پرست کہہ کر مشرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مانتے ہیں۔ کسی دوسرے کیلئے نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا روئے سخن اس گروہ مشرکین کی طرف ہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدو وغیرہ کیلئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے۔ پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدو وغیرہ کیلئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے

تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبح کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں اپنے موقف کی وضاحت کیلئے تین دلیلیں پیش کی ہیں۔

- پہلی دلیل...... یہ حدیث ہے ''ملعون من ذبح لغیر اللہ'' ملعون ہے جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا''۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔
- دوسری دلیل...... عقلی ہے اس میں یہ تصریح ہے ''وجان ایں جانور از اں غیر قرار دادہ کشتہ اند''۔ یعنی اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے۔ اس عبارت میں دو باتیں ہیں۔

۱۔ جانور کی جان غیر کیلئے مملوک قرار دی۔

۲۔ اس کو ذبح کیا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خبث پیدا ہوا کہ اسے غیر خدا کیلئے ذبح کیا گیا۔

- تیسری دلیل...... تفسیر نیشاپوری کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت سے بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محض کسی اللہ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کیلئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔ نیز شاہ صاحب نے اھل کا ترجمہ اصل لغت کے اعتبار سے کیا ہے کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو۔ نیز شاہ

صاحب فرماتے ہیں۔

جب خون بہانا تقرب الی غیر اللہ کیلئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب خون بہانا اللہ کیلئے ہو اور تقرب الی غیر کھانے اور نفع حاصل کرنے کے ساتھ مقصود ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عزیزی (فارسی) صفحہ نمبر ۴۷ جلد اول مطبوعہ دہلی ۱۳۲۲ھ)

الزام: ''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں:

گیارھویں شریف کی اصل اسلام سے پہلے مصر کے مشرکین گیارہ تاریخ کو ایک لڑکی زیورات پہنا کر دریائے نیل کے نذر کرتے تھے اس شرکیہ رسم کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے بند فرمایا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۸۴)

الجواب: امام سید احمد مرزوق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: خبیث گمان صرف خبیث دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ الخ (شرح طریقہ محمدیہ از عبدالغنی نابلسی حنفی)

جبکہ گیارھویں کے ختم کا طریقہ سلسلہ قادریہ کے بزرگوں سے شروع ہوا ہے۔

گیارھویں تاریخ کی تاریخی اہمیت

قدرت کو ابتدائی ہی سے دن دسواں اور رات گیارھویں محبوب و مرغوب رہی ہے چنانچہ رب تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو آزمانے اور پھر اعلیٰ مراتب سے نوازنے کیلئے اکثر یہی تاریخ منتخب فرمائی۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اسی تاریخ کو۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آتش نمرود گلزار ہوئی۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کنویں سے نجات پائی۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں روشنی واپس آئی۔

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو شکست دی اور دریائے نیل میں فرعون کا لشکر غرق ہوا۔

۷۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے بطن سے نجات پائی۔

۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی۔

(۱)......(کنز العمال جلد ۳)

(۲)......(ماثبت بالسنۃ)

(۳)......(غنیۃ الطالبین)

اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی جان عزیز کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب کی جانوں کا نذرانہ اسی تاریخ کو رب تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔ (تاریخ الخلفاء از سیوطی تذکرہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما)

● ختم غوثیہ کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۸۵)

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: اشغال طریقہ چشتیہ

طالب کو چاہیئے کہ پہلے باوضو دوزانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے اور نیاز بے اندازہ اور زاری بے شمار کے ساتھ اپنے کام کے فتح یاب ہونے کیلئے دعا کرے ذکر دوضربی شروع کرے۔ الخ (صراط مستقیم صفحہ نمبر ۲۲۱ مطبوعہ اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور)

''مرتبین انصاف'' مولوی اسماعیل دہلوی کا اختراع کیا ہوا ''اشغال طریقہ چشتیہ'' قرآن وحدیث سے ثابت کریں، ورنہ مولوی اسماعیل دہلوی کو بدعتی قرار دیں۔

آیت کریمہ ومن اضل ممن یدعوا الخ کا مفہوم

(انصاف صفحہ نمبر ۸۷)

ترجمہ: ''اور کون زیادہ گمراہ ہے اس (بدبخت) سے جو پکارتا ہے اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو جو قیامت تک اس کی فریاد قبول نہیں کر سکتا وہ ان کے پکارنے ہی سے غافل ہیں''۔

مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے انہوں نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت نصب کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جو مورتیاں سجا رکھی تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ ان کی اس کھلی گمراہی بلکہ حماقت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ اے عقل کے اندھو تم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں وہ بھلا کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کیا خاک کریں گے۔ اس سے زیادہ نادان اور گمراہ کون ہو سکتا ہے۔

- علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے جو وہ کہہ رہا ہے وہ اس سے غافل ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۶)

- علامہ ابو حیات اندلسی لکھتے ہیں:

یعنی وہ ایسے بے جان پتھر کو پکارتے ہیں جو انہیں نہ جواب دے سکتا ہے اور نہ اس میں جواب دینے کی طاقت ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد ۴)

اس آیت مبارکہ کو اہل سنت پر چسپاں کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔ بلکہ خوارج کا وطیرہ ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اہل سنت میں سے کوئی ان پڑھ سے ان پڑھ بھی اللہ جل جلالہٗ کے سوا کسی کی خدائی اور الوہیت کا عقیدہ فاسدہ نہیں رکھتا انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت و طاقت کے مطابق اس کی رضا، اذن اور مشیت کے تحت اپنے غلاموں اور عقیدت مندوں کی امداد و استعانت فرماتے ہیں جب وہ انہیں مصائب و آلام کی ساعتوں میں دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے ہیں۔ اور ایک مدت سے امت محمدیہ میں یہ عمل جاری و ساری ہے۔

- **امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ شریف میں التجا کرتے ہیں۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه

سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: ”اے بہترین مخلوق آپکے سوا میرا کوئی نہیں کہ عام مصیبت کے وقت جس کی پناہ لوں“۔

- **حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہیں۔

یا رحمة للعالمین ادرک لذین العابدین

محبوس ایدی الظمین فی موکب المزدهم

ترجمہ: ”اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس اژدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے“۔ (قصیدہ امام زین العابدین)

- **حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض گزار ہیں۔

یاسید السادات جئتک قاصداً ارجو رضاک واحتمی بحماک

ترجمہ: ”اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں“۔ (قصیدہ نعمان)

- **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب اطیب النغم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس طرح فریاد کرتے ہیں۔

مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے انہوں نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت نصب کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جو مورتیاں سجا رکھی تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ ان کی اس کھلی گمراہی بلکہ حماقت کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ اے عقل کے اندھو تم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں وہ بھلا کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کیا خاک کریں گے۔ اس سے زیادہ نادان اور گمراہ کون ہو سکتا ہے۔

- علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے جو وہ کہہ رہا ہے وہ اس سے غافل ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۶)

- علامہ ابو حیات اندلسی لکھتے ہیں:

یعنی وہ ایسے بے جان پتھر کو پکارتے ہیں جو انہیں نہ جواب دے سکتا ہے اور نہ اس میں جواب دینے کی طاقت ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد ۴)

اس آیت مبارکہ کو اہل سنت پر چسپاں کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔ بلکہ خوارج کا وطیرہ ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اہل سنت میں سے کوئی ان پڑھ سے ان پڑھ بھی اللہ جل جلالہٗ کے سوا کسی کی خدائی اور الوہیت کا عقیدہ فاسدہ نہیں رکھتا انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ دی ہوئی قوت و طاقت کے مطابق اس کی رضا، اذن اور مشیت کے تحت اپنے غلاموں اور عقیدت مندوں کی امداد و استعانت فرماتے ہیں جب وہ انہیں مصائب و آلام کی ساعتوں میں دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے ہیں۔ اور ایک مدت سے امت محمدیہ میں یہ عمل جاری و ساری ہے۔

- **امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ شریف میں التجا کرتے ہیں۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه

سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: ''اے بہترین مخلوق آپکے سوا میرا کوئی نہیں کہ عام مصیبت کے وقت جس کی پناہ لوں''۔

- **حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہیں۔

یا رحمۃ للعالمین ادرک لذین العابدین

محبوس ایدی الظمین فی موکب المزدھم

ترجمہ: ''اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس اژدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے''۔ (قصیدہ امام زین العابدین)

- **حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض گزار ہیں۔

یاسیدالسادات جئتک قاصداً ارجو رضاک واحتمی بحماک

ترجمہ: ''اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں''۔ (قصیدہ نعمان)

- **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب اطیب النغم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس طرح فریاد کرتے ہیں۔

محققین صوفیاء اور علمائے اہل سنت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے علاوہ کسی کو مستعان حقیقی نہیں سمجھتے بلکہ مظہر عون الٰہی غیر مستقل سمجھ کر ان کو کبھی کبھار ندا کرتے ہیں۔ (اس مسئلہ پر ہم نے تفصیلاً گفتگو کر دی ہے)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے کشف کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۸۷)

صوفیاء کا کشف دینی مسائل میں حجت شرعی نہیں۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے۔ بلکہ دینی مسائل ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع امت) کی روشنی میں حل کئے جاتے ہیں۔

نیز اہلسنت ہرگز غائب مردوں کو اس نیت سے نہیں پکارتے کہ وہ حاضر ہیں اس لئے ملا حسین خباز کو ہمارے خلاف نقل کرنا سراسر جہالت ہے۔

● تفسیر روح المعانی کی عبارات کا جواب

"محرر تبیین الانصاف" نے تفسیر روح المعانی از علامہ محمود آلوسی جلد ۵ سے دو عبارتیں نقل کی ہیں جو کہ اولیاء اللہ کو پکارنے وغیرہ کے رد میں ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۸۲،۸۳)

الجواب: یہ دونوں عبارتیں تفسیر روح المعانی میں تحریف شدہ ہیں جن کا پس منظر یہ ہے کہ صاحب تفسیر روح المعانی کے بیٹے نعمان آلوسی کی نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد وہابی سے کسی مقام پر ملاقات ہوگئی تو انہوں نے نعمان آلوسی کو روپوں کا لالچ دے کر مسلک حنفی سے منحرف کر دیا اور انہوں نے وہابی نجدی مسلک اختیار کر لیا۔ جب تفسیر روح المعانی ان کی نگرانی میں طبع ہوئی تو انہوں نے بہت سے مقامات پر وہابی نجدی عقائد داخل کر دیے۔ زیر بحث دونوں عبارتوں کا تعلق انہیں تحریف شدہ عبارات سے ہے۔

● مشہور دیوبندی عالم مولوی عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

نعمان آلوسی نے تو اپنے والد ماجد کی تفسیر کی طباعت میں بھی دیانت داری

سے کام نہیں لیا، اگر کوئی اس کا اس نسخے سے جس کو خود مؤلف نے سلطان عبدالحمید خاں کی خدمت میں پیش کیا تھا جو آج بھی استنبول میں راغب پاشا کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ مقابلہ کرے گا تو اس کو اس امر کا اطمینان ہو جائے گا۔

(فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ از مولانا عبدالحلیم چشتی دیوبندی صفحہ نمبر ۲۵۴ طبع کراچی ۱۳۸۳ھ)

● حدیث نہی رسول اللہ ﷺ ان یزاد علیہا غیر ترابہا کی تشریح

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا کہ قبر پر اپنی مٹی کے علاوہ اس پر مزید مٹی کا اضافہ کیا جائے۔

اہل سنت وجماعت کا یہی مسلک ہے جیسا کہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: جتنی مٹی قبر سے نکلے اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔

(بہار شریعت جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۹ مطبوعہ لاہور)

نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کیا اور فرمایا! ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے اموات کو دفن کریں گے۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۴۹ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت خارجہ فرماتے ہیں ہم زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ میں تھے ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۵۱۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء)

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان برقرار رکھنے کیلئے قبر کچھ اونچی کر دی جائے یا پتھر وغیرہ سرہانے کی طرف قبر پر لگایا جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ میں لفظ نہی آیا ہے جو محض تنزیہی ہے اور کئی ایسے امور جو بلفظ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث میں آئے ہیں لیکن

محدثین میں سے کسی نے بھی ان امور کو ناجائز و حرام نہیں کہا۔

ا۔ نهیٰ عن النفخ فی الشراب (مؤطا امام مالک صفحہ نمبر ۷۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

۲۔ نهیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن اکل البصل والکراث ۔ (صحیح مسلم صفحہ نمبر ۲۰۷ جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا۔

اسی طرح کسی ضرورت کے پیش نظر قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈال دینا ناجائز و حرام نہیں کتاب الآثار میں بغیر کسی ضرورت کے قبر کو پختہ بنانے اور لپائی کرنے کو مکروہ کہا گیا ہے۔

اور مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے۔

- علامہ شیخ احمد طحطاوی حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور ۔ الخ
(طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۳۳۵ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: "مصر کے لوگ قبروں پر پتھر کے رکھنے کے عادی ہیں تاکہ وہ مٹنے اور اکھڑنے سے محفوظ رہیں"۔

- **کتاب الآثار کی عبارت میں تحریف**

اصل عبارت: امام محمد نے کہا اسی کو ہم لیتے ہیں اور نہیں دیکھتے ہم کہ زیادہ کیا جائے اس چیز پر جو کہ اس سے نکلے اور مکروہ رکھتے ہیں ہم یہ کہ گچ کی جائے یا مٹی سے لپی جائے اس کے پاس مسجد بنائی جائے (یعنی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے) یا نشان بنایا جائے یا اس پر لکھا جائے...... الخ (کتاب لآثار صفحہ نمبر ۱۳۶)

"مرتبین انصاف" کی نقل کردہ عبارت (صفحہ نمبر ۹۰)

امام محمد فرماتے ہیں ہم اس بات کو جائز نہیں سمجھتے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالی جائے اور ہم اس بات کو بھی مکروہ جانتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے اور ان

کی لپائی کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یہی قول الخ۔

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ اصل عبارت میں نہیں ہیں۔

الزام: "مرتبین انصاف" درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بریلوی مذہب کی علامت قبروں کے طواف اور سجدے"

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرض الوفات کی وصیت میں فرمایا لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد ۔ الخ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۶۹)، (انصاف صفحہ نمبر ۹۰)

الجواب: یہ اہل سنت پر بہتان عظیم ہے۔ اگر جہلا کہیں ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں اور نہ ہی ان کے افعال کی وجہ سے اہل سنت پر لعن طعن کرنی چاہیے ۔ اخبار کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ ہر روز کہیں نہ کہیں سے زنا، ڈاکہ زنی اور دیگر جرائم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں تو کیا ان افراد کے ان غیر شرعی افعال کی وجہ سے مذہب اسلام پر طعن کریں گے۔ یہ ان افراد کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ جس کے وہ خود خدا کے ہاں جوابدہ ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کا فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل (بوسہ) کیونکہ متصور ہے یہ وہ فتویٰ ہے کہ جس کا

فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے۔اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔لکل مقام مقال و لکل مقال رجال ولکل رجال مجال و کل مجال منال نسأل اللہ حسن المنال وعندہ العلم بحقیقة کل حال ۔واللہ تعالیٰ اعلم

(احکام شریعت صفحہ نمبر ۲۳۲ حصہ سوم طبع کراچی)

● ایک حدیث مبارکہ کی تشریح

نهیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یقعد علیہ وان یبنیٰ علیہ ۔(مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۴۸)

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسراج۔(صفحہ نمبر ۷۱)

جواب: بے شک بغیر کسی ضرورت کے عامة المسلمین کی قبور کو پختہ بنانا جائز نہیں فتاویٰ کبریٰ[1] میں ہے کہ لوگوں نے قبر کو اکھڑ جانے سے محفوظ رکھنے کیلئے کچی اینٹ سے کوہان نما (شتر کی طرح) قبر بنانے کی عادت کر لی ہے اور اس کو اچھا سمجھا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں ۔وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔(ردالمحتار صفحہ نمبر ۱۴۴ جلد ۳)

اور اگر کوہان کی طرح بنانے اور اس پر پانی چھڑکنے کے باوجود اکھڑ جانے کا خوف ہو تو حرج نہیں کہ پتھر یا پختہ اینٹ رکھی جائے اور پختہ اینٹ ظاہر قبر پر مکروہ نہیں ہے۔ غیاثیہ میں اس پر فتویٰ ہے(اباحة السلف البناء علیٰ قبور المشائخ والعلماء صفحہ نمبر ۷ ۳ مطبوعہ لاہور)

اولیاء اللہ کی قبور کو اس لئے پختہ بنایا جاتا ہے تا کہ وہ زیادہ دیر تک قائم ودائم رہیں اور لوگ انکی زیارت کرتے رہیں ۔اور کاملین ان سے استفادہ کر سکیں اور بعض علماء نے فرمایا کہ ممانعت اس حدیث میں میت کے اردگرد پختہ قبر بنانے کی ہے او پر سے پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

[1] فتاویٰ کبریٰ از شیخ عمر بن عبدالعزیز معروف بہ صدر الشہید التوفی ۵۳۶ھ۔

قبر پر بیٹھنا

● قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور . الخ (صحیح مسلم مترجم صفحہ نمبر ۳۹۸ ح دوم طبع لاہور ۱۹۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر پر مت بیٹھو۔الخ

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی ایک انگارے پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کی کھال تک پہنچے تو بھی بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم مترجم صفحہ نمبر ۳۹۸ ح دوم طبع لاہور ۱۹۸۱)

● حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا اور فرمایا: انزل من القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک ۔قبر سے اتر جا صاحب قبر کو تکلیف نہ دے اور نہ وہ تجھے تکلیف دے۔(مجمع الزوائد صفحہ نمبر ۶۱ جلد ۳، المستدرک للحاکم صفحہ نمبر ۶۸۲ جلد ۳، الترغیب والترہیب صفحہ نمبر ۳۷۲ جلد ۴)

● مزارات پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین اور دوسرے علماء ومشائخ اولیاء اللہ، جن کی تعظیم و توقیر کرنا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔عامة المسلمین کی قبروں کو پختہ یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے۔اس لئے منع ہے اور علماء ومشائخ اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم ہوتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی اور فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ۔لوگوں کی آسائش (یعنی گرمی وسردی) طوفان وآندھی اور بارش وغیرہ سے بچ سکیں) اور صاحب قبر کی عظمت کیلئے اس کی قبر کے آس پاس (لوگوں کیلئے سایہ) کے واسطے گنبد بنانا شرعاً جائز ہے۔

● خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زینب بنت جحش کی قبر کھودنے والوں پر گزرے وہ گرمی میں قبر کھود رہے تھے ۔آپ نے فرمایا، اگر میں ان پر خیمہ لگا

دوں (تو بہتر ہوگا) اور یہ پہلا خیمہ تھا جو (بقیع قبرستان) میں لگایا گیا۔

(المستدرک للحاکم، صفحہ نمبر ۲۶ جلد ۴ طبع بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کیلئے قبر پر خیمہ لگانا درست ہے۔

- جب امام حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے تو اس کی زوجہ (فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما) نے ان کی قبر پر قبہ (خیمہ) لگایا۔ ایک سال کے بعد اٹھا دیا تو ہاتف سے آواز آئی کیا انہوں نے جو کچھ گم کیا تھا پا لیا دوسرے نے جواب دیا بلکہ نا امید ہوئے اور واپس ہو گئے۔ (بخاری شریف (مترجم) صفحہ نمبر ۵۰۲ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

اس حدیث سے قبر پر (قبہ) خیمہ لگانا جائز ثابت ہوتا ہے۔ اگر منع ہوتا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر یہ کام ہرگز نہ کرتی اور ہاتف کا پکار کر کہنا منع کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ تسلی وصبر کیلئے ہے کہ سال بھر قبر پر ڈیرہ ڈالنے سے کیا حاصل ہوا آخر نا کام واپس ہونا پڑا۔ جو میت تھی وہ تو واپس نہ آسکی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ لگایا۔

پھر آگے فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ لگایا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اتار دیا۔

(ف) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اجتہاد میں بدرجہا افضل ہیں ان کے قول وفعل کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول وفعل پر ترجیح ہے۔

نیز لکھتے ہیں: محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ لگایا۔ (عمدۃ القاری عینی شرح بخاری صفحہ نمبر ۱۳۴ جلد ۸ طبع بیروت)

- بخاری شریف میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ (خیمہ) دیکھا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کردو کیونکہ ان پر ان کے اعمال سایہ کر رہے ہیں۔ (بخاری جلد اول کتاب الجنائز)

ثابت ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کیلئے قبہ (خیمہ) لگایا تو منع ہے کیونکہ

میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے۔ زائرین کی سہولت کیلئے بنایا تو جائز ہے۔

علامہ بدرالدین حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قبر پر خیمہ نصب کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکے نیک اعمال نے سایہ کیا ہوا ہے۔ (عینی شرح بخاری صفحہ نمبر ۱۸۳ جلد ۸ طبع بیروت)

- ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

"اذا كانت الخيمة لفائدة مثل ان يقعد القراء تحتها فلا تكون منهيه (الى قوله) و قد اباح السلف البناء على قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه"

(مرقات صفحہ نمبر ۶۹ جلد ۴ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: "جب (قبر پر) خیمہ کسی فائدہ کی بنا پر لگایا جائے مثلاً تا کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے اور سلف الصالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں"۔

- علامہ عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے، تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں۔ رہے ہم! تو ہمیں ان لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا۔

(لواقح الانوار القدسیہ صفحہ نمبر ۴۲۶ مطبوعہ مصر ۱۳۱۸ھ)

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے ہیں۔ مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے تا کہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت وشوکت ظاہر ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو

تعالٰی یہود کو مار ڈالے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

یعنی نماز کا قبلہ بنایا جس کی طرف وہ نماز میں رخ کرتے تھے۔ یا ان کی قبروں پر مسجدیں بنائیں۔ جن میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

یاد رہے جس حدیث میں قبور کو مسجد بنانے کی ممانعت ہے وہ نفس قبر کو سجدہ گاہ بنانے کے بارے میں ہے نہ کہ یہ کہ صلحاء کی قبور کے جوار میں بھی مسجد نہ بنائی جائے۔

(نور الایمان صفحہ نمبر ۵۳، از مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (م ۱۲۵۰ھ))

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لیکن کسی نبی یا ولی کے مزار کے قریب مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ نماز سے قبر کی تعظیم اور نماز میں قبر کی طرف رخ نہ ہو بلکہ مقصود یہ ہو کہ ان کی روح پاک کی برکت سے عبادت کی تکمیل ہو۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

(نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمٰن صفحہ نمبر ۵۳، از مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی)

- قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم کی آیت: قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً۔

کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔

کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کیلئے مسجد بنانا جائز ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت مذکور ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبر کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے نہ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۲۳، ۲۴ طبع کوئٹہ)

- **مزارات اولیاء پر چراغ جلانا اور چادریں چڑھانا**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات اور

جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولاتسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین ۔ اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

''من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

ترجمہ: ''تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو پہنچائے''۔

اور معظمات دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

''ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب''۔

ترجمہ: ''جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں''۔

''ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ''۔

ترجمہ: ''جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے اسکے رب کے پاس''۔

اور قبور اولیائے کرام وعباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب وتکریم ہیں، والہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا، یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔ امام احمد وحاکم وطبرانی کبیر میں عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے بسند حسن راوی۔

''رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من القبر لاتؤذی صاحب القبر ولایؤذیک''۔

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے''۔

- امام احمد کی روایت یوں ہے:

''رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئا علی قبر

فقال لاتوذ صاحب ھذا القبرا ولا توذہ"۔

ترجمہ: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا فرمایا اسے نہ ستا"۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"لان امشی علی جمرۃ او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید"۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۱۱۲، طبع کراچی)

ترجمہ: "یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں"۔

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئولہ کی صور مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے اور اولیائے کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور حق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قنیہ وغیرہا میں امام علاء ترجمانی سے ہے: یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت ۔ حدیث والمتخذین علیھا المساجد و السراج کی حقیقت یہی ہے۔ علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ والہذا کنار قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے۔ مجمع بحار الانوار میں ہے:

"من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصداً بہ الاستظھار بروحہ او وصول اثر من اثار اوتہ الیہ لاالتوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام فی الحجر المسجد الحرام والصلوۃ فیہ افضل"۔

ترجمہ: یعنی جو کسی نیک بندے کے قرب مزار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی عبادت کا اثر برکات اس تک

پہنچانا چاہے۔ نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک میں ہے پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے"۔ [1]

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ ولا فقیہ باذام ضعیف وان حسنہ الترمذی فقد عرفت رحمۃ اللہ تعالیٰ بالتساھل فیہ کما بیناہ فیہ مدارج طبقات الحدیث۔

اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کیلئے بیٹھا ہے۔ نہ وہ قبر سر راہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہوا اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ خصوصاً جبکہ اسکے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اگر وہاں مسجد ہے، یا تالیان قرآن یا ذاکران رحمٰن کیلئے روشن کریں، یا قبر سر راہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے۔ روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب و اجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہے بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے:

"ان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع فیہ للتلاوۃ والذکر فلا باس بالسراج فیہ"۔

---

[1] حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کسی صورت میں حطیم میں میزاب کے نیچے ہے اور حطیم میں اور حجر اسود اور میزاب کے درمیان ستر انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں (مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۰۲ جلد ۲) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

ترجمہ: "اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تو تلاوت اور ذکر کیلئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں"۔

- امام علامہ عارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

"ھذا کلہ اذا خلاف من فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علیٰ طریق او کان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالیٰ عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لا منع منہ والاعمال بالنیات"۔

ترجمہ: "یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر راہگذر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح مبارک کہ اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اس کی تعظیم کیلئے شمعیں روشن کیں تاکہ لوگ جانئیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے"۔

انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی۔ آنکھوں دیکھا ہے کہ بے تکلیف ناپاک جوتے پہنے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں۔ اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک عزیز زیر پا ہے۔ یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے۔ اور بارہا دیکھا کہ جہال قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے، قہقہے لگاتے ہیں۔ اور بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ انا للہ وانا

الیہ راجعون۔

لہٰذا دردمندان نے ادھر مزارات اولیائے کرام کو ان جرأتوں سے محفوظ رکھنے ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفت عظیم سے بچانے کیلئے مصلحت و حاجت شرعیہ سمجھی کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں تاکہ عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو اور بے باکانہ برتاؤ کرکے ہلاکت میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علمائے نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ ظاہر بیں اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجئے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے۔ تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم، بلکہ معاذ اللہ ان شدید بے حرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے، روشنی کرنے، امتیاز دینے، قلوب عوام میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم و جاہل اور حالت زمانہ سے نرے غافل ہیں، یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمت اولیاء سے خار ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

- سید علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہٗ ونفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں:

"لکن نحن الان نقول ان کلن القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر الذی وضعت علیہ الثیاب والعمائم لجلب الخشوع والادب ولقلوب الغافلین الزائرین لان قلوبھم نافرۃ عندالحضور فی التادب بین یدی اولیاء اللہ تعالیٰ المدفونین فی تلک القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتم المبارکۃ عند قبورھم فھو امر جائز لاینبغی النھی عنہ لان الاعمال بالنیات ولکل امری مانوی"۔

ترجمہ: "لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں

مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کیلئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتیں ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے جس سے ممانعت نہ چاہیئے اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے"۔ (احکام شریعت حصہ اول مطبوعہ کراچی)

مسلمان آج سے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ قبل مزارات اولیاء پر چادریں چڑھاتے رہے ہیں

حضرت داتا گنج بخش لاہوری (م ۴۶۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں ایک دن حضرت شیخ ابو سعید کے مزار پر عادت کے مطابق تنہا بیٹھا تھا میں نے ایک سفید کبوتر دیکھا وہ آیا اور قبر کے اوپر کی چادر کے نیچے چلا گیا میں نے خیال کیا شاید یہ کسی کا چھوڑا ہوا ہو جب میں اٹھا اور چادر کے نیچے نگاہ ڈالی تو وہاں کچھ نہ تھا دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ میں حیرت اور تعجب میں پڑ کر رہ گیا یہاں تک کہ ایک رات میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور اس واقعہ کی بابت ان سے دریافت کیا فرمایا وہ کبوتر میرے معاملہ کی صفائی ہے جو روزانہ قبر میں میری ہم نشینی کیلئے آتا ہے۔

(کشف المحجوب صفحہ نمبر ۳۲۵ طبع لاہور)

معلوم ہوا کہ عرصہ ہزار سال سے زائد پہلے سے مسلمان اولیاء اللہ کی قبور پر ان کی تعظیم و تکریم اور جاہ و جلال کی وجہ سے چادریں چڑھاتے رہے ہیں، اس طریقہ کو مولانا احمد رضا کی اختراع کہنا جہالت ہے۔ نیز قدیم سے یہ مسلمانوں کا طریقہ چلا آ رہا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے۔

- صاحب تفسیر روح البیان زیر آیت **انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ** فرماتے ہیں: علماء، اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہے۔ جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔ نیز فرماتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء وصالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کیلئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے۔ لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کیلئے تیل اور موم بتی کی نذر ماننا تا کہ ان کی عزت کیلئے ان کی قبروں کے پاس جلائی جائیں جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیئے۔

• شامی کی عبارت میں بددیانتی

علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یعنی فتاویٰ حجہ میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے مکروہ ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۸۹)

الجواب: علامہ شامی اس کے بعد لکھتے ہیں: لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہو تا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

(شامی صفحہ ۳۱۹ جلد ۵ کتاب الکراہت باب اللبس مطبوعہ استنبول)

قارئین کرام! حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر سبز رنگ کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ (مرتبین انصاف اس کے متعلق ذرا قلم کو حرکت دیں)

• تفہیمات الٰہیہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ایک عبارت اور اس کا جواب

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جو شخص اجمیر میں خواجہ چشتی کی قبر پر یا سالار مسعود غازی کی قبر پر یا ان کی کسی قبر پر اس لئے گیا کہ وہاں جا کر دعا کرے گا اور اس کی دعا قبول ہوگی تو اس نے ایسا گناہ کیا جو قتل اور زنا سے بھی بدترین گناہ ہے۔ (تفہیمات الٰہیہ صفحہ نمبر ۴۵ جلد ۲)، (انصاف صفحہ نمبر ۹۱)

• ''مرتبین انصاف'' کی تحریف پر تحریف

عبارت تفہیمات الٰہیہ کا ترجمہ: ہر وہ شخص جو کسی حاجت کیلئے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ الخ یاد رکھیں خط کشیدہ الفاظ

• تحریف شدہ عبارت میں بھی نہیں ہیں۔

• زیر بحث عبارت اور اس کا پس منظر

مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللٰہی، خاندان رحیمی کے متاخرین میں سے ہیں۔ ان کی متعدد خدمات کی بنا پر ان کو ایک اہم اور قابل ذکر مقام حاصل ہے۔ حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

......مولوی سید احمد کی تیسری اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلاف کرام کی تالیفات شائع کیں بلکہ ایک مہم ان حضرات کے خلاف بھی چلائی جو اپنے افکار و نظریات کیلئے شاہ ولی اللہ اور ان کے ابناء کرام کا نام استعمال کر رہے تھے اور ان بزرگوں کی طرف وہ کتابیں منسوخ کر کے شائع کر رہے تھے جو درحقیقت ان کی نہیں تھیں یا ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے اضافات کر رہے تھے۔ پہلے تاویل الاحادیث کے خاتمہ میں لکھا:

آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا تو میرے کہنے سے یہ غرض ہے کہ جواب تصانیف ان کی چھپی ہیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے، جب خریدنی چاہئیں۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان از محمود احمد برکاتی صفحہ نمبر ۱۹۶ مطبوعہ لاہور)

حضرت ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ ابوالخیر شاہ دہلی) فرماتے

ہیں: جس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں، مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفہیمات کی عبارت پیش کی جاسکتی ہے الخ......

عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کو ملانے والا شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ کسی فعل کے ثواب یا گناہ فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی گے گناہ سے زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہ نہیں معلوم کہ قتل کرنے زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف اور بہرائچ شریف کسی حاجت کی طلب کیلئے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس میں گناہ نہیں تو وہ کافر نہیں۔ (مقدمہ القول الجلی از ابوالحسن زید فاروقی صفحہ نمبر ۵۸ طبع لاہور مترجم ۱۴۲۰ھ اردو)

نیز ''مرتبین انصاف'' کی پیش کردہ فوز الکبیر اور حجۃ اللہ البالغہ کی عبارات بھی الحاقی ہیں:

• مرتبین انصاف درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''قبروں پر منتیں اور چڑھاوے''

اس کے متعلق درمختار کا حوالہ گزر چکا ہے کہ قبروں کے چڑھاوے جو ان کے تقرب کیلئے لائے جاتے ہیں بالاجماع حرام ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۹۱)

الجواب: شرح وہبانیہ اور درمختار وغیرہا میں ہے: ہم کسی مسلمان کے حق میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس فعل ذبح کے ذریعے کسی آدمی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

• ردالمحتار جلد ۵ صفحہ نمبر ۲۱۸ میں اس عبارت کے تحت ہے۔

یعنی تقرب علی وجہ العبادۃ: اس لئے کہ تقرب علی وجہ العبادۃ ہی کفر کا موجب ہے۔ اور ایسا تقرب مسلمان کے حال سے بہت دور ہے۔

اہل سنت و جماعت اولیاء کرام کے ساتھ عقیدت و محبت رکھتے ہیں مگر انہیں اللہ نہیں مانتے، کسی قسم کا استقلال ذاتی ان کیلئے ثابت نہیں کرتے نہ انہیں مستحق

عبادت جانتے ہیں نہ واجب الوجود، محض عباد اللہ الصالحین سمجھتے ہیں اور کوئی چیز از قسم نقد و جنس وغیرہ ان کیلئے مقرر کرتے ہیں اس کو ان کا ہدیہ (نذرانہ) جانتے ہیں اور وصال شدہ بزرگوں کیلئے ایصال ثواب کی نیت سے کرتے ہیں۔ اس قصد و نیت کے ساتھ اگر وہ کسی جانور کو یا غیر جانور کو بزرگانِ دین کی طرف منسوب کر کے ان کے نام پر مشہور بھی کر دیں تب بھی جائز ہے اور وہ چیز حلال و طیب ہے اسے ما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت لا کر حرام قرار دینا باطل محض اور گناہ عظیم ہے۔[1]

- ہمارے نزدیک صحیح اعتقاد کے ساتھ اولیائے کرام کیلئے لفظ نذر بمعنی عرفی بولنا یا دل میں اس کی نیت کرنا یا اسی نیت سے انکے مزارات پر کوئی چیز لانا جائز ہے۔

---

[1] صحابی رسول کا بکری کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرنا

محمد، ابوحنیفہ، عطاء بن ابو رباح، عبداللہ بن رواحہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی اور اپنی لونڈی کو اس کی وصیت کی کہ اس کی نگہبانی کرے چنانچہ وہ اس کی نگہبانی کرتی تھی اور اس کی طرف دیکھتے تھے جبکہ بکریوں میں آتے یہاں تک کہ وہ بکری خوب موٹی اور فربہ ہوئی ایک دن وہ آئے اور اس بکری کو گم پایا تو اس لونڈی سے اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ وہ بکری ضائع ہوگئی اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، جب ان کا غصہ دور ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس قصے کی خبر دی اور کہا کہ میں بے بس ہوگیا تھا اور غصے پر قابو نہ پا سکا۔ یہ معاملہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار گزرا اور فرمایا کہ شاید وہ ایمان دار ہے انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سیاہ ہے حضرت نے فرمایا اس کو لے آؤ۔ وہ جب اس کو لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا، کیا تو ایماندار ہے اس نے کہا ہاں فرمایا خدا کہاں ہے اس نے کہا آسمان میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں کون ہوں اس نے کہا آپ خدا کے رسول ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار ہے، عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ یارسول اللہ وہ آزاد ہے۔ (کتاب الآثار از امام محمد صفحہ نمبر ۱۷۰، ۱۷۱ طبع کراچی)

(ف) معلوم ہوا کوئی چیز کسی کی طرف منسوب کرنے سے حرام نہیں ہوتی۔ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

جیسا کہ تحریر مختار لرد المحتار جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۳ میں علامہ رافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ تیل اور شمع کی نذر ماننا اولیاء اللہ کیلئے کہ چراغ روشن کئے جائیں ان کی قبروں کے نزدیک ان کی تعظیم اور محبت کیلئے تو یہ بھی جائز ہے اس سے منع کرنا بھی مناسب نہیں۔

یاد رہے کہ "مرتبین انصاف" نے نذر کے رد میں فقہاء کرام کی جتنی بھی عبارات نقل کی ہیں اس سے نذر شرعی مراد ہے جو کہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کیلئے لائق نہیں۔ ہم قطعاً اور قطعاً نذر عرفی کے قائل و عامل ہیں۔

- **بزرگانِ دین کے عرس کی حقیقت**

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعاء قرآن خوانی، صدقہ اور ایصال ثواب کریں اور صاحب قبر کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں۔

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض متاخرین مشائخ مغرب نے فرمایا کہ وہ دن جس میں اولیاء کرام بارگاہ عزت اور حلقہائے قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور متاخرین ہی کے مستحسن بتائے اعمال میں سے تو ہے[1] (ما ثبت بالسنۃ)

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام سے بھی مشہور ہے ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن صفحہ نمبر ۶۱۵ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء) تھانوی جی اپنے پردادا کے بارے لکھتے ہیں کہ بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا (اشرف السوانح صفحہ ۱۵ جلد اول) خود تھانوی جی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں گئے اور وہاں فضائل اولیاء اللہ کے عنوان سے تقریر بھی کی (خلاصہ) (اشرف السوانح صفحہ نمبر ۶۳، ۶۴ جلد اول طبع ملتان) کیا اب بھی یہ کہا جائے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کا عرس منانا بریلویوں کی بدعت ہے (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

● حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اول یہ کہ کوئی دن (بزرگوں کی قبر کی زیارت کیلئے) مقرر کریں اور اس دن صرف ایک ایک آدمی یا دو دو کر کے جائیں اور قبر کی زیارت کر آویں۔ مگر زیادہ آدمی ایک ہی دفعہ بہیئت اجتماعیہ نہ جائیں تو اس قدر روایات سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ ہر شروع سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (شہداء احد) کے مقابر میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور دعا اہل قبور کی مغفرت کے واسطے کرتے تھے اس قدر ثابت ہے اور مستحب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بہیئت اجتماعیہ مردمان (یعنی آدمی) کثیر جمع ہوں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا پر فاتحہ کریں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا عمل زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخلفائے راشدین میں نہ تھا۔ لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں۔ بلکہ اس میں احیاء واموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۵۶)

● مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: پس امور مروجہ میں سے اس قدر امر یعنی اموات کیلئے فواتح اور عرسوں اور نذر نیاز کرنے کی خوبی میں شک وشبہ نہیں۔
(صراط مستقیم صفحہ نمبر ۵۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (پیرومرشد علمائے دیوبند) لکھتے ہیں: لفظ عروس ماخوذ اس حدیث سے ہے نم کنومۃ العروس یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر۔ کیونکہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے...... چونکہ ایصال ثواب بروح اموات مستحسن ہے خصوصا جن بزرگوں سے فیوض وبرکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے اور ہر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا موجب ازدیاد محبت وتزاید برکات ہے نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں اس میں جس سے عقیدت ہو اس کی غلامی

اختیار کرلے۔ اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہوجائیں باہم ملاقات بھی ہوجائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جاوے یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں۔ رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرار مخفیہ ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں...... مشرب فقیر کا اس میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روح کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ما حضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اسکا ثواب بخش دیا جاتا ہے الخ (کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۸۲،۸۳ طبع کراچی)

● حدیث لاتشد الرحال الخ کا صحیح مفہوم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد**. (نسائی جلد اول)، (انصاف صفحہ نمبر ۹۱)

دور سے سفر صرف تین مساجد کی طرف کئے جائیں۔

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی حنفی (م ۱۲۸۵ھ) قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ان تینوں مسجدوں (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی) کے علاوہ سب مسجدیں فضیلت میں برابر ہیں۔ اس لئے دنیا کی تمام مسجدوں کی طرف فضیلت کے اعتبار سے سفر کرنا جائز نہیں۔ حدیث کا لفظ لاتشد نہی کے معنی میں ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور کیلئے رخت سفر نہ باندھو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم میں لکھا ہے، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ لاتشد الرحال سے استدلال کرنے والے انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت یحیٰی علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے کیونکر روکتے ہیں ان سے منع کرنا بالکل محال ہے۔

نیز بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں چنانچہ مسعر سے یہ روایت مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابوسعید خدری سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز

پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسجد کیلئے اس میں نماز کے ارادے سے رخت سفر باندھنا مناسب نہیں سوائے مسجد، حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

عینی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث کی سند حسن ہے۔ محدث محمد عبدالروف مناوی شافعی نے ''الجامع الصغیر کی شرح میں لکھا ہے مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مقصد مثلاً علم یا زیارت کیلئے سفر دراصل کسی جگہ کا سفر نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقام کیلئے ہوتا ہے۔

عینی بخاری کی شرح میں راقم ہیں مساجد ثلثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوں کی ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور بھائیوں سے ملنے کیلئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں۔ (نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن صفحہ نمبر ۶۱ تا ۶۵ مترجم)

● شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں مراد ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کیلئے سفر کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہونا چاہیئے۔ پس مطلق سفر کی ممانعت جوان مساجد کے علاوہ ہو لازم نہیں آتی اور ان تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا کس طرح منع ہو سکتا ہے حالانکہ بالاتفاق سفر حج و سفر جہاد اور دار کفر سے ہجرت کرنا نیز تجارت اور تمام مصالح دنیویہ کیلئے سفر کرنا جائز ہے۔

(جذب القلوب صفحہ نمبر ۲۲۹ مطبوعہ کراچی)

● **حدیث لاتجعلوا قبری عیداً کا مفہوم**

(انصاف صفحہ نمبر ۹۲)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حدیث لاتتخذوا قبری عیداً۔ کا سوا اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلا لگانا اور خوشیاں کرنا اور زینت و آرائشگی دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ زیارت مقابر واسطے عبرت و تذکرہ آخرت ہے۔ نہ غفلت اور زینت کیلئے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ

قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس منع ہوتی بالخصوص حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے اور ایصال ثواب قرأت و طعام بھی جائز اور تعیین بہ مصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز۔ الخ (کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۸۲، ۸۳ طبع کراچی)

● شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی کثرت زیارت پر انگیختہ کرنا ہو اور اس بات کی جانب اشارہ ہو کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت عید کی طرح مت بناؤ کہ سال میں ایک دو مرتبہ سے زائد نہ آؤ۔ اور سبکی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زیارت کیلئے تعیین وقت کی ممانعت ہے جیسا کہ عید کیلئے وقت مقرر ہے بلکہ تمام سال اور پوری زندگی زیارت کا وقت ہے۔ یا عید سے تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس میں زینت و آرائش اور اجتماع سے پرہیز کیا جائے (جس میں انسان اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتا ہے) جیسا کہ عید میں رسم ہے بلکہ چاہیئے کہ زیارت و سلام اور دعا پر ہی بس کریں انتہی اس بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرقد شریف پر بصفت سکون و وقار، شوق و محبت سے اور ادب و انکسار کے ساتھ حاضر ہونے اور دعا مانگنے اور کثرت سے زاری اور التجا کرنے میں کوئی کراہت ہو۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ نمبر ۲۳۳، ۲۳۴ طبع کراچی)

● **ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب**

مرتبین انصاف لکھتے ہیں اس کی شرح میں فرمایا، یعنی میری قبر کو عید کی طرح نہ بناؤ جو سال میں ایک بار آتی ہے یعنی ایک دن زیارت کیلئے مقرر نہ کرو۔

(مرقات حاشیہ مرقات صفحہ نمبر ۸۶) (انصاف صفحہ نمبر ۹۲)

''مرتبین انصاف'' نے خط کشیدہ الفاظ کی زیادتی خود کی ہے، اصل عبارت یوں ہے۔

قال الطیبی وقیل یحتمل ان یکون المراد الحث کثرۃ الزیارۃ

ای ولا تجعلوا کالعید الذی لاباتی السنة الامرة۔ طیبی فرماتے ہیں احتمال ہے آپ کی مراد قبر شریف کی کثرت زیارت پر انگیختہ کرنا ہو اور اس بات کی جانب اشارہ ہو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت عید کی طرح مت بناؤ کہ سال میں ایک دو مرتبہ سے زائد نہ آؤ۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۸۶، حاشیہ ۸)

• فتاویٰ عزیزی کی عبارت میں تحریف

قارئین کرام! فتاویٰ عزیزی کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

زیارت قبور کیلئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت اور فی نفسہٖ اصل زیارت جائز ہے اور تعین وقت کی عادت سلف میں نہ تھی۔ یہ بدعت اس قسم کی ہے جو فی نفسہٖ جائز ہے (یعنی بدعت حسنہ ہے) صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے۔ جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے کہ ملک توران وغیرہ میں رائج ہے۔ عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن دعا کرنے کیلئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ (یعنی بدعت حسنہ ہے)

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۵۱ طبع کراچی)

• تفسیر مظہری کی عبارت کا جواب

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جاہل لوگ حضرات اولیاء اور شہداء کے مزارات کے ساتھ جو معاملہ کرتے ہیں وہ سب ناجائز ہیں مثلاً قبروں کو سجدے کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا الخ۔ (انصاف صفحہ نمبر ۹۲)

الجواب: جاہل لوگوں کا عمل ہمارے لئے حجت نہیں، قبروں کو سجدہ کرنا (تعظیمی) اور ان کے گرد (بطور عبادت) طواف کرنا ہمارے نزدیک حرام ہے اور قبروں کو سجدہ عبادت کرنے والا مشرک ہے۔ عرس کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف ہم اوراق گزشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

• علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا معمول اور اجتماع کرنا

مشرب فقیر کا (عرس کے بارے میں) یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور گاہ گاہے اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ الخ (کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۸۲، ۸۳ طبع کراچی)

• حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے مرید مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی زد میں

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۱۳۴، طبع کراچی)

معلوم ہوا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بقول مولوی رشید احمد گنگوہی ناجائز کام کرتے تھے۔ پھر گنگوہی صاحب نے ان کی بیعت کیوں کی؟

(نوٹ) ہم جب کسی بزرگ کا عرس کرتے ہیں تو محفل کے آخر میں یوں دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! جو کچھ ہم نے نیک اعمال کئے ہیں ان کو قبول فرما اور ان کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء کرام، صحابہ عظام، امہات المومنین، اہل بیت، تابعین، تبع تابعین، تمام اولیاء اللہ اور مومنین کو پہنچا۔ اس لئے مشہور اولیاء اللہ کے عرائس منائے جاتے ہیں۔ جن میں تمام مقدس ہستیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔

• سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ):

قدس سرہٗ کا معمول

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان پر منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسین اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے دو ایک دن قبل ہوتی ہے چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد جب فقیر آتا ہے تو لوگ بیٹھتے ہیں اور فضائل حسنین رضی اللہ عنہما کا ذکر جو حدیث شریف میں وارد ہے، بیان کیا جاتا ہے...... پھر ختم قرآن مجید کیا جاتا ہے اور پنج آیات پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود ہوتی ہے اس پر فاتحہ کیا جاتا ہے اور اس اثناء میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت اور گریہ طاری ہو جاتی ہے۔ اس قدر عمل میں آتا ہے، اگر یہ سب کچھ فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر ان چیزوں پر اقدام نہ کرتا۔

(فتاویٰ عزیزی (اردو) مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء صفحہ نمبر ۱۷۷)

• رئیس المحرفین مولوی محمد سرفراز خاں گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں:

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی حضرات کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

(اتمام البرہان حصہ اول، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۱۳۸)

اب "مرتبین انصاف" مولوی محمد سرفراز گکھڑوی سے جا کر پوچھیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ جنگ بدر، احد اور حنین وغیرہ میں شہید ہونے والے صحابہ کو چھوڑ کر فقط امام حسین رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت کیوں مناتے تھے۔ اور تمام

انبیاء کرام (کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار) کو چھوڑ کر صرف حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یوم وصال کو کیوں اہمیت دیتے تھے۔ موصوف جو جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ یا مولانا محمد اسحاق شاہ صاحب سے دریافت کریں جو ہر سال دہلی میں بادشاہ کے ہاں ذکر شہادت حسین کی محفل منعقد کرتے تھے۔

(تقدیس الوکیل، تقریظ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکی)

عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور جلوس نکالنا

ہمارے نزدیک حضور پرُنور سید عالم ﷺ کے یوم پیدائش پر مسرت وانبساط کا اظہار کرنا، دکانوں اور مکانوں کو حتی المقدور سجانا، صاف ستھرے کپڑے پہننا، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانا، رشتہ داروں اور دوستوں کو تحائف بھیجنا، محافل ذکر وفکر اور محافل میلاد منعقد کرنا، جن میں آپ کی ولادت باسعادت کے واقعات ومعجزات اور آپ کی سیرت طیبہ بیان کرنا اور آپ کی ذات بابرکات پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور سنت نبوی پر عمل کرنے کا جذبہ بیدار ہو مستحب ومستحسن امور ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے رب العزت جل شانہٗ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی۔ اور اس دن کو لغوی معنوں میں "لفظ عید" سے تعبیر کرنا صحیح ودرست ہے۔ یاد رہے کہ شرعی عیدین کے احکام اس عید پر نافذ نہیں ہوں گے۔

• امام راغب (حسین بن محمد) اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

(عید کے لغوی معنی) ہر وہ دن جس میں کوئی شادمانی حاصل ہو اس پر عید کا لفظ بولا جانے لگا ہے۔ ۱؎ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۳۶۷ طبع لاہور ۱۹۷۱ء)

۱؎ مولوی اشرف علی تھانوی نے قرآن مجید کی تفسیر بیان القرآن کے نام سے لکھی جب سورۃ الکہف مکمل کی تو یہ اشعار لکھے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ حَمْدًا سَابِقًا عَلٰی مَزِیْدٍ...... وَالْيَوْمُ يَوْمُ عِيْدٍ......وَبَخْتِی بَخْتٌ سَعِيْدٌ...... حَيْثُ وَفَّقَنِی اللّٰهُ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ......لِاِتْمَامِ النِّصْفِ الْاَكْثَرِ مِنْ تَفْسِيْر

- صاحبِ قاموس امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ) لکھتے ہیں:

القُرانِ الْمَجِیْدُ......یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ الْخَامِسَ عَشَرَ مِنْ رَجَبَ سنه ۱۳۲۴ هِجْرِیْ مِنْ هِجْرَةِ خَیْرِ الْمَجِیْدُ......صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَدَ الْاَبِیْدُ......وَاَرْجُو اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّاْتِیَ عَلٰی عِیْدٍ آخَرَ جَدِیْدُ......وَیُقَرِّبَ اِلَیَّ الْبَعِیْدُ......یَوْمَ اَقُوْلُ بِمَلَاءِ فِیَّ وَقَدْ...... كَمُلَ التَّفْسِیْرُ بِالتَّطْرِیْبِ وَالتَّغْرِیْدُ......اَلَا اَیُّهَا الْاَحْبَابُ عِیْدٌ عَلٰی عِیْدُ......اِنَّهٗ یَفْعَلُ مَایَشَاءُ وَیَحْكُمُ مَایُرِیْدُ.

ترجمہ: اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں ایسی تعریفیں جو گزریں زیادتی اور اضافے کے ساتھ (علی باء کے معنی میں ہے) اور آج کا دن (میرے لئے) عید اور خوشی و فرحت کا دن ہے اور میرا مقدر اور نصیب عظیم نصیب ہے (یعنی آج میں خوش بخت اور خوش قسمت ہوں کیوں اس لئے کہ) اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ جو غنی عن الخلق ہے لائق ستائش ہے مجھے توفیق عطا فرمائی ہے قرآن مجید کی تفسیر میں سے نصف اکثر کو مکمل کرنے کی (قرآن کریم کا نصف تو والیتلطف پر ہو جاتا ہے تو اس سے آگے والے حصے کو اختتام سورۃ تک کو اکثر کہہ رہا ہے حالا کہ الکثیر کا لفظ کہتا جو کہ موزوں اور بہتر ہوتا) (فیضی) بدھ کے دن چودہ رجب المرجب شریف ۱۳۲۴ھ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بہترین بندے کی ہجرت سے رحمت کاملہ بھیجے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور سلام بھیجے اللہ تعالیٰ ابدالآباد یعنی تا قیام قیامت اور میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ دوسری جدید عید بھی عطا فرمائے گا (قرآن کریم کی تفسیر کے اختتام و انتہاء پر جو عید کا سماں ہوگا وہ بھی لے آئے گا) اور قریب کردے اللہ تعالیٰ میری طرف بعید چیز کو (یعنی قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا نصف) جس دن میں اپنے منہ کو بھر کر کہوں گا (فی دراصل فمی تھا) اس حال میں کہ تحقیق قرآن کریم کی تفسیر مکمل و اکمل ہوگئی ہے (کیسے کہوں گا) بہت زیادہ خوشی کرنے کے ساتھ (خوشیوں کی دھمالیں ڈالتے ہوئے) اور پرندوں کی طرح چہچہاتے ہوئے (کوئل کی طرح نغمہ سرائی اور گیت گاتے ہوئے) کہ اے میرے دوستو! اے میرے عقیدت مندو اے میرے مریدو آج اختتام تفسیر قرآن کا دن عید پہ عید ہے خوشی پر خوشی ہے بے شک وہ کر گزرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم نافذ کرتا ہے جس کا ارادہ رکھتا ہے (بیان القرآن صفحہ ۲۵۹ جلد ۲) جب تفسیر مکمل ہوگئی تو اختتام پر یہی اشعار لکھے اور یہ بھی لکھا کہ جس دن سورۃ الکہف مکمل ہوئی اس دن کو میں نے عید کا دن قرار دیا ہے۔

جس دن تفسیر قرآن مکمل ہو وہ دن عید ہو سکتا ہے۔ ولادت رسول اکرم ﷺ والا دن تو عیدوں کی عید ہے اس دن کو عید کہنے سے عداوت کیوں؟ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

جمعہ امت محمدیہ کی عید ہے جو ہر ہفتہ ہوتی ہے۔ (سفر سعادت صفحہ نمبر ۸۲ طبع لاہور)

- کتاب اللہ سے ایک مثال

”ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیداً“۔

(سورۃ المائدہ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: ”اے رب ہمارے، ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو“۔

(ترجمہ کنز الایمان صفحہ نمبر ۲۰۳ طبع تاج کمپنی لاہور)

- امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(آیت مذکورہ میں) عید سے شادمانی (خوشی) کا دن مراد ہے۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۷۳۶)

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مؤمنین کیلئے پانچ عیدیں ہیں۔

۱۔ مؤمن پر دن گزرے اور اسکے گناہ نہ لکھے جائیں۔ وہ اس کیلئے عید کا دن ہے۔

۲۔ دنیا سے ایمان اور شہادت کے ساتھ اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ روانہ ہو، وہ بھی اس کیلئے عید کا دن ہے۔

۳۔ پل صراط سے گزرنے اور قیامت کے ڈر سے دشمنوں کے ساتھ ہاتھ اور زبان سے مامون ہے وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

۴۔ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے مامون ہو وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

۵۔ جس میں رب کائنات کا دیدار کرے وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

(درۃ الناصحین[1] صفحہ نمبر ۲۶۳ زمانہ تالیف ۱۲۲۴ھ)

نیز مولوی عبد القادر روپڑی غیر مقلد کی زیر نگرانی نکلنے والے رسالہ ”ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث“ لاہور ۱۹۶۳ء میں بھی حدیث منقول ہے۔

”عن عبید بن السباق مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسم فی جمعة من الجمع یا معشر المسلمین ان ھذا یوم

[1] یہ شیخ عثمان بن حسن بن احمد شاکر الخویدی الرومی، محدث، مفسّر، واعظ کی تصنیف ہے (معجم المؤلفین صفحہ نمبر ۲۵۳ جلد ۶ طبع بیروت)

جعله الله عيداً فاغتسلوا ''۔الخ

(۱)......(مشکوۃ صفحہ نمبر ۱۲۳ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲)......(ابن ماجہ صفحہ نمبر ۷۷ طبع کراچی، پاکستان)

(۳)......(شرح سفر السعادت صفحہ نمبر ۱۸۸ طبع سکھر ۱۹۷۸ء رواہ ابو ہریرۃ)

اس حدیث مبارکہ میں لغوی طور پر لفظ عید کا استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ عیدین کے احکام جمعہ کے دن پر نافذ نہیں ہوتے۔

- خلیفہ راشد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''و کل یوم لا یعصی اللہ فیه فهو عید''۔

(نہج البلاغہ صفحہ نمبر ۹۳۲ ارشاد نمبر ۴۲۸ طبع لاہور)

ترجمہ: ''یعنی ہر وہ دن جس میں بندہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے وہ اس کیلئے عید ہے''۔

(غنیۃ الطالبین از سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۳۱۰ طبع لاہور ۱۳۹۴ھ)

- پروفیسر ابو بکر غزنوی بن مولوی محمد داؤد غزنوی (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

عید وہ ہے جو بار بار آئے، قرآن مجید میں لفظ عید مسرت (خوشی) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے:''انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيداً''۔ (روزنامہ کوہستان لاہور یکم شوال ۱۳۸۴ھ)

- ڈاکٹر محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں:

عیداً: عید خوشی کا دن، عید جو بار بار لوٹ کر آئے۔الخ [۱]

(قرآن مجید کا عربی اردو لغت صفحہ نمبر ۴۰۱ طبع راولپنڈی)

---

[۱] مفتی محمد تقی عثمانی دیوبندی اپنے بھائی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر روز عید کوئی نہ ہوتا جب وہ کراچی آجاتے (نقوش رفتگاں صفحہ ۳۱ مکتبہ معارف القرآن کراچی) مولوی ذوالفقار احمد دیوبندی لکھتے ہیں کسی نے بزرگ سے پوچھا کہ حضرت عید کب ہوگی انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بھائی جب دید ہوگی تب عید ہوگی یعنی جب محبوب کی دید ہوگی تب ہماری عید ہوگی ...... جب وہ کعبہ کی دید کرتے تھے پھر ان کی عید ہو جایا کرتی تھی (سوئے حرم صفحہ ۱۹ مکتبہ الفقیر فیصل آباد ۲۰۰۹ء) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہو، اس دن کو عید بنانا، خوشی منانا، عبادت خداوندی کرنا، اور شکر الٰہی کا بجالانا، اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ افراد قدسیہ اور صالحین و کاملین کا طریقہ ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا یعنی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، میلاد شریف اور سیرت نبوی کا وعظ کرنا اور لوگوں کا اس میں شریک ہونا، شکر الٰہی کا بجالانا اور حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود فعل ہے اور مقربان الٰہی کا طریقہ ہے، اور یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا، ممانعت کیلئے دلیل نہیں بن سکتی، کہ کسی جائز کام کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔

تقریباً گیارہ سو (۱۱۰۰) سال سے مسلمانان عالم اس دن (یعنی ولادت باسعادت کے یوم) خوشی و مسرت کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں۔ شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ (مصر) رقمطراز ہیں:

امام ابو شامہ علیہ الرحمۃ شیخ نووی (امام ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے کا نیا مگر بہترین اختراع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے۔ جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ و خیرات، محفلوں کی زیبائش و آرائش، اور اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حسن سلوک کے علاوہ امتیوں کی آنحضرت سے والہانہ عقیدت و محبت اور اہل محفلوں میں آپکی فضیلت و عظمت کی پختگی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہیں۔

امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے (یعنی آج سے ۱۱۰۰ سال پہلے) اس کے بعد سے تمام ممالک و

امصار میں مسلمانانِ عالم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مناتے چلے آرہے ہیں وہ ان دنوں میں خیرات وصدقات کرتے ہیں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر حق تعالیٰ کا عام فضل وکرم ہوتا ہے۔

علامہ محدث عبدالرحمٰن (متوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے سال بھر امن وعافیت رہتی ہے۔ یہ مبارک عمل ہر نیک مقصود میں فوری کامیابی کی بشارت کا موجب ہے۔

سلاطین اسلام میں سے اس طریقہ کو رائج کرنے والے سب سے پہلے شاہ اربل سلطان مظفر ابو سعید تھے۔ جن کی فرمائش پر حافظ ابن دحیہ علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر ایک کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" تالیف کی تھی۔ اس پر بادشاہ نے خوش ہو کر مؤلف علیہ الرحمۃ کو ایک ہزار دینار انعام عطا فرمایا تھا۔ اسی سلطان نے سب سے پہلے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد فرمایا تھا۔ وہ ہر سال ماہ ربیع الاوّل میں یہ جشن انتہائی اہتمام کے ساتھ بہت اعلیٰ پیمانے پر منایا کرتا تھا وہ طبعاً نہایت سخی جواں مرد، شیر دل، فیاض طبع، نہایت زیرک ودانا اور منصف مزاج تھا۔

سلطان ابو محمد موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم جشن منایا کرتا تھا، جیسا کہ ان کے زمانہ میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ واندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔

ہمارے زمانہ میں بھی مسلمانانِ عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقہ میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں۔ خاص کر شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے، جو پولیس کے حفاظتی دستوں کے ساتھ سڑکوں سے گزرتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ اشراقیہ، کوتلہ بازار اور حسینیہ گزرتا ہوا، عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے..... اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے نیز بمقام مشہد حسینی کمشنر مصر کی موجودگی میں سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا بیان ہوتا ہے۔ الخ

(تلخیص)۔ (محمد رسول اللہ، صفحہ نمبر ۳۲ تا ۳۵ طبع کراچی)

- علامہ ابن حجر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں، اور خوشی کے ساتھ کھانے پکانے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع واقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد کریم کی قرأۃ کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکت سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنایا تا کہ یہ عید (خوشی) میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔ (مواہب الدنیہ صفحہ نمبر ۲۷ جلد اوّل طبع مصر)

- محدث ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترغیب میں کلام کو بہت کچھ طول دیا گیا ہے اور یہ عمل حسن ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، یمن، شام، تمام عرب اور مشرق ومغرب کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفلیں قائم کرتے اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے ہیں۔ الخ

(المیلاد النبوی از محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۵۸ طبع لاہور)

نیز فرماتے ہیں: جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی جزاء یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل کرے۔ (مواہب الدنیہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۲ طبع لاہور ۲۰۰۴ء)

- علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہے جس میں لوگ جمع ہو کر

بقدر سہولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سراپا نور کے سلسلہ میں جو خوشخبریاں احادیث وآثار میں آئی ہیں اور جو خوارقِ عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں انہیں بیان کیا جاتا ہے، پھر شرکاء محفل کے سامنے دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ اور وہ حسب طلب اور بقدر کفالت ما حضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں منعقد کی جانے والی تقریب عید، بدعت حسنہ (ایک نیا کام ہے) جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت وانبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔

(حسن المقصد فی عمل المولد، صفحہ نمبر ۲۵ طبع سیالکوٹ)

نیز فرماتے ہیں: ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم میلاد شریف منعقد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر اظہار شکر کریں، جس میں دعوتِ طعام ہو اور اس طرح کے دیگر امور خیر سرانجام دیئے جائیں اور خوشیاں منائی جائیں۔

(حسن المقصد فی عمل المولد، صفحہ نمبر ۲۵ طبع سیالکوٹ)

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے مہینے میں الخ (اسکے بعد آپ نے علامہ قسطلانی کی عبارت نقل فرمائی ہے جس کو ہم "مواہب الدنیہ" کے حوالے سے صفحہ گزشتہ میں نقل کر آئے ہیں)۔ (ما ثبت بالسنۃ صفحہ نمبر ۷۹)

- ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے اہل اسلام ہر سال (ربیع الاول کے مہینے میں) محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں جس کی برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔ (تلخیص)۔ (المورد الروی فی میلاد النبوی)

- علامہ طاہر پٹنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی کتاب مجمع البحار کو جب ربیع الاول میں اخیر تک مکمل کر لیا تو خاتمہ پر یہ عبارت لکھی۔

ترجمہ: "خدا کے فضل و توفیق سے کتاب مجمع البحار کا آخر ثلث پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی رات کو خوشی اور کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہار مسرت کیا کریں"۔

(مجمع البحار صفحہ ۵۵۰ جلد ۳ طبع بیروت)

- حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(مولود شریف) میں اچھی آواز کے ساتھ قرآن شریف، نعتیہ قصائد اور مناقب و فضائل پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل و تحریف کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں ہیں۔

(مکتوب نمبر ۷۲ جلد ۲ بنام خواجہ حسام الدین)

- مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

کہ میلاد صرف اس امر کا نام ہے کہ آیات قرآنیہ اور احادیث پڑھی جائیں اور ان کی تشریح کرتے ہوئے کچھ معجزات نبوی، حسب ونسب نبویہ اور حالات پیدائش معہ خوارق ونشانہائے آسمانی بیان کیے جائیں جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" میں بیان کیا ہے اس میلاد کا وجود عہد نبوت اور عہد صحابہ میں تھا۔ اگرچہ اس وقت اس مجلس کو میلاد نہیں کہتے تھے۔ پھر اسی سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ خلاصہ یہ ہے کہ میلاد شرعی مستحسن شرعی ہے۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس کا وجود (خواہ کسی عنوان سے ہو) قرون ثلاثہ میں تھا اور یا اس وجہ سے کہ اس کا جواز سند شرعی میں درج ہے اور کسی نے اس کے مستحب ہونے سے انکار نہیں کیا۔ سوائے چند اشخاص کے جن کا سرکردہ تاج الدین مالکی ہے مگر اس کا قول معتبر نہیں ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر لکھتے ہیں کہ علمائے حرمین شریفین قیام بھی کرتے

ہیں۔الخ (مجموعہ فتاوی صفحہ نمبر۱۱ جلد۲ طبع فرنگی محل (لکھنو)

کرم ہی کرم

● حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم فاروقی قادری حنفی (متوفی ۱۱۳۱ھ) علیہ الرحمۃ نے خبر دی۔

فرمایا کہ میں میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا، میلاد پاک کی خوشی میں، ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھنے ہوئے وہ میں نے لوگوں میں تقسیم کردیے تو کیا دیکھتا ہوں (یعنی خواب میں) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں۔اور آپ بہت شاد و بشاش ہیں۔

(درثمین فی مبشرات النبی الامین از مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر۴۰ طبع لائل پور ۱۹۷۰ء)

● امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مرگیا تو میں نے ایک سال بعد خواب میں دیکھا کہ وہ بہت ہی برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ مرنے کے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہ ہوئی، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کردی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا۔[1]

(فتح الباری شرح بخاری صفحہ نمبر۱۱۸ جلد۱۹ از ابن حجر عسقلانی شافعی (م ۸۵۲ھ)

● علامہ محبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن احمد عجیلی (متوفی ۱۰۱۱ھ) علیہ الرحمۃ کی اپنی ایک تحریر دیکھی جس میں عبارت یہ ہے کہ شیخ صالح نجم

[1] ابولہب کے تخفیف عذاب کا واقعہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو بخاری صفحہ نمبر۷۶۳ جلد۲ طبع کراچی)، (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

الدین بن قیولی مصری نے مجھے بتایا کہ انہوں نے عیدالفطر کے دن اونگھ کی حالت میں ۱۰۰۷ھ میں دیکھا کہ گویا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور کی جگہ پر باہر سامنے تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے سارے جسم پاک سے نور نکل رہا ہے لیکن سینہ اقدس سے جو نور نکل رہا ہے وہ تو ایسی کیفیت کئے ہوئے ہے۔ جو جسمانی ہے اور اس کی مقدار اتنی تھی یہ کہ آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کا حلقہ بنایا اور یہ نور اپنی جگہ سے پھیل کر سید محمد عجیلی تک پہنچتا ہے اور وہ محفل میلاد وذکر اپنی مسجد میں اس وقت قائم کئے ہوئے تھے اور یہ نور ان کے سینہ میں لگا تار داخل ہوتا چلا جاتا ہے۔

(جامع کرامات اولیاء از علامہ نبہانی صفحہ نمبر۷۹۸ طبع لاہور ۱۹۸۲ء)

● حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے فرمایا:

قدیم طریقہ کے مطابق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز (کچھ) تقسیم کی، اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی تلاوت قرآن پاک کے دوران ملاء الاعلیٰ کا ورود ہوا۔ (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی بہت التفات فرمائی

اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء الاعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیاز مندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کررہی ہے) ہورہی ہے۔ (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کی کیفیت کی برکتیں اور لپٹیں نازل ہورہی ہیں۔

(القول الجلی فی ذکر آثار الولی (مترجم اردو) صفحہ نمبر۱۸۲ طبع لاہور ۱۳۲۰ھ)

۱۔ ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ "واللہ قد یثیبھم علی ھذا المحبۃ والاجتھاد"۔

(اقتضاء الصراط، صفحہ نمبر۲۹۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت جو لوگ میلاد مناتے ہیں اللہ تعالی انہیں اس محبت اور کوشش وسعی کا ثواب دیگا۔

۲۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے:

”وارضعته صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثویبة عتیقة ابی لهب، اعتقها حین بشرته بولادته صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و قد رؤی ابو لهب بعد موته فی النوم فقیل له: ماحالک؟ فقال: فی النار، الا انه خفف عنی کل اثنین وأمص من بین اصبعی هاتین ماء واشار برأس اصبعه: وان ذالک باعتاقی ثویبة عندما بشرتنی بولاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وبارضاعها له، قال ابن الجوزی: فاذا کان هذا ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی بفرحه لیلة مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم به فما حال المسلم الموحد من امته صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یسر بمولده؟“۔

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طبع لاہور ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) ؎۱

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی خوشخبری ثویبہ نے ابولہب کو پہنچائی تو اس نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا اور ثویبہ نے بھی آپ کو پہلے پہل دودھ پلایا کسی نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ بولا جہنم میں ہوں ہاں پیر کے دن میرے عذاب میں کچھ کمی ہو جاتی ہے اور دونوں انگلیوں کے درمیان سے کچھ پانی چوستا ہوں (اور اس نے اپنی انگلیوں کے سرے کی طرف اشارہ کیا) اور اس کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر میرا ثویبہ کو آزاد کرنا اور اس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلانا ہے۔

- نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد وہابی) لکھتا ہے:

جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول

؎۱ وہابیہ کا ترجمان ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور ۲۵ رجولائی ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے، ہم مولانا مدنی اور ان کے ادارے کو اس حسین مرقع (یعنی مختصر سیرت الرسول) کی اشاعت پر دلی مبارک پیش کرتے ہیں۔

پر اس نعمت کے نہ کرے، وہ مسلمان نہیں۔ ؎۱

(الشمامة العنبریہ من مولد خیر البریہ صفحہ نمبر ۱۲ طبع انڈیا ۱۳۰۵ھ)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

”۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش ہوئی اور یہی تاریخ آپ کی وفات مبارکہ کی ہے۔ اس لئے اس دن خوشی منانا جائز نہیں“۔

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت، ہم پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور آپکی وفات ہمارے لئے سب سے بڑا اندوہ والم۔ مگر شریعت نے نعمتوں پر اظہار شکر کی ترغیب دلائی ہے اور مصائب پر صبر و سکون اور خاموشی کی تلقین کی ہے۔ شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے بچے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے اور موت کے وقت جانور ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ایسی کسی بات کا بلکہ نوحہ و جزع فزع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس ماہ مقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے سلسلے میں خوشی منانا وفات پر غم کرنے سے بہتر ہے۔

(حسن المقصد فی عمل المولد صفحہ نمبر ۳۶، ۳۵ طبع سیالکوٹ)

نیز علماء کرام حضرت محدث ابن جوزی، علامہ سخاوی نے علامہ جلال الدین

؎۱ اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ رات کے وقت سمندر کی حالت خطرناک ہوگئی آخر جب رات خیریت سے گزر گئی اور صبح ہوئی اور جہاز خطرے کی جگہ سے نکل آیا تو جہاز کے کپتان نے اس شکریہ میں حلوہ تیار کر کے مجلس میلاد شریف منعقد کی اور بعد پڑھنے عربی قصائد (یعنی نعت خوانی ہوئی فیضی غفرلہ) اور مولود مسعود کے اس حلوے کو تقسیم کر دیا۔ (مخزن احمدی صفحہ ۸۵) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری حنفی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ برہان الدین حلبی وغیرہ نے وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قانونِ شرعی کی روشنی میں منانے کو ترجیح دی ہے۔

● **ایک شبہ اور اس کا ازالہ**

میلاد ایک عیاش بادشاہ کی اختراع ہے۔

بقول مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم وحسب تصریحات دیگر آئمہ عظام اس کی اصلیت عہدِ رسالت سے ثابت ہے ہاں مختلف زبانوں میں اہل حق کے ہاں بھی اس کی مختلف تصریحات ہوتی رہی ہیں جن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مجلس کسی طرح بھی باعث خیر وبرکت نہیں۔ یا کم از کم درجہ اباحت تک بھی نہیں پہنچتی، ورنہ ایسے سخت گیر اور متشدد و مخالفین سے جب ان کی اپنی بدعات نو پیدا کردہ سے سوال کیا جائے تو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

اس کے بعد ہم یہ بھی کہیں گے "الحکمۃ ضالۃ المؤمن" مومن کو ہر جگہ سے مفید مطلب چیز حاصل کر لینا ضروری ہے۔ اس اصل پر حجاج بن یوسف کی کوشش سے قرآن شریف کے حرکات وسکنات اور دیگر اجزاء حاصل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح آج کل بھی یورپ سے کئی مفید امور حاصل کئے جا رہے ہیں۔

(المیلاد فی القرآن صفحہ نمبر ۱۸، ۱۹ از مولانا محمد عالم آسی طبع لاہور ۲۰۰۱ء)

اعتراض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجلس میلاد کے انعقاد کو ترک کرنا اس کی حرمت اور ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

جواب

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شئے کو ترک فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ وہ فعل ناجائز یا حرام ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے،

● "وما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا"۔

ترجمہ: "اور جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ"۔

اس میں یہ تو نہیں فرمایا: "وما ترکہ فانتھوا عنہ" جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رُک جاؤ"۔

● رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ اور جس سے میں منع کروں اس سے بچو۔

آپ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا: جسے میں ترک کروں اس سے بچو۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر وہ فعل وعمل جس کی سند شرع میں ہو بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو۔ کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے افضل پر عمل پیرا ہوں۔

● **ترک کی مثالیں**

کچھ ایسے اعمال ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا: (۱) مروجہ محفل میلاد۔ (۲) محفل شب معراج۔ (۳) شب بارات کے موقع پر شب بیداری۔ (۴) جنازہ کے ساتھ ذکر۔ (۵) گھر میں میت پر تلاوت قرآن۔ (۶) قبر کے پاس تلاوت قرآن۔

جو شخص ان کو یا ان کے ہم مثل اشیاء کو اسی دعوٰی کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فٹ آئے گا۔ "اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون" کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو"۔ اس لئے جب تک کسی شئے کے بارے میں کوئی نہی وارد نہ ہو جو

ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"وما سکت عنہ فھو عفو"۔ جس سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی انکی اجازت ہے)۔

(مسئلہ ترک از امام عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری (مترجم) تخفیص طبع لاہور ۱۹۹۷ء)

- امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میلاد شریف کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء (بادشاہوں میں) اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی ...... اس کا شمار عظیم المرتبت سلاطین اور فیاض امراء میں ہوتا ہے۔ اس نے کئی اور نیک کارنامے انجام دیئے اور یادگاریں قائم کیں۔ کوہ تاسیلون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔

- ابن کثیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلطان مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان وشوکت اور تزک واحتشام سے اہتمام کرتا تھا اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا تھا۔ وہ ایک ذکی القلب، دلیر، بہادر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے ...... اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکہ میں ہوئی اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت آدمی تھا۔

(حسن المقصد فی عمل المولود صفحہ نمبر ۲۶ مترجم مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۲ء)

<u>الزام:</u> یہ مسرف بادشاہ رعایا کی لاکھوں کی رقم اس بدعت پر خرچ کرتا تھا۔

(انصاف صفحہ نمبر ۹۵)

<u>الجواب:</u> نیز عیاشی اور فضول خرچی یہ ہوتی ہے جس سے نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا۔ اور کیا رعایا اس کے دور میں تنگ اور پریشان تھی کہ حقوق العباد ترک کر کے محفل میلاد پر ایک کثیر رقم خرچ کرتا تھا جب ایسا ثابت نہیں تو خواہ مخواہ ایک مسلمان پر بدظنی کرنا گناہ ہے۔ رب کائنات فرماتا ہے: اے ایمان والو اکثر گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ (سورۃ الحجرات)

- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بدگمانی سے بچو، بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

اور وہ فقط عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ہر سال محفل منعقد کرتا تھا جس میں وقت کے علماء ومشائخ، سرکاری ملازمین اور ہزاروں دیگر افراد شمولیت کرتے تھے۔ پھر قرآن خوانی، نعت خوانی، درود شریف پڑھا جاتا تھا۔ پھر آپ کی سیرت، معجزات اور میلاد کا بیان ہوتا تھا۔ لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت واطاعت کی طرف راغب کرتے تھے۔ اس کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اس کے بعد حاضرین کو انعامات دیئے جاتے تھے۔ اور سخاوت کی فضیلت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے سخی اللہ تعالیٰ کے قریب جنت کے قریب ہے۔ اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے۔ (ترمذی ابواب البر والصلہ صفحہ نمبر ۹۱۶ جلد اول)

اس لئے شاہ اربل کو عیاش اور مسرف سلطان کہنا الزام تراشی کے سوا کچھ نہیں۔

محفل میلاد منعقد کرنا یہ مسلمانوں کیلئے اظہار محبت اور ایمان کی علامت ہے

21 ...... علمائے دیوبند کا متفقہ فیصلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ولادت باسعادت، واقعات، غزوات، افعال اور کردار عظیمہ اور آپ کی اخلاق حسنہ پر محفل میلاد منعقد کرنا یہ مسلمانوں کیلئے اظہار محبت اور ایمان کی علامت ہے محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی بارے میں سوال پوچھا گیا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا:

<u>الجواب:</u> عندی ان اصل عمل المولد الذی ھو اجتماع الناس و قرأۃ ماتیسر من القرآن وروایۃ الأخبار الواردۃ فی مبدء امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ماوقع فی مولدہ من الایات ثم یمدلھم سماط یاکلونہ و ینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک ھو من البدع الحسنۃ التی یثاب

علیھا صاحبھا لما فیہ من تعظیم قدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اظھار الفرح والاستبشار بمولدہ الشریف ،الحاوی للفتاویٰ صفحہ نمبر ۱۸۹ جلد اول ،اس کے علاوہ اور علماء کرام بھی اس کے قائل ہیں علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں ورسائل لکھے ہیں نحو" النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم للحافظ ابن حجر مولد رسول اللہ لابن کثیر المورد الروی فی المولد النبی للعلامہ علی القاری مولد النبی لابن حجر الھیثمی التنویر فی مولد البشیر والنذیر للعلامہ ابن دحیہ عرف التعریف بالمولد الشریف لابن جوی """ چند مسلمات وحسنات" فضل الذاکرین صفحہ نمبر ۷ وفیات الاعیان صفحہ نمبر ۲۷۳ جلد ۳ ،نور الاسلام صفحہ نمبر ۱۳۷ ، ماثبت بالسنۃ صفحہ نمبر ۶۰ ، درثمین صفحہ نمبر ۴۱ ، باب جنت صفحہ نمبر ۱۳۷ ، جامع الکمالات صفحہ نمبر ۲۵۷ ، مقالات الکوثری صفحہ نمبر ۳۷۳ ، مقالات غازی صفحہ نمبر ۵۷ ، جمع الفوائد صفحہ نمبر ۳۸۳ جلد اول برحاشیہ نسائی شریف صفحہ نمبر ۳۵۶ ، مجمع الفتاویٰ صفحہ نمبر ۲۹۷ ، تنبیہ: محفل میلاد ہمارے علماء دیوبند کے نزدیک بھی ثابت ہے عقائد علماء دیوبند صفحہ نمبر ۲۱۲ ، السعایہ صفحہ نمبر ۲۷ جلد ۲ ، فیض الباری صفحہ نمبر ۱۳۰ جلد ۴ ، بہشتی زیور صفحہ نمبر ۱۳۷ ، المہند علی المفند صفحہ نمبر ۱۳۲ ، طریقہ مولود للتھانوی ، مجموعۃ الفتاویٰ صفحہ ۱۵۳ ، اثبات الاعراض صفحہ نمبر ۱۴۱۔

تصدیقات علماء کرام ومشائخ عظام

۱۔ شیخ الحدیث فقیہ العصر مولانا مفتی اعظم پاکستان محمد فرید صاحب۔

۲۔ شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی۔

۳۔ شیخ الحدیث والفقہاء حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب۔

۴۔ شیخ الحدیث اکابر العلماء حضرت مولانا فتح محمد صاحب۔

۵۔ شیخ الحدیث والعلوم حضرت مولانا فضل واحد صاحب۔

۶۔ شیخ الحدیث وفقیہ النفس حضرت مولانا چاند بادشاہ صاحب۔

۷۔ شیخ الشریعت والطریقت سید علی آغا صاحب۔

۸۔ شیخ الشریعت والطریقت سید بادشاہ آغا صاحب۔

۹۔ شیخ الحدیث ورائس الاتقیاء مولانا رحیم اللہ صاحب۔

۱۰۔ شیخ الشریعت والطریقت مولانا عبد الرؤف آغا صاحب۔

۱۱۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا جان محمد صاحب۔

۱۲۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا عبید اللہ صاحب۔

۱۳۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد حمید آغا صاحب۔

۱۴۔ قاضی القضات استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الغفور ستانی صاحب۔

۱۵۔ جامع الفنون حضرت مولانا نور محمد صاحب۔

۱۶۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا سید عبد الباری آغا۔

۱۷۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا خیر محمد صاحب۔

۱۸۔ شیخ الحدیث والعلماء حضرت مولانا محمد علی صاحب۔

۱۹۔ حضرت مولانا محمد تقی صاحب۔

۲۰۔ قائد علماء افغانستان مولوی محمد نبی "محمدی" صاحب۔

۲۱۔ علامہ پروفیسر وکیل اسلام عبد العزیز "خلجی"۔

اشتہار الیواقیت والجواہر "یعنی اقوال الاکابر"

فی

تحقیق مسائل العصر الحاضر

مرتب وناشر: محمود الزمان، شیخ الحدیث مولانا غازی محمد صاحب "کمال"

تحقیق ونظر ثانی: شیخ الحدیث مولانا محمد ملنگ جان صاحب

حضرت مولانا محمد فضیل صاحب "پشین"

Monthly "Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat" Multan. Regd.M.No.32

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو، ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

تحفظ ختم نبوت کانفرنس

۳۰ ویں سالانہ دو روزہ

۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ ✿ جامع مسجد احرار، چناب نگر

زیر صدارت
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

حضرت صاحبزادہ

عزیز احمد مدظلہ

(خانقاہ سراجیہ کندیاں)

مہمانان خصوصی

شیخ الحدیث
مولانا زاہد الراشدی
سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

حضرت
مولانا مجاہد الحسینی
مدیر ماہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد

جناب
حافظ حسین احمد صاحب
مرکزی رہنما جمعیت علماء اسلام

مولانا
عبدالرشید انصاری
مدیر ماہنامہ "نور علی نور" کراچی

مشائخ عظام جید علماء اور دانشور کانفرنس کی مختلف نشستوں سے خطاب کریں گے

جلوس

حسب سابق بعد نماز ظہر سرخ پوشان احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا دوران جلوس مختلف مقامات پر رہنما احرار خطاب فرمائیں گے

منجانب: تحریک تحفظ ختم نبوت ✿ مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر 047-6211523 ملتان 061-4511961 لاہور 042-5865465 چیچہ وطنی 040-5482253 کراچی 0301-2684157

عظمت رسول کانفرنس
صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ ربنا جل جلالہ
محمد نبینا
پروگرام ان شاء اللہ
یکم مئی 2004، 10 ربیع الاول
بروز ہفتہ
وقت: 1:00 بجے دن
بمقام: لائق علی چوک واہ کینٹ
مرکزی جامع مسجد
مسجد اہلحدیث
اور نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں آپ حضرات ولادت مصطفیٰ کا پیغام
QIRTAS GRAPHICS Wah Cantt : 0300-5336906

پروگرام

مورخہ 21 اپریل 11 ربیع الاول
بروز جمعرات بوقت 1:00 بجے دن

بمقام

لائق علی چوک
واہ کینٹ

برائے رابطہ

مدنی مسجد	536343:
مسجد الصدیق	511344:
مرکزی مسجد الادریس	510165:
مسجد اویس شہید	541363:
مسجد اہلحدیث	536397:

جس میں ملک بھر سے
جید علماء کرام، مشائخ عظام
دانشور، وکلاء، قراء اور نعت خوان
حضرات تشریف لا رہے ہیں۔

انتظامیہ سیرت کمیٹی واہ کینٹ تحصیل ٹیکسلا

شیخ احمد عبدالعزیز المبارک چیف جسٹس عدالت شرعیہ متحدہ عرب امارات کا فیصلہ کن فتویٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر جمع ہونے کے بارے میں مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا ہے، ان اجتماعات کے موقع پر مساجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ، واقعات وغزوات بیان کئے جاتے ہیں، اور اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اجتماعات کو جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار ہوتا ہے، نیز ان کی مبارک زندگی اور غزوات کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کیلئے ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی سیرت واخلاق سے لوگوں کو رغبت دلانے کیلئے اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے ان کا انعقاد عمل میں آتا ہے، ایک مباح (جائز) عمل قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ (بعض کو یہ مرغوب نہ ہو، کیونکہ اس تقریب نے لوگوں کے کردار بنانے اور جذبات (محبت رسول) کے ابھارنے میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ وہ تقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانے میں نہ منائی گئی ہو تو اس کو ناپسندیدہ بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ بدعت یا تو قابل مذمت ہے یا مستحسن یا جائز۔ بخاری اور مؤطا میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح کیلئے جمع کیا اور فرمایا "نعمت البدعۃ ھٰذہ" یہ بدعت اچھی ہے۔

فتح الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ بدعت کی اصل یہ ہے کہ سابق میں اس کی مثال نہ ہو اور اگر اس کو سنت کے مقابل عمل قرار دیا جائے تو وہ قابل مذمت ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس عمل کو شرع میں اگر مستحسن قرار دیا جائے تو وہ اچھی ہے یعنی وہ بدعت حسنہ ہے اگر اس کو شرع میں فرض قرار دیا جائے تو بری ہے ورنہ مباح ہے اور

احکام خمسہ میں ایک ہے، اور اسی میں ایک حدیث ہے کہ "بے شک سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے اور کاموں میں برے کام وہ ہیں جو بعد میں نکالے گئے ہوں" کے ذیل میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ بدعت دو قسم کی ہے، ایک محمود (اچھی)، دوسری مذموم (بری) جو سنت کے موافق ہو وہ محمود ہے اور جو اس کے مخالف ہو وہ مذموم۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہے جو بیہقی نے اپنے مناقب میں نقل کیا ہے کہ بدعتیں دو قسم کی ہیں، ایک جو کتاب وسنت، اثر اور اجماع کے خلاف ہو، وہ گمراہ بدعت ہے۔ جو خیر کیلئے نکالی اور ان کے خلاف نہ ہو وہ قابل قبول بدعت ہے۔ بعض علماء نے بدعت کو اعمال خمسہ میں شمار کیا ہے۔ وہ واضح ہے۔

الباجی منتقی میں فرماتے ہیں کہ "یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے صراحت ہے کہ انہوں نے رمضان کے قیام کو ایک امام کے تابع کیا اور مساجد میں اس کو قائم کیا، حالانکہ بدعت وہ ہے جس کی بدعت نکالنے والا ابتداء کرے اور اس سے قبل کسی نے ایسا نہ کیا تھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بدعت کو جاری کیا اور صحابہ کرام نے اس کی اتباع کی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحت پر مبنی تھا۔

شہاب الدین قرافی نے کتاب الفروق میں لکھا ہے کہ بدعت احکام خمسہ میں شامل ہے، یہ قسمیں شرع کی قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح، انہوں نے اس کو طوالت سے فرق ثانی (صفحہ نمبر ۲۵۰) میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بات فتح الباری سے اوپر نقل کردہ تحریر کے مانند ہے۔

بعض مالکی فقہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو عید کی مشابہت میں مکروہ قرار دیا ہے۔ یعنی جیسے عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں، ویسا ہی ولادت باسعادت کے دن بھی روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ وہ دن عید کے مانند ہے۔ (مترجم) ان کی رائے میں اس دن خوشی اور فرحت کا اظہار شرع کے

لحاظ سے درست ہے، اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔

مواہب جلیل علی مختصر خلیل میں عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ خطاب مالکی (م۹۵۴ھ) نے لکھا ہے کہ شیخ زروق شرح قرطبیہ میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو ایسے لوگوں نے جو ان کے زمانے کے قریب تھے اور تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مکروہ قرار دیا ہے۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید کا دن ہے چاہیئے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔ اور ہمارے شیخ قوری اس کثرت سے ذکر کیا کرتے اور اس کو اچھا سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباد نے اپنے رسائل کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا دن مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور تقاریب میں سے ایک تقریب ہے اور وہ چیز جو فرحت و سرور کا باعث ہو آپ کی ولادت کے دن مباح اور جائز ہے، مثلاً روشنی کرنا اچھا لباس پہننا، جانوروں کی سواری کرنا، اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان امور کے بدعت ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ کفر و ظلمت اور خرافات وغیرہ ظاہر ہونے کا خوف ہو، اور یہ دعویٰ کرنا کہ عید میلاد اہل ایمان کی مشروع تقریبوں میں نہیں مناسب نہیں ہے۔ اور اس کو نیروز و مہرجان سے ملانا ایک ایسا امر ہے جو سلیم الطبع انسان کو منحرف کرنے کے برابر ہے عرصہ قبل میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن سمندر کے ساحل کی طرف جانکلا، وہاں میں نے الحاج ابن عاشر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ پایا۔ وہاں ان میں سے بعض نے کھانے کیلئے مختلف قسم کی چیزیں نکالیں اور مجھے بھی اس میں بلایا، میں اس روز روزہ سے تھا، اس لئے میں نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ ابن عاشر نے میری طرف ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہا اس کا کیا مطلب ہے۔ آج خوشی اور مسرت کا دن ہے، اس میں روزہ رکھنا ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ عید کے دن، میں نے ان کے کلام پر غور کیا اور میں نے اس کو حق پایا۔ گویا کہ میں سو رہا تھا پس انہوں نے بیدار کر دیا۔

حاشیہ کنون میں ابن عباد کے کلام "تاج الفاکہانی کا یہ ادعا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا مذموم بدعت ہے"۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھ دیا۔ صحیح نہیں ہے۔ ان کے اس بیان پر زین العراقی اور علامہ سیوطی نے اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ مالکی فقہاء میں سے اکثر نے ابن عباد، ابن عاشر زروق اور کنون کا مسلک اختیار کیا ہے، ان میں قابل ذکر محمد البانی نے حاشیہ زرقانی پر اور الرسوتی نے حاشیہ شرح الکبیر مؤلفہ دردیر پر اور صاوی نے اپنے حاشیہ شرح صغیر پر اور محمد علیش نے اپنی شرح خلیل پر اور برہان الدین حلبی نے اپنی سیرت حلبیہ میں (ایسا ہی بیان کیا ہے)۔

ابن حجر الہیثمی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب متفق ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تقریب منانا اور اس میں جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے اسی وجہ سے امام ابوشامہ فرماتے ہیں، کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے ہمارے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن صدقات دینے اچھے کام کرنے اور زینت اختیار کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کا طریقہ اپنایا، اس میں غریبوں کی مدد کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اظہار بھی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔

علامہ سخاوی نے فرمایا کہ "عید میلاد" کو اسلاف میں کسی تین قرن (یعنی بہ زمانہ رسالت مآب و صحابہ و تابعین) میں نہیں منایا۔ بلکہ اس کے بعد اس کا سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن اس کے بعد سے برابر تمام ملکوں اور شہر میں اہل اسلام عید میلاد مناتے رہے ہیں۔ اس رات میں لوگ مختلف صدقات دیتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات سناتے ہیں جس کے برکات عامہ ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ عید میلاد کی تقریب منانا سال بھر امان سے رکھتا ہے۔ اور بہت جلد مقصد کے حاصل ہونے اور اس میں کامیاب ہونے

کی بشارت دیتا ہے۔اسی طرح ابن حجر الہیثمی کے نوازل حدیثیہ میں اس کو زیادہ تفصیل
سے بیان کیا گیا ہے۔انہوں نے اپنے مضمون میں جواباً کہا ہے کہ ''عید میلاد کا اجتماع
اگر خیر و شر پر مشتمل ہو تو اس کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ فساد کا روکنا اچھائیوں کے
حاصل کرنے سے بہتر ہے۔خیر یہ ہے کہ صدقہ دیا جائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پر درود بھیجا جائے اور برائی یہ ہے کہ عورتیں اور مرد باہم خلط ہو جائیں۔لیکن
اگر یہ تقریب اس برائی سے پاک ہے اور وہ صرف حضور کے ذکر درود و سلام اور اسی قسم
کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سنت ہے۔پھر انہوں نے دو حدیثوں سے استدلال کیا
ہے جس میں سے ایک انہوں نے نوازل میں بیان کی ہے۔کہ ''جب قوم اللہ تعالیٰ
کا ذکر کرنے کیلئے بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں۔اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی
ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ان کا ذکر کرتا ہے''۔جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور
دوسری حدیث بھی اس کی مثل بیان کی ہے۔پھر فرمایا ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے
خیر کیلئے جمع ہونے اور بیٹھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کی کتاب ۱؎ سے اور انہوں نے امام شافعی سے اور ابو نعیم
اور بیہقی کے طریق سے نقل کیا ہے اور ہم نے باجی سے اور انہوں نے فروق القرانی
سے جو نقل کیا ہے۔اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہم نے پیش کی
ہے اس پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ بدعت کا مدار اس کے ہونے والے اچھے
اور برے امور پر منحصر ہے۔اگر وہ اچھے ہیں تو وہ پسندیدہ ہیں اور اگر وہ برے ہیں
تو قابل مذمت۔

اور ایسا ہی مالکی فقہا اور شافعی فقہا مثلاً زین العراقی، علامہ سیوطی، ابن حجر
الہیثمی، علامہ سخاوی پھر ابن جوزی، حنبلیوں میں سے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ولادت کی تقریب منانے اور اس پر جمع ہونے کو بہتر عمل قرار دیتے ہیں۔لیکن جو
لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور اس کو نصرانیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی

۱؎ فتح الباری صفحہ نمبر ۲۵۳ جلد ۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

تقریب سے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔وہ قیاس مع الفارق کرتے ہیں (اور غلط مثال
دیتے ہیں) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوم (نعوذ باللہ) ان کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا
ہونے یا تیسرا خدا ہونے کے لحاظ سے منایا جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بے
شک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے'' اور
''نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔اور کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ
تین میں کا تیسرا ہے''۔''اللہ تعالیٰ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے اعلیٰ و ارفع ہے''۔لیکن
مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی مناتے ہیں اور مسرت کا اظہار
کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہونے سے آپ کیلئے شرف ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ
آپ کی شان میں فرماتا ہے۔''پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو رات کے
تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا''۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیا
اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے''۔پس آپ ایسے بشر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
اپنی بندگی اور رسالت سے مشرف کیا ہے اور آپ کو تمام انسانوں میں افضل بنایا اور
آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمام لوگوں میں سب سے پہلے قیامت میں
اٹھایا جاؤں گا۔میں ان کا خطیب ہوں، جب وہ خاموش ہوں رہیں گے۔میں ان کا
شفیع ہوں جب وہ گرفتار ہوں گے، اور میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں، جب وہ
مایوس ہوں گے۔بزرگی اور (جنت کی) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد
(حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔اور میں اللہ کے پاس تمام اولاد آدم میں سب
سے زیادہ بزرگ ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں''۔ ۱؎

دوسری حدیث جس کو ابن اسحاق ۲؎ نے اپنی سیرت میں دو فرشتوں کے

۱؎ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۴۱ جلد ۳ مطبوعہ لاہور

۲؎ محمد بن اسحاق مشہور تابعی ۱۵۰ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا (ابو الجلیل فیضی)

شق صدر کرنے کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ہے کہ ان کو وزن کروان کی امت کے دس آدمیوں میں سے۔ پس انہوں نے میرا وزن کیا اور میں ان سب سے زیادہ وزن میں ہوا۔ پھر کہا کہ سو کے ساتھ وزن کرو، میرا وزن کیا گیا اور میں ان سب سے وزنی ہوا۔ پھر کہا کہ ان کی امت کے ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، میرا وزن کیا گیا اور میں ان میں سے بھی زیادہ وزن دار رہا۔ پھر انہیں فرشتوں نے کہا ان کو چھوڑ دو، اگر ان کا وزن ساری امت سے بھی کیا جائے تو بھی زیادہ نکلیں گے۔ سیرت ابن ہشام میں بھی ایسا ہی ہے پس بے شک وہ بشر ہیں مگر سارے انسانوں میں افضل ترین، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تا کہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں اور عزت والے اور حمد کے قابل پروردگار کے راستے کی طرف بلائیں۔

مساجد میں درس کیلئے جمع ہونا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے مسلمانوں میں کوئی جدید بات نہیں اس پر سینکڑوں سال سے مالکی اور دیگر فقہاء نے عمل کیا ہے اور اس کے بارے میں کافی لکھا ہے۔ اور ہم نے اس کے بارے میں دلیلیں بیان کی ہیں ،لہٰذا اس مسئلے میں اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ خصوصاً جب کہ ہمارے شہروں (متحدہ عرب امارات) میں مسجدوں میں اجتماعات ہوتے ہیں ، اور وہاں عورتوں کو داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اگر چہ بعض مقامات پر اس خوشی میں کھیل کود کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں لیکن اگر اس میں حرام اور خلاف شرع امر نہ ہوں تو مباح ہیں۔ جیسا کہ حبشیوں نے مسجد نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا ہے جس کی صحیح مسلم میں تصریح موجود ہے اگر ان کھیلوں میں حرام اور خلاف شرع حرکتیں مل جائیں تو وہ ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض مقامات پر ہوتا ہے، ایسا ہی شیخ نے ذکر کیا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ ان اجتماعات کو مساجد تک ہی محدود رکھیں تا کہ منکرات کا دروازہ نہ کھلنے پائے، بعض جرائد و اخبارات نے لکھا ہے کہ (عرب ممالک) کے بعض ہوٹل اس موقع پر استحصال کرتے ہیں، اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی محفل منکرات کے ساتھ منانا مسلمانوں کی پیشانی پر کلنک کا داغ ہے اور اس میں عجیب وغریب خرافات رقص وسرود کی محفلیں منعقد کرنا یہ سب فساد پر مشتمل ہے، میں شدت کے ساتھ اس کو روکنے کی خواہش رکھتا ہوں، اور میں (تمام مسلمانوں سے) درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل بند کردیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں جو کھلم کھلا منکرات پر عمل کر رہے ہیں اور ارض اسلام میں اسلام کے معاملات میں مکر سے کام لے رہے ہیں۔ بشکریہ

(ماہنامہ منار الاسلام جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ، اپریل ومئی ۱۹۸۱ء) (روزنامہ جنگ ۲۹ ردسمبر ۱۹۸۱ء)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جلوس نکالنا

کسی عظیم المرتبت شخصیت کی آمد پر جلوس نکالنا حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔ جس سے آنے والے کی تعظیم وتوقیر اور اس سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے۔

- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جب انصار محبت شعار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کی خبر سنی تو روزانہ مدینہ منورہ کی چوٹیوں پر آتے اور آفتاب جمال باکمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلوع کے منتظر رہتے ، جب سورج گرم ہو جاتا اور دھوپ سخت ہو جاتی تو گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ اچانک ایک یہودی نے جو اس مقام پر کھڑا تھا، ایک جماعت پر نظر پڑی اس نے جان لیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ تو قبیلہ انصار کو جو کہ اس کے قریب ہی تھے آواز دی کہ یہ آ رہے ہیں تمہارے

مقصود۔ تمام مسلمان اپنے اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کیلئے نکل پڑے۔ انہوں نے "بالائے حرہ" (کے مقام پر) ملاقات کی۔ مرحبا اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے مبارک بادی وخوشی ومسرت کا اظہار کرنے لگے۔ ان کا ہر جوان بچہ، عورت ومرد اور چھوٹا بڑا کہنے لگا "جآء رسول اللہ و جآء نبی اللہ" اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور اللہ جل جلالہ کے نبی نے قدوم میمنت لزوم فرمایا: اور اپنی عادت کے مطابق خوشی ومسرت میں اچھلنے لگے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہجرت کے موقع پر حضرت بریدہ اسلمی اور ان کے قبیلہ کے ستر افراد نے اسلام قبول کیا۔ حضرت بریدہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اُتار کر نیزے پر باندھ دیا اور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے آگے چلنے لگے۔[1]

آمدِ مدینہ منورہ کے موقع پر قبیلہ بنو نجار کی بچیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی وشادمانی میں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکل آئیں۔

نحن جوارٍ من بنی النجار

یا حبذا محمدا من جار

نیز قبائل انصار کی پردہ نشین عورتیں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں، دروازوں اور گلیوں میں کھڑے ہو کر یہ تہنیت گانے لگیں۔

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع

---

[1] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ عین زمانہ ہجرت میں مشرف باسلام ہوئے سولہ غزوات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی ۶۳ھ میں وصال فرمایا (الاصابہ صفحہ نمبر ۱۳۶ جلد اول) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں آٹھ یا نو سال کا تھا۔ آپ کی آمد سے در ودیوار ایسے منور وروشن ہو گئے جس طرح آفتاب طلوع کے وقت کرتا ہے۔ (مدارج النبوۃ حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۰۵، ۱۰۶ (اردو) طبع ۱۹۷۴ء کراچی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

"فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ"۔ (مسلم شریف جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۱۹، طبع کراچی)

ترجمہ: "تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے، نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا محمد یارسول اللہ"۔

- منیر احمد السلفی (غیر مقلد وہابی) لکھتے ہیں:

مرفوع: جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ آپ کا فرمان ہو یا آپکا اسوۂ عمل ہو یا آپکے سامنے وہ کام کیا گیا ہو اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سکوت فرمایا۔ (تقویم، تذکرۃ الحفاظ (اردو) از علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۳۴ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

- مولوی سلطان محمود آف جلالپور پیروالہ (شجاع آباد) غیر مقلد وہابی لکھتا ہے:

المرفوع: جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

اس کی تین قسمیں ہیں۔

قولی ...... جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہو۔

فعلی ...... جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہو۔

تقریری ...... وہ قول جو آپ کے سامنے کہا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر انکار منقول نہ ہو۔

(اصطلاحات المحدثین از مولوی سلطان محمود صفحہ نمبر ۶ طبع ملتان ۱۹۸۶ء)

- حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المرفوع: جو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منقول ہوگا وہ صریحاً یا حکماً (آپ کا) قول یا فعل یا تقریر ہے، اسے حدیث مرفوع کہا جاتا ہے۔ (تقریر سے وہ قول وفعل مراد ہے جو کہ آپ کے سامنے ادا ہوا آپ نے منع نہ فرمایا)۔

(شرح النخبۃ صفحہ نمبر ۴۲ طبع کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر خوشی اور محبت کے اظہار کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جلوس نکالنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام کے اس فعل پر خاموشی اختیار فرمانا، اس بات کی واضح دلیل ہے، کہ قیامت تک جو مسلمان بھی کسی خوشی و مسرت یا کسی نعمت کے حصول کے موقع پر حدود شرعیہ کے اندر رہ کر جلوس نکالیں گے وہ جائز و مستحسن امر ہوگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ جل جلالہٗ کی کون سی نعمت ہوگی جنکی اس جہان آب وگل میں آمد کے موقع پر مسرت وشادمانی کیلئے جلوس نکالنا امر ممنوع قرار پائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا ہے:

رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ ''وتعزروہ و توقروہ''۔ (سورۃ فتح آیت نمبر۹)

ترجمہ: ''اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو''۔

۲۔ ''لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم''۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر۱۶۴)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر احسان ہوا کہ ان میں ان کا رسول بھیجا''۔

اس آیت مبارکہ میں آپ کی بعثت پر، اللہ تعالیٰ ہم پر احسان عظیم جتلا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی اپنی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑی نعمت بلکہ ہر نعمت کے حصول کیلئے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

۳۔ ''الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً''۔ (سورہ ابراہیم آیت نمبر۲۸)

ترجمہ: ''وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کرکے تبدیل کر ڈالا''۔

حضرت عطاء بن یسار تابعی (متوفی ۹۷ھ) تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے تحت فرمایا: الذین سے مراد قریش اور نعمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں۔ (تفسیر در منثور صفحہ نمبر ۸۵ جلد ۴ طبع ایران از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)

۴۔ ''یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا''۔ (سورہ نحل آیت نمبر۸۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جاننے پہچاننے کے باوجود منکر ہو جاتے ہیں''۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: نعمت اللہ سے حضور ﷺ مراد ہیں یعنی کفار آپکے معجزات دیکھ کر آپ کو نبی مانتے ہیں پھر عناداً انکار کرتے ہیں۔ (تفسیر در منثور صفحہ نمبر ۱۲۷ جلد ۴ طبع ایران از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)

(ف) ان کا پورا نام یہ ہے: اسماعیل بن عبدالرحمن سدی (متوفی ۱۲۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ

(تاریخ تفسیر صفحہ نمبر ۹۶ طبع لاہور از پروفیسر صارم)

نیز صاحب معانی القرآن معروف بہ تفسیر الزجاج از شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن سری (متوفی ۳۱۰ھ) نے بھی ''نعمت اللہ'' سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے

- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا رحمۃ مھداۃ (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۷۷۵ جلد ۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر رحمت ہوں''۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پاک ایک دوسری سند کے ساتھ زیاد بن یحییٰ کے واسطے سے بھی ملی ہے۔ اس میں انہوں نے ''یاایھا الناس'' کا اضافہ کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۷۷۶ جلد ۳)

ان آیات قرآنیہ اور حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سب سے بڑی نعمت ورحمت ہیں۔

اوررب العزت ارشادفرماتا ہے

"واما بنعمة ربک فحدث"۔(سورۃ الضحیٰ آیت نمبر۱۱)

ترجمہ: "اوراپنے رب کی نعمت کاخوب چرچا کرو"۔

عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پرجلوس نکالنا فقط اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاچرچاکرنا مقصود ہے۔اورلوگوں کواس میں شمولیت کرکے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کااظہاراورخداوندقدوس کے احسان کاشکریہ اداکرتا ہے۔

مدینہ منورہ میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد

- امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول کومدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

(الوفا باحوال المصطفےٰ صفحہ نمبر۲۹۹ ازمحدث ابن جوزی)

- امام نووی شارح مسلم علیہ الرحمۃ نے کتاب سیر میں روضہ سے ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف لانے پرجزم کیا ہے۔(مدارج النبوۃ صفحہ نمبر۱۰۶جلد۲مطبوعہ کراچی)

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوشنبہ (پیر) کے روز۱۲ ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔(نشرالطیب صفحہ نمبر۱۱۱مطبوعہ لاہور)

اوراق گذشتہ میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے توصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرکاردوعالم کی آمد پر فرحت محبت میں جلوس نکالا اوریامحمد یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نعرے بلندکئے جیساکہ صحیح مسلم میں منقول ہے۔

اگرمرتبین انصاف کے قول کے مطابق موجودہ اسلامی مدارس "صفہ" کی نقل ہیں توہم بہانگ دہل کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس جہان رنگ بومیں تشریف آوری پرجلوس نکالنا ۱۲ ربیع الاول کومدینہ منورہ میں آپ کی آمد پرصحابہ کرام کے جلوس نکالنے کی نقل ہے۔

اس لئے عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پرجلوس نکالنے کوشرک وبدعت ضلالہ سے تعبیرکرنا سراسرجہالت وبدبختی ہے۔اورمسلمانوں کودارین کی سعادتوں سے محروم رکھنے کاباعث ہے۔

- شیخ محمدرضا سابق مدیرمکتبہ جامعہ فوادقاہرہ (مصر) لکھتے ہیں:

شاہ اربل سلطان مظفرابوسعید طبعاً نہایت سخی، جواں مرد، شیردل، فیاض، نہایت زیرک ودانااورمنصف مزاج تھا۔(محمدرسول اللہ)

- محدث ابن جوزی لکھتے ہیں: شاہ مظفرابوسعید، زیرک، دانا، بہادراورمرد میدان تھا۔دانشوراورعدل گسترتھا۔اس کاعہدحکومت کافی طویل ہوایہاں تک کہ اس نے ۶۳۰ھ میں اس حالت میں وفات پائی کہ اس نے عکہ کے شہرمیں جہاں صلیبیوں نے قبضہ کررکھا تھا اس کامحاصرہ کیاہواتھا اس کاظاہروباطن بہت ہی پسندیدہ تھا۔(محمدرسول اللہ)

الزام: اربل کاسلطان بے دین تھا تاریخ ابن خلکان میں اورامام محمد بن محمد مالکی فرماتے ہیں کہ (میلادکرنا) ایک بے دین کی ایجاد ہے۔(انصاف صفحہ نمبر۹۵)

الجواب: سلطان مظفرابوسعیدایک سخی، فیاض، مردداناا ورمنصف مزاج جیسے صفات کے حامل مسلمان تھے انہیں بے دین کہنے والے خودبے دین ہیں۔

- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میلادشریف کومروجہ اہتمام کے ساتھ منعقدکرنے کی ابتداء (بادشاہوں میں) اربل کے حکمران سلطان مظفرنے کی......اس کاشمارعظیم المرتبت سلاطین اور فیاض امراء میں ہوتا ہے اس نے کئی اورنیک کارنامے انجام دیئے اوریادگاریں قائم

کیں کوہ تاسیلون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔

- ابن کثیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلطان مظفر ربیع الاوّل کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان وشوکت اور تزک واحتشام سے اہتمام کرتا تھا اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا تھا وہ ایک ذکی القلب، دلیر، بہادر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے...... اسکی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکہ میں ہوئی اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت آدمی تھا۔

(حسن المقصد فی عمل المولود صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳ مترجم مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۳ء)

- علامہ قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے اور ان راتوں میں انواع واقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آرہے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل اس سال میں موجب امن وامان ہوتا ہے اور ہر مقصود ومراد پانے کیلئے جلد آنے والی خوشی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان چیزوں کے انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہش پیدا کردی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ مولود شریف میں ان کو شامل کردیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مقصد جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے، بے شک وہ ہمیں کافی ہے۔ اور بہت اچھا وکیل ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۷ مطبوعہ مصر)

- **علامہ ابن امیر الحاج مالکی اور دیگر علماء کی عبارت کا جواب**

(انصاف صفحہ نمبر ۹۶)

علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے وہ انعقاد محفل میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کردی تھیں۔ آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کردیا گیا تھا۔ ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے۔ صاحب مدخل کی عبارت سے دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور محفل میلاد منعقد کرنے والوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔ انہیں بدعتی اور جہنمی کہنے والے خود بدعتی اور جہنمی ہیں۔

- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر اسکی طرف لوٹ آتا ہے۔

(موطا امام محمد صفحہ نمبر ۳۲۲ طبع کراچی)

- علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ابن الحاج کے مذکورۃ الصدر بیان کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد کی مذمت نہیں کی بلکہ ان چیزوں کی مذمت کی ہے جو شرعاً حرام ومکروہ ہیں۔ ان کے آغاز کلام سے واضح ہے کہ اس ماہ مقدس کو خصوصیت دی جائے اور اس کی تعظیم وتکریم کی جائے، اس میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کئے جائیں بڑھ چڑھ کر عبادت وخیرات وصدقات اور ایسی دوسری نیکیاں کی جائیں۔ میلاد شریف منانے کا یہ وہ طریقہ ہے جسے انہوں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں تلاوت قرآن مجید اور دعوت طعام کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور یہ خیر وثواب کا کام ہے۔ جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے کہ یہ بدعت ہے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ الخ

(حسن المقصد فی عمل المولد از سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۳۸ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۳ء)

امام ابن دحیہ کلبی اندلسی علیہ الرحمۃ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ کی کنیت ابوالخطاب اور نام عمر بن حسن بن علی ہے اندلس کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور نامور عالم ہیں، آپ کو علم حدیث میں بصیرت تامہ حاصل تھی، علم لغت سے حصہ وافر پایا۔ ادب اور دیگر علوم وفنون سے بھی بہرہ مند تھے۔ آپ نے مصر میں بوصیری اور اس طبقہ کے دوسرے اہل علم سے حدیث کا سماع کیا۔ واسط میں مندائی سے مسند امام احمد اور صیدلانی سے پوری معجم طبرانی کا سماع کیا۔ ۶۰۰ھ میں مؤطا امام مالک پڑھایا جس کو مشہور محدث ابوعمرو بن صلاح نے بھی ان سے سنا۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں میں نے حافظ شرف الدین حنبلی سے سماع کیا ہے جن کو ان کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔ ان کے زمانہ کے دو تین علماء نے ان پر جرح بھی کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۹۶۲ تا ۹۶۶ جلد ۴ (تلخیص) طبع لاہور)

ابن خلکان نے حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

وہ جید علماء اور مشاہیر فضلاء سے تھے۔ مغرب سے شام وعراق آئے راستے میں ۶۵۴ھ میں اربل کے علاقہ سے گزرے اس کے حکمران ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو دیکھا کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کیلئے کتاب التنویر فی المولود البشیر النذیر لکھی اور خود اسے پڑھ کر سنائی۔ ابن خلکان کہتے ہیں ہم نے اس کتاب کو سلطان کے ہاں چھ نشستوں میں سنا ہے۔
(حسن المقصد فی عمل المولد از سیوطی صفحہ نمبر ۴۴)

نیز ہم عصر علماء کی جرح اتنی پختہ نہیں ہوتی، ممکن ہے کہ بڑھاپے میں کمزوری حافظ کی وجہ سے یہ کوتاہیاں ہوئی ہوں۔ (واللہ اعلم) (اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

اگر کسی (نیک) عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہو تو ان عوارض کو دور کرنا چاہئیے نہ کہ اصل عمل سے انکار کیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا

ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ نمبر ۶۸)

علامہ شامی کی عبارت میں تحریف

قارئین کرام! اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: علامہ شامی نے مجلس میلاد شریف کو حرام نہ کہا بلکہ جس محفل میں گانے باجے اور لغویات ہوں اور اس کو لوگ میلاد کہیں، کار ثواب سمجھیں اس کو منع فرمایا ہے چنانچہ وہ اس بحث میں فرماتے ہیں:

واقبح منه نذر بقراءة المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب و ایهاب ثواب ذلک الی حضرت المصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ (شامی جلد ۲ کتاب الصوم بحث نذر اموات)

اس سے بھی بری میناروں میں مولود پڑھنے کی نذر ماننا ہے۔ باوجود یہ کہ اس مولود میں گانے اور کھیل کود ہوتے ہیں اس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرنا۔ بے شک اہل سنت اس قسم کے میلاد کو اچھا نہیں سمجھتے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور محفل میلاد

(انصاف صفحہ نمبر ۹۶ کا جواب)

موصوف محفل میلاد کو جائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت شریف، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کی منقبت پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں"۔

ناجائز تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے حروف میں تغیر کیا جائے، موسیقی کے قواعد کی پابندی کی جائے، تالیاں بجائی جائیں۔ (مکتوبات جلد ۳ صفحہ نمبر ۱۱۶ مکتوب نمبر ۱۶۳)

معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے میلاد کو جائز قرار دیا ہے۔ ہاں البتہ ایسی محفل کو منع کیا ہے جس میں تالیاں بجائی جائیں اور قرآن کے حروف میں تغیر کیا جائے، اہل سنت بھی ایسی محافل میلاد کے قائل نہیں۔ مخالفین نے انصاف صفحہ

نمبر ۹۶ پر جو مکتوب نقل کیا اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔

- مرزا حسام الدین نے ایک نامور بزرگ کے صاحبزادہ کے متعلق آپ کو لکھا کہ انہوں نے محفل میلاد میں غیر شرعی افعال کو جگہ دے دی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں مرزا صاحب کو ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا جس میں ایک جملہ یہ بھی لکھا: آپ نظر انصاف سے کام لیں اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہٗ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور مجلس اور اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا تو حضرت قدس سرہ اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے الخ

(مکتوبات شریف، دفتر اول حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۷۳)

یاد رہے اس مکتوب میں حضرت ایشاں قدس سرہ سے مراد صاحبزادہ صاحب کے والد حضور ہیں حضرت ایشاں سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کو لینا، مرتبین انصاف کی سراس بددیانتی اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر بہتان عظیم ہے۔

اور مخالفین کا یہ کہنا کہ مجدد صاحب بدعت کو حسن نہیں مانتے تو یہ بھی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ مجدد صاحب کا مطلب تو یہ تھا کہ جو بدعت حسن ہو اس کو سنت کہنا چاہیے کیونکہ وہ کسی سنت کے رافع نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان "من سن فی الاسلام" الخ (رواہ المسلم) کے تحت سنت قرار پائے گی۔

نیز بغرض تسلیم یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ فقہاء کرام کے اقوال اور حضرت عمر فاروق و حضرت ابراہیم نخعی (تابعی) رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں مجدد الف ثانی کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام فقہاء کرام، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اور حضرت ابراہیم نخعی نے بدعت کی ایک قسم کو حسن قرار دیا ہے۔ جیسا کہ کتب حدیث و فقہ میں مذکور ہے۔ نمبر ا حسنہ، نمبر ۲ سیئہ۔

بدعت حسنہ اس نیک کام کو کہتے ہیں جو صحابہ و تابعین کے زمانہ میں (جیسے

تراویح باجماعت کا اہتمام اور مسئلہ تھویب وغیرہ) یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو۔ مگر وہ کسی سنت کو رفع نہ کرے اور اس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہو۔

- ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یعنی جو شخص نئی بات اسلام میں پیدا کرتا ہے اپنی عقل اور مرضی سے جس کی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی نہ دلیل ظاہری نہ دلیل مخفی نہ دلیل لفظی نہ دلیل استنباطی پس وہ کام مردود ہے۔ (مرقات المفاتیح)

اور بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو۔ اور خود مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے محفل میلاد کو مستحسن قرار دیا ہے جبکہ اس میں امور شرعیہ ممنوعہ نہ ہوں۔

مخالفین نے "انصاف صفحہ نمبر ۱۲۷" پر حضرت مجدد ثانی علیہ الرحمۃ کا جو قول نقل کیا ہے۔ وہ بدعت سیئہ کے متعلق ہے جو ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں "کہ جو چیز دین میں نئی نکالی گئی ہو" اور اس کو ضروریات دین سے سمجھا جائے واقعی وہ بدعت سیئہ ہوگی۔

- <u>علماء اہل سنت وجماعت کی تفسیری خدمات</u>

۱۔ تفسیر ابن جریر از ابو جعفر ابن جریر (م ۳۱۰ھ)۔ (جامع البیان)
۲۔ تفسیر یاقوت التاویل از امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ)
۳۔ تفسیر معالم التنزیل از محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود البغوی (م ۵۱۷ھ)۔
۴۔ انوار الفجر از شیخ ابن العربی (م ۵۴۳ھ)۔ (احکام القرآن)
۵۔ تفسیر رازی از امام فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی (م ۶۰۶ھ) (تفسیر کبیر)۔
۶۔ تفسیر بیضاوی از ابو سعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی (م ۶۸۵ھ)
۷۔ تفسیر خازن از علاؤ الدین بن علی بن محمد بغدادی (م ۷۲۵ھ)۔
۸۔ تفسیر در منثور از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)۔

۹۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم از مفتی ابو السعود (م ۹۸۲ھ)۔

۱۰۔ تفسیر نظامی از شیخ نظام الدین م (۱۰۲۴ھ)۔

۱۱۔ تفسیر جمل تفسیر جلالین پر حاشیہ (م ۱۲۰۰ھ)۔

۱۲۔ تفسیر ابن الاثیر از ابو سعادت مبارک بن محمد بن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ)۔

۱۳۔ عرائس البیان معنی حقائق القرآن از ابو محمد روزبھان ابی نصر بقلی شیرازی (م ۶۰۶ھ)۔

۱۴۔ تفسیر قرطبی از ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی (م ۶۷۱ھ)۔ (الجامع الاحکام القرآن)

۱۵۔ تفسیر مدارک التنزیل از امام ابوالبرکات عبداللہ حافظ الدین نسفی (م ۷۱۰ھ)۔

۱۶۔ تفسیر فتوح الغیب عن قناع الریب از شیخ شرف حسن بن محمد مشہور بہ طیبی (م ۷۴۳ھ)۔

۱۷۔ البحر المحیط از ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی (م ۷۵۴ھ)۔

۱۸۔ تفسیر خواجہ پارسا از خواجہ محمد پارسا بن محمود بخاری (م ۸۲۲ھ)۔

۱۹۔ احکام البیان از حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)۔

۲۰۔ تفسیر جلالین از جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ)، جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)۔

۲۱۔ تفسیر فتح الرحمن از قاضی زکریا بن محمد الانصاری (م ۹۳۶ھ)۔

۲۲۔ تفسیر علی قاری از نور الدین علی بن سلطان (م ۱۰۱۴ھ)۔

۲۳۔ تفسیر احمد از ملا جیون امیٹھوی (م ۱۱۳۰ھ)۔

۲۴۔ تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)۔

۲۵۔ تفسیر رؤفی از شاہ رؤف احمد (مطبوعہ ۱۲۷۲ھ)۔

۲۶۔ تفسیر روح المعانی از محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ)۔

۲۷۔ خزائن العرفان از علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ)۔

۲۸۔ تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ الازہری۔

۲۹۔ تفسیر نعیمی از مولانا مفتی احمد یار خاں گجراتی (م ۱۳۹۱ھ)۔ (نور العرفان)

۳۰۔ التبیان از علامہ سید احمد سعید کاظمی (م ۱۴۰۶ھ) پارہ اول

۳۱۔ تبیان القرآن از مولانا غلام رسول سعیدی۔

● دیوبندی تبلیغی جماعت اور مفتی سعودی عرب کا فتویٰ

ویقول السائل: ھل النصیحۃ بالخروج معھم داخل البلاد السعودیۃ وخارجھا ام لا؟

والجواب: ان اقول: اما جماعۃ التبلیغ فانھم جماعۃ بدعۃ وضلالۃ، وقد ذکر العلماء العارفون بجماعۃ التبلیغ کثیرا مماھم علیہ من البدع والخرافات والضلالات وانواع المنکرات وفساد العقیدۃ، ولا سیما فی توحید الالوھیۃ، سائل نے یہ پوچھا ہے کہ آپ مجھے اس بارے میں کیا نصیحت فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت کے ساتھ مملکت عربیہ سعودیہ اور اس کے باہر جا سکتا ہوں یا نہیں میرا جواب یہ ہے کہ تبلیغی جماعت گمراہ اور بدعتی جماعت ہے۔ ان لوگوں کے حالات سے واقف علماء نے ان کی بدعات خرافات وضلالات اور منکرات وفساد عقیدہ کے بارے میں بہت کچھ ذکر کیا ہے۔ خاص کر توحید الوہیت کے باب میں (القول البلیغ صفحہ نمبر ۷، ۸ طبع ریاض ۱۹۹۳ء) تالیف محمد بن عبداللہ التجمہ یجری الطعبۃ الاولی ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔

مولوی محمد جونا گڑھی اہلحدیث کے ترجمہ قرآن کے علاوہ تمام دیگر

تراجم قرآن کریم سعودی عرب میں سمندر برد کر دیئے گئے

ماہ جون ۲۰۰۶ء میں ہمارے دوست کاشف علی سکنہ خانیوال عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے سعودی عرب گئے۔ واپسی پر راقم الحروف کو بتایا کہ ترجمہ قرآن اردو

مولوی محمود الحسن دیوبندی حاشیہ مولوی شبیر احمد عثمانی اور دیگر اسی قسم کے تراجم کو سعودی حکومت نے سمندر برد کر دیا۔ فقط مولوی محمد جونا گڑھی کے ترجمہ قرآن کے پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

- ترجمہ کنزالایمان (قرآن کریم) اور ہفت روزہ الاعتصام (اہلحدیث) لاہور
فاضل بریلوی (شاہ احمد رضا خاں صاحب) ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبانوں میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ کامیاب بھی رہے۔ الخ (ہفت روزہ الاعتصام (اہلحدیث) لاہور ۲۲ تا ۲۹ ستمبر ۱۹۸۹ء)

- دیوبندی مکتبہ فکر کے ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اور ترجمہ کنزالایمان مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ (قرآن) کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، جون ۱۹۶۴ء)

- علامہ محمد غافر بخش مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی (سعودی عرب)
اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی امتیازی شان کا پتہ اس وقت چلتا ہے، جب موجودہ دور کے دوسرے تراجم سے کنزالایمان کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مولانا اشرف علی تھانوی کے اس بیان سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی معرفت اگر اس زمانہ میں کسی کو حاصل ہے تو وہ مولانا احمد رضا خاں ہیں۔ (معارف رضا شمارہ ۹ صفحہ نمبر ۱۳۹ طبع ۱۹۸۹ء)

- **کنزالایمان ایک اہلحدیث کی نظر میں**

(از علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی امیر جمعیت برادران اہلحدیث پاکستان)

اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کنزالایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس بارے میں کیا نظریہ ہے۔ میں نہایت وضاحت کے ساتھ کہوں گا کہ الم سے لے

کر والناس تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کو پایا ہے۔ نہ ہی کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کیلئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدس وعظمت وکبریائی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہلحدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روز جزاء سید الاولین وآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے۔ تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے۔ بلکہ صاحب ما ینطق عن الھویٰ اور ورفعنا لک ذکرک کے مقام علی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے، یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے الخ

(معارف رضا، کراچی ۱۹۸۹ء، الاعتصام ستمبر ۱۹۸۹ء)

- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

لندن یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی نے ایک بڑا کام یہ کیا۔ ۷۴-۱۹۷۳ء میں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا یہ کام انہوں نے کویت یونیورسٹی کے زمانہ قیام میں کیا تھا۔ یہ ترجمہ لاہور اور انگلستان سے شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر موصوف ۱۹۸۰ء میں پاکستان آئے۔ کراچی میں راقم کی ان سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ جب میں ترجمہ مکمل کر چکا تو ایک عیسائی فاضل سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ میں اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں، قرآن کریم کے بہت سے انگریزی تراجم دیکھے مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا، پروفیسر صاحب نے جواباً فرمایا، میں نے ایک ترجمہ کیا ہے اس کو بھی پڑھ لیں۔ چنانچہ مسودہ اس کو دے دیا گیا، جب وہ عیسائی فاضل ترجمہ پڑھ چکا تو اتنا متاثر ہوا کہ

مشرف باسلام ہو گیا۔ (امام احمد رضا اور عالمی جامعات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

الزام: "مرتبین انصاف" درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بریلوی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں تحریف"

"ویکون الرسول علیکم شهیداً"۔ (البقرہ پ ۲)

ترجمہ: "اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں"۔

اور تفسیر نعیمی (حاشیہ) میں اس کی شرح یہ کی گئی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکرم الٰہی نور نبوت سے ہر شخص کا حال اور اس کی حقیقت ایمان اور نیک اعمال و بد اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۱)

الجواب: سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ویکون الرسول علیکم شهیداً"۔ باشد رسول شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ (تفسیر عزیزی جلد اول زیر آیت ویکون الرسول الخ)

ترجمہ: "تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اسکی ترقی رکی ہوئی ہے۔ پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں، تمہارے ایمان کے درجوں کو تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاص اور ایمان کو بھی خوب جانتے ہیں"۔

- مولوی سرفراز خاں گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں:

بے شک مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی

حضرات کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

(اتمام البرہان از محمد سرفراز گکھڑوی، حصہ اول ۱۳۸ مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء)

- مرتبین انصاف خوف محشر کو پیش نظر رکھتے ہوئے جواب دیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی محرف قرآن تھے۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

اعتراض: ...... جب تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ بتلایا تو کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

جواب نمبر ۱: ...... اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جس روز سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اسی روز سے رب ذوالجلال نے آپ کو ان کی پاکدامنی اور پاکیزگی کا علم عطا فرما دیا تھا۔

کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہونا تقدیر الٰہی میں لکھا جا چکا تھا اور اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں کسی قسم کا نقص ہونا امر محال ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین راتوں تک تو مجھ کو خواب میں دکھلائی گئی۔ فرشتہ ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں تیری تصویر لاتا رہا۔ فرمایا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا اٹھایا وہ تو ہی تھی۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر مقدور ہے تو ہو کر رہے گا۔

(۱)...... (مسلم، کتاب الفضائل صفحہ ۱۱۸ حصہ ۲)

(۲)...... (مشکوۃ، باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جواب نمبر ۲: ...... تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

ما زنت امرأة نبی قط

ترجمہ: "کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا"۔

یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے بلکہ یقیناً حضور علیہ السلام سے سن کر فرما رہے ہیں لہٰذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے امر کا بیان فرمایا جو لوازمات نبوت سے ہے اور وہ یہ کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مخالفین کا یہ کہنا کہ وحی نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ تھا سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

<u>جواب نمبر۳:</u>.........وحی نازل ہونے سے قبل امام الانبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذرنی فی رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فواللہ ماعلمت علی اھلی الا خیراً [1]

(مسلم کتاب التوبہ صفحہ ۳۳۶ حصہ ۲)

''اے گروہ مسلمانان! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے۔ جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کیلئے خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا''۔

---

[1] اسامہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ! عائشہ آپ کی بیوی ہے اور ہم تو سوا بہتری کے اور کوئی بات اس کی نہیں جانتے۔ حضرت بریرہ (لونڈی) جو کہ حضرت عائشہ کے پاس رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا۔ اے بریرہ تو نے کبھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی بات دیکھی ہے جس سے تجھ کو اس کی پاکدامنی میں شک پڑے۔ بریرہ نے کہا قسم اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اگر میں انکا کوئی کام دیکھتی کبھی تو میں عیب بیان کرتی۔ (مسلم کتاب التوبہ صفحہ ۳۳۶ حصہ ۲) منکرین کیلئے لمحہ فکریہ۔ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی شہادت دے رہی ہے تو پھر یہ کہنا کہ رحمت عالم ﷺ کو وحی نازل ہونے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا انتہائی ظلم عظیم ہے۔ بقیہ اگلے صفحہ پر

اگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم کھانے کے باوجود جو امتی کہے کہ آپ کو وحی نازل ہونے سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

- علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ایمان افروز بیان:

آج کل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ ملوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کیلئے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے۔ تو کسی شخص کیلئے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پائے اقدس سے نعلین اتار دیں تاکہ آپ کے پاؤں مبارک میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے ملوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ (مدارک التنزیل صفحہ نمبر ۳۴۳ جلد ۳ طبع دار الکتب العربیہ پشاور) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے، اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیوں نہ کردیتے وغیرہ۔ جنہیں سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے اور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے صرف کررہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے وہ خود سوچیں اگر ان کی بہو بیٹی پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق ویقین بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلا میں شدت اس کی مدت میں طوالت بایں ہمہ صبر واستقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں بھی لطف ہے اس کی قدر ومنزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ ۳۰۲، جلد ۳ طبع لاہور)

علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایک مہینہ یا اس سے زائد تک اس معاملہ کے طول دینے کی حکمت بھی یہی تھی کہ اگر جلدی سے معاملہ ختم کر دیا جاتا تو لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات رہے جاتے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی کے مطابق معاملہ کو طول دیا کہ جس طرح چاہو اس طویل عرصہ میں واقعات کی چھان بین کرلو، جب کوئی برائی موجود ہی نہیں تو ظاہر کہاں سے ہوگی۔

نیز فرماتے ہیں:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا مگر ان حکمتوں کے پیش نظر بے توجہی اور تحقیق وتفتیش کرائی گئی اور معاملہ کو طول دیا گیا تا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ہر طریقہ سے ظاہر ہوجائے، اسی حکمت کے تحت ان کی برأت قرآن مجید میں تاخیر سے نازل ہوئی۔ (مقالات کاظمی صفحہ ۱۲۷ جلد دوم)

- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

منکرین علم غیب رسول کا اس واقعہ افک سے (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ) سے دلیل پکڑنا سراسر غلط ہے۔ انبیاء واولیاء جس طرف بھی نظر کرتے ہیں۔ دریافت وادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ)

اعتراض:...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے احوال سے واقف ہیں تو اس کے بعد جو سورتیں اتریں اور ان میں ایسے واقعات پیش آئے کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا۔

۱۔ سورۃ منافقین اتری جس میں منافقین کے مکر وجھوٹ کا ذکر ہے وغیرہ۔
(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

۲۔ (بعض احوال کو) آیات سے آپکو صورت حال سے آگاہ کیا گیا (تلخیص)۔
(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

الجواب نمبر ۱:...... کیونکہ اہل سنت وجماعت جمیع ماکان ومایکون کے علوم کے حصول تدریجی کے نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کے قائل ہیں اس لئے (۱) یہ آیت بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے بعد کی نہیں۔ (۲) نفی کلی جمیع ماکان ومایکون کی ہے جس کے حصول کے بوقت نزول آیت منقولہ کے ہم بھی قائل نہیں۔

الجواب نمبر ۲:...... علم کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی حکمت ومصلحت کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ہٹا دیتا ہے۔ (خواہ اسے ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ذہول ونسیان کا طاری ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان الانسی اوانسیٰ لاسن"۔ (مؤطا امام مالک صفحہ نمبر ۸۴ طبع کراچی)

ترجمہ: "مجھ کو نسیان نہیں ہوتا لیکن نسیان کرا دیا جاتا ہے۔ تا کہ اس کے متعلق احکام سنت پائیں"۔

- قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نسیان وسہو کی حالت افادہ علم اور بیان شرع کا سبب ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں خود بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تا کہ وہ تمہارے لئے سنت بن جائے بلکہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ میں خود نہیں بھولتا مگر بھلایا جاتا ہوں۔ تا کہ اسے سنت بناؤں۔

آپ کو سہو پر ثبات نہیں رہتا بلکہ فوراً محسوس ہو جاتا ہے تا کہ اشتباہ جاتا رہے اور حکمت کا فائدہ ظاہر ہو۔ (الشفاء (اردو) صفحہ نمبر ۲۰۴ جلد دوم)

- امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب قاموس (م ۸۱۷ھ) فرماتے ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت مسلمہ پر دیگر احسانات کے علاوہ نماز میں گاہے گاہے سہو ونسیان بھی ایک احسان ہے جو تشریع کی خاطر معرض وجود میں آیا۔ الخ (سفر السعادت صفحہ نمبر ۴۴ طبع لاہور)

یاد رہے کہ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ ذہول ونسیان وعدم توجہ وغیرہ سے پاک ہے، حضرت زید بن ارقم کے واقعہ کا تعلق بھی عدم توجہ کا باعث ہے۔ نیز جو اعتراض ہم پر کرتے ہو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی پر بھی تو کرو۔ ہم کو برا کہتے ہو اور انہیں اپنا پیشوا مانتے ہو۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

اعتراض: آپ نے اپنے اوپر شہد حرام فرمایا، سورۃ اتری تب اصل حال کا آپ کو علم ہوا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

الجواب:

واقعہ شہد اور اس کا پس منظر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ الخ

"اے نبی (مکرم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے

آپ کیلئے حلال کر دیا ہے۔ (کیا یوں) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں"۔

صاحب تفسیر کشاف زمخشری معتزلی (م ۵۳۸ھ) اور اس کے پیروکاروں نے اس مقام پر ایسی ایسی باتیں لکھیں ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن عصمت [1] پر حرف آتا ہے۔ آپ ائمہ اہل سنت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق فہمی اور محبت مصطفوی دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

اس سورۃ کے شان نزول کے بارے میں دو روایات مروی ہیں مگر مفسرین کرام نے درج ذیل روایت کو قوی قرار دیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقہ حیات کے پاس تشریف رکھتے ایک بار ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے شہد تحفۃً بھیجا۔ حضور علیہ السلام جب ان کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور کو طبعی طور پر شہد بہت پسند تھا اس لئے شوق فرماتے۔ اس طرح حضرت زینب کے ہاں معمول سے زیادہ قیام ہو جاتا۔ حضرت زینب کی مسرت کی حد نہ تھی۔ انہیں اللہ کے محبوب اور اپنے سرتاج کے روئے زیبا کے دیدار کا زیادہ موقع ملتا۔ لیکن جن امہات المؤمنین کے حصہ سے یہ لمحے صرف ہوتے، ان کیلئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ آخر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں آئیں وہ یہ کہے کہ حضور! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے کیا حضور نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ (مغافیر: غرفت درخت کی گوند ہے جس میں خفیف سی بساند ہوتی ہے) انہیں علم تھا کہ حضور اپنی نفاست مزاج کے باعث بدبو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ النماذج الخیریہ صفحہ ۱۳۱ از تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔"فلن اعود لہ فقد حلفت لا تخبری بذلک احدا "اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئی۔

- امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں

یعنی میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو حرام کردیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیا تھا۔

- صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی کہتے ہیں:

کہ درست بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

- علامہ ابی حیان اندلسی اپنی تفسیر ''البحر المحیط''میں تحریر فرماتے ہیں:

" یایھا النبی نداء اقبال و تشریف " یعنی اللہ تعالیٰ نے یایھا النبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف یعنی از راہ لطف و محبت دریافت کیا ہے کہ اے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا۔اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا، پھر سوال کیا جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لھم میں ہے ۔پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے۔اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے۔کہ یہ حرام ہے بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے۔یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے۔اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کیلئے ہوتا ہے جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم زمخشری کی عبارت نقل کرنے سے دانستہ گریز کر رہے ہیں کیونکہ اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے لائق نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کیا ہے والمراد بالتحریم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

واللہ غفور رحیم

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیہ تعظیم شانہ صلی اللہ علیہ وسلم لان ترک الاولیٰ بالنسبۃ الیٰ مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلک یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ اولیٰ کا ترک ہوا۔لیکن آپ کے عالی اور کریم مقام کیلئے یہ بھی مناسب نہ تھا، لیکن ہم غفور ہیں ہم نے معاف کردیا۔مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں جو عتاب ہے وہ کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اعتنا کی وجہ سے ہے۔اللہ تعالیٰ کو آپ کی ہر ہر ادا کا خیال ہے۔ اسے یہ گوارہ نہیں کہ آئینہ نبوت پر ادنیٰ سا غبار بھی پڑے۔زمخشری کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا قدم حسب عادت یہاں بھی پھسل گیا ہے۔اس نے تحریم سے مراد شرعی تحریم لی ہے۔جو گناہ ہے اور غفور میں اسی گناہ کی آمیزش کی طرف اشارہ ہے۔

آلوسی کہتے ہیں کہ ابن منیر[1] نے یہاں زمخشری کے خوب بخیئے ادھیڑے ہیں ابن منیر کی تنقید کا حاصل یہ ہے کہ زمخشری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا گھڑا ہوا افترا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس سے بری ہے۔کیونکہ حلال کی تحریم کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی حلال چیز کو حرام اعتقاد کرلیا جائے یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے۔اور نبی معصوم سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حلال کو حلال ہی سمجھا جائے لیکن اس کے استعمال سے

---

[1] ۔پورا نام یہ ہے: قاضی احمد بن محمد بن منصور المنیر مالکی (اسکندریہ کے قاضی تھے) آپ نے کشاف پر ایک جامع حاشیہ الانصاف کے نام سے لکھا ہے (تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ ۳۲۸)

اجتناب کیا جائے اور ایسا کرنا مباح اور حلال ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریم کی یہی صورت تھی۔

اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی خوشنودی کیلئے اپنے اوپر پابندی عائد کرلی۔ جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ گوارہ نہیں کہ اس کے محبوب کو تکلیف پہنچے، اس لئے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کو اپنی ازواج کی خوشنودی مطلوب ہے اور مجھے آپ کا آرام اور آپ کی راحت مرغوب ہے۔ ایسی ناروا پابندیوں کی اجازت میں آپ کو کیونکر دے سکتا ہوں۔

قد فرض اللہ لکم تحلة ایمانکم

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تمہارے لئے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ یعنی کفارہ“۔

یعنی اللہ نے وہ چیز بیان کردی جس سے تمہاری قسموں کی گرہ کھل جاتی ہے یعنی کفارہ۔ یعنی قسم کھا کر جو گرہ تم نے ڈال دی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ تمہیں بتادیا کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزاد ہو جاؤ۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما

”اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرلو اور تمہارے دل بھی (توبہ کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے)۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

(اے امہات المؤمنین) تم پر واجب تو یہ تھا کہ ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرتیں۔ جو چیز حضور کو پسند ہوتی تم بھی اس کو پسند کرتیں، جو چیز حضور کو ناپسند ہوتی تم بھی اسے ناپسند کرتیں۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا تمہارے لئے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اس لئے اس فروگزاشت سے جتنی جلد توبہ کروگی تمہارے لئے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ (ماخوذ: تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ملخصاً)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ازواج مطہرات نے ایک ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جو واقعہ کے خلاف تھی یعنی حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو تو نہیں آتی تھی تو انہوں نے ایسی بات کہی۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے میری ذات کی طرف وہ بات منسوب کی جو واقعی مجھ میں نہیں ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعدہٗ من النار. (سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰ جلد اول)

- غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی نوراللہ مرقدہٗ اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ کیونکہ غرفت کے پودے جس کا وہ گوند مغفور کہلاتا ہے عرب میں بکثرت ہوتے تھے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ جو درخت کسی جگہ ہوں شہد کی مکھیاں اسی درخت کی پتیوں کا عرق چوستی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شہد کا مزا بھی مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ آپ اس ایک ہی جگہ کو لیجئے۔ مکھیوں کا جو ایک گھر بنا ہوتا ہے اگر وہ کسی پھلواری میں ہو اس کی لذت اور خوشبو بالکل الگ ہوگی اور اگر وہ کسی آم یا کینوؤں کے باغ میں ہوگا، تو اس کے شہد کی لذت اور خوشبو اوروں سے مختلف ہوگی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حجاز مقدس میں غرفت کے پودے کثرت سے ہوتے تھے اور جب شہد کی مکھیاں وہ رس چوستی تھیں تو اس کے شہد سے مغفور کی خوشبو آتی تھی یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مغفور نہیں کھایا۔ لیکن یہ تو ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھی غرفت کے پودے پر جا کر بیٹھی اور وہاں اس نے اس کے پتے کا رس چوسا تو اس کا اثر تو شہد میں آنا ہوا اور جب شہد آپ نے تناول فرمایا تو خفیف سے خفیف اثر شہد میں آیا ہوگا اتنا ہی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن پاک

سے محسوس ہوا ہوگا۔ بس یہ اس کا صحیح جواب ہے کہ اس میں یہ بات واقعہ کے خلاف نہ تھی ....اور ازواج مطہرات اس بات سے پاک ہیں کہ وہ خلاف واقعہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف منسوب کریں۔

(البیان العظیم فی تفسیر سورہ التحریم صفحہ نمبر ۳۰، ۳۱ طبع راولپنڈی (تلخیص)

<u>آیت نمبر ۲:</u> "قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک"۔ (سورۃ انعام آیت نمبر ۵۰)

<u>ترجمہ:</u> "فرما دیجئے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانی تین باتوں کا اعلان کروایا۔

۱۔ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے نہیں۔

۲۔ میں غیب نہیں رکھتا۔

۳۔ میں فرشتہ نوری نہیں ہوں۔

۴۔ مولوی احمد رضا نے لا اعلم الغیب کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اور نہ میں یوں کہوں کہ آپ غیب جان لیتا ہوں (اور یہ تحریف ہے)۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲، ۱۰۳)

<u>الجواب:</u> لغت عرب میں ترجمہ کا لفظ دو معانی کیلئے بولا جاتا ہے۔

۱۔ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔

۲۔ ترجمہ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کلام کا مطلوب و مقصود دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

- صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

کسی زبان کی تشریح و توضیح کرنے والے کو "ترجمان" کہتے ہیں۔ کلام کو دوسری زباں میں واضح کرنے کا نام ترجمہ ہے۔ مشہور لغوی جوہری کا قول ہے کہ کلام کو

ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ (تاج العروس جلد ۸)

ترجمہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) لفظی ترجمہ۔ (۲) تفسیری ترجمہ۔

- <u>لفظی ترجمہ:</u> کے معنی یہ ہیں کہ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں اسی نظم و ترتیب کے ساتھ منتقل کر دیا جائے، جیسے کہ وہ پہلے ہے اس کے ساتھ ساتھ اصل کلام کے معنی و مفہوم کو بہر نوع قائم رکھا جائے اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔
- <u>تفسیری ترجمہ:</u> سے مراد یہ ہے کہ ایک کلام کا مطلب دوسری زبان میں کھل کر بیان کر دیا جائے۔ اس میں سابقہ نظم و ترتیب اور کلام کے اصل تمام معانی کا قائم رکھنا ضروری نہیں۔ (تاریخ تفسیر و مفسرون صفحہ نمبر ۲۲)

اور ایسا عام لوگوں کی آسانی کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی تذبذب کا شکار نہ ہو جائیں۔

- قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اسکے جتلانے اور سکھانے سے"۔

آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب نہیں جان سکتی۔ (تفسیر مظہری سورۃ نمل طبع دہلی)

- علامہ سید محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص خود بخود نہیں جان سکتا۔ الخ (۱)...... (روح المعانی صفحہ نمبر ۱۱ جلد ۲)

(۲)...... (ضیاء القرآن ص ۶۸۴ جلد ۲ طبع لاہور)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے زیر بحث آیت میں تفسیری ترجمہ کیا ہے جس کو تحریف سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔ اور حقیقت تحریف سے لاعلمی کی روشن دلیل ہے۔

(نوٹ) باقی اعتراضات کا جواب ہم اوراق گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

آیت نمبر۳:

اس کے علاوہ درج ذیل آیات نقل کی ہیں۔

۲۔ قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء الله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ۔الخ (سورہ الاعراف صفحہ نمبر ۱۸۸)

۳۔ قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً۔

۴۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۳)

۵۔ انک لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء۔

انصاف صفحہ نمبر ۵۶ ''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں: ان آیات کے برعکس بریلوی فرقہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام مرادیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہیں، جنت و دوزخ حضور کے اختیار میں ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

الجواب نمبر۱: ان نصوص مذکورہ کا مفاد علم غیب حقیقی کا اختصاص بحق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ (اعلاء کلمۃ اللہ، صفحہ نمبر ۱۸۲ مطبوعہ راولپنڈی ۱۳۸۵ھ)

الجواب نمبر۲: ان آیات بینات میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرمارہے ہیں کہ میں خدا نہیں کیونکہ خدا وہ ہے جس کی قدرت کاملہ اور اختیار مستقل ہے جو چاہے کر سکتا ہے نہ کسی کام سے اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ اسے کسی کام پر کوئی مجبور کر سکتا ہے اور مجھ میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔ میرے پاس جو کچھ ہے میرے رب کا عطیہ ہے اور میرا اختیار اسی کا عنایت فرمودہ ہے، لا املک کے کلمات سے اپنے اختیار کامل کی نفی فرمائی اور ''الا ماشاء اللہ'' اس غلط فہمی کا ازالہ دور کر دیا کہ کوئی نادان ان سے یہ نہ سمجھے کہ حضور کو نفع و نقصان کا کچھ اختیار ہی نہیں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے اور یہ اختیار اتنا ہی ہے جتنا میرے رب کریم نے مجھے عطا فرمایا ہے اب رہی یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

الجواب نمبر۳: صاحب تفسیر خازن علاؤ الدین بن علی (م ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں کہ امور غیبیہ کی خبر دینا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعظم معجزات سے ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جارہی ہے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ حضور کا فرمانا بر سبیل تواضع و انکسار اور ادب تھا اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں غیب نہیں جان سکتا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس وقت ہو جب غیب پر آگہی نہیں بخشی گئی تھی اور جب آگاہ فرما دیا تو ارشاد فرمایا ''فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول ''۔الخ (تفسیر خازن پ۹ سورۃ الاعراف)

الجواب نمبر۴: اگر اس آیت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو علامہ خازن کی تحقیق بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں حروف شرط میں سے لو مستعمل ہوا ہے اور علامہ جمال الدین ابن ہشام نے اپنی گرانقدر تالیف المغنی (جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۶) میں اس پر طویل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

لو تین امور پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ شرط کو سبب اور جزا کو مسبب بناتا ہے۔

۲۔ دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔

۳۔ سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس تحقیق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت میں غور کیجئے کہ یہاں علم غیب سے مراد علم ذاتی جو قدرت ذاتی سے مستلزم ہے نہ لیا جائے تو سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صرف علم، خیر کثیر جمع کر لینے اور دفع ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا کیونکہ کسی تکلیف کے وقوع کا علم از وقت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔ موٹی سی بات ہے کسی شخص کو عدالت عالیہ سے پھانسی کا حکم ہو جائے تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ مجھے پھانسی دے دی جائے گی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اس لئے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے۔ تب ہی ''لو'' شرط اور

جزاء میں سببیت کا علاقہ پیدا کرسکتا ہے جو اس کا پہلا خاصہ ہے اس کا دوسرا خاصہ کلام کو
زمانہ ماضی کے ساتھ مخصوص کرنا ہے اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم
نہیں کہ آئندہ بھی یہ نہ پایا جائے۔ اور لو کا تیسرا خاصہ یہ ہے کہ وہ سبب کے ممتنع ہونے
پر دلالت کرتا ہے اور علم غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے اللہ تعالیٰ
کے بتانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں بلکہ سب اس کے
قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھا دینے سے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔ اب لو سے جس
علم غیب کی نفی کی جارہی ہے وہ وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہے اس
لئے آیت کریمہ سے علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہوتی اور ہم یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلام اللہ تعالیٰ غیب کا علم حاصل تھا۔
(تفسیر ضیاء القرآن جلد ۲ سورہ اعراف)

● اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کا تعلق ”حب“
سے نہیں بلکہ میری مشیت سے ہے اور میری اور تیری مشیت میں اختلاف نہیں
(کیونکہ انبیاء و اولیاء) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن کے تحت ہوتے ہیں اور ایک لمحہ
کیلئے بھی ذات کبریا سے مستغنی نہیں ہوتے۔

کیونکہ ھدیٰ کا تعلق مشیت سے ہے اور مشیت اس کی ہے جو خالق اھتدیٰ
ہے اور جو مشیت خالق اھتدیٰ کی ہوگی وہی مشیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
ہوگی، تو ”انک لاتھدی کے معنی اظہر من الشمس ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا
ہے ہدایت قبول کرے گا اس کیلئے ہدایت پانے کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اور حضور
علیہ السلام کا اپنے چچا ابو طالب کو بار بار اسلام کی دعوت دینا تقاضا رحمۃ للعالمینی تھا اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے:

”انک لتھدی الی صراط المستقیم“۔ (الشوریٰ آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ: ”(اے حبیب) بے شک آپ ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتے

ہیں“۔

آیت نمبر ۴: ”و ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ“ (سورہ یٰسین آیت نمبر ۶۹)

ترجمہ: ”ہم نے اس رسول کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی ان کے مناسب ہے“۔

اعتراض: جب من گھڑت عقیدہ ماکان وما یکون کی نفی بریلوی اعلیٰ حضرت
نے دیکھی تو ترجمہ یوں کیا ”اور ہم نے انکو شعر کہنا نہ سکھایا“ تو اس سے بھی عالم ماکان
وما یکون کی نفی ہوگئی۔ آیت میں اس بات کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو شعر کا علم نہیں دیا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۶)

الجواب: بہت سے مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم پر شعر بمعنی منظوم اور مقفّٰی کلام بنانے کی تہمت لگائی تھی حتیٰ کہ وہ قرآن کریم میں ہر
آیت کی تاویل کرنے لگے جس میں وزن پایا جاتا تھا جیسے وجفان کالجواب وقد
ور رسیات اور تبت یدا ابی لہب وتب۔ لیکن بعض شناس لوگوں نے کہا ہے کہ ان سے
ان کا مقصد منظوم اور مقفّٰی کلام بنانے کی تہمت لگانا نہیں تھا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن
اسلوب شعری سے مبرا ہے اور اس حقیقت کو عوام عجمی بھی سمجھ سکتے ہیں پھر فصحاء عرب کا
کیا ذکر ہے بلکہ وہ آپ پر (نعوذ باللہ) جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے کیونکہ عربی زبان
میں شعر بمعنی کذب اور شاعر بمعنی کاذب استعمال ہوتا ہے حتیٰ کہ جھوٹے دلائل کو ”ادلۃ
شعریۃ“ کہا جاتا ہے اس لئے قرآن کریم نے شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اور
شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ (یعنی وہ شاعر جن کا کلام قرآن وسنت
کے خلاف ہو)۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۵۴۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

● علامہ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں:

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے فرمان ”وما ینبغی لہ“ کا مطلب یہ
ہے۔ کہ منصب نبوت کے اعتبار سے شعر کہنا آپ کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ معلم عن
اللہ سواحق کے کچھ نہیں کہتا اور یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فی نفسہ شعر گوئی پر قادر ہونے
کے منافی نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ شعر کی اچھائی اور برائی کو جانتے تھے اور اس

کے وزن اور قافیہ وغیرہ سے واقف تھے اور جو نظم کرنے کو جانتا ہو وہ اس پر قادر کیسے نہیں ہوسکتا کہ ان ہی مسائل اور احکام کو نظم کی شکل میں بیان کرے۔ لیکن قدرت اس باب میں فعلیت کو مستلزم نہیں ہے تاکہ احکام شرعیہ لفظ شعر اور شاعری کے اطلاق سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ یہ لفظ کذب اور تخیلات کا وہم پیدا کرتا ہے۔ (روح البیان جلد ۳)

اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ: ''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا''۔ بالکل درست اور صحیح ہے۔

- تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت ہے: ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعر کہنا نہ سکھایا، ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔

- تفسیر خازن میں ہے: جب کہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن قرآن نیز تفسیر خازن میں ہے: کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاعر ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس تکذیب کیلئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ''اور ہم نے ان کو شعر نہ سکھایا'' مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں بالکل صحیح و درست ہے۔ اور یہ تفسیری ترجمہ ہے جس پر ہم نے اوراق گزشتہ میں تفصیلاً گفتگو تحریر کردی ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کو تحریف سے تعبیر کرنا سراسر جہالت ہے۔

- **اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کا جواب**

(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۵)

آپ ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو اپنے کلی اختیارات سونپ دیئے ہیں وہ جو چاہیں کریں، خداوند تعالیٰ معطل

ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ۔ (خلاصہ) [۱]

- **اہل سنت و جماعت کا عقیدہ**

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مالک دوجہان ہونے کا نہ تو یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہ رہا اور نہ یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کی مثل مالک ہیں جس سے لازم آئے کہ عالم کے وہ مستقل مالک ہیں بلکہ رب تعالیٰ کی ملکیت حقیقی قدیم ازلی ابدی اور لا متناہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت عطائی حادث ہے جیسے دنیوی بادشاہ اپنی سلطنت کے مالک ہیں ہم لوگ اپنے گھر بار کے مالک ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام روئے زمین کے مالک ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان چیزوں کا مالک نہ رہا، بلکہ وہ حقیقی مالک ہے ہم مجازی، اس کی ملکیت ذاتی ہے ہماری عطائی ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت خدا تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔

---

[۱] مکتوبات طیبات معروفہ مہر چشتیہ کے مرتب فتح الدین لکھتے ہیں اس مجموعہ میں تمام تحریریں جو درج کی گئی ہیں ان میں اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ اس تحریر پر حضرت قبلہ عالم دام ظلھم العالی کے دستخط ہوں یا آپ کا اپنا رقم فرمودہ ہو۔ ایک ملفوظ بھی درج ہوا ہے جس کا باعث یہ ہے کہ حضرت چچا میاں عبداللہ صاحب مرحوم مغفور اس کے راوی تھے اور وہ اصرار کرتے تھے کہ ملفوظ شریف ضرور درج کیا جائے ملاحظہ ہو مکتوبات طیبات صفحہ نمبر ا طبع لاہور۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بتانا کیسے درست ہوسکتا ہے نہ یہ حضرت اقدس قدس سرہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس عبارت کا حضرت کی تصانیف میں کہیں نام و نشان نہیں یہی وجہ ہے دوسرے ایڈیشن میں اس پورے ملفوظ کو خارج کردیا گیا اگر سید مہر علی شاہ کا یہی عقیدہ ہوتا تو ان کے جانشین حضرت بابو جی سرکار اس عبارت کو قائم رکھتے اس عبارت سے سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا دامن پاک ہے۔ حضرت سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات شریف لکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اس کیلئے قوت علم کا ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامع نے کچھ سے کچھ لکھوا دیا ہاں اگر ملفوظ حضرت کو تحریر کرکے دکھایا جاتا آپ تصدیق کرتے تو پھر تمہارا اعتراض درست ہوتا جیسے تھانوی جی کی سوانح اور ملفوظات تھانوی جی کے مصدقہ ہیں۔ فافھم وتدبر ولا تکن من الواہبین۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

- نیز اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف مومن ہونے کیلئے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اتنی بات تو مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے۔ بلکہ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ عطائے خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے ہر آن اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال ہے۔
- محبوبیت وشفاعت جو کہ تمام ادیان اور شرائع میں خواص بشر کیلئے ثابت کی گئی ہے اس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد خود مختار بن کر تصرفاتِ الٰہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الٰہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الٰہیہ کا ظہور ماننا ایمان وتوحید ہے۔
- حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے قاسم خزائن الٰہیہ ماننا ان مسائل مہمہ سے ہے کہ جن کا تعلق عظمت نبوت ورسالت سے ہے حیرت ہے ان لوگوں پر جو ان مسائل کو شرکیہ قرار دیتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے واضح طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مالک نعماء الٰہیہ ہونا ثابت ہے۔ اس عقیدہ کو شرک کہنے والے اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ باذن الٰہی اور عطاء خداوندی کے ساتھ شرک کا تصور جمع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزائن نعمت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمانے اور ان میں اپنی حکمتوں کے مطابق تصرف کا اذن دینے پر قادر ہے اور ہر مقدور ممکن ہے اور امر ممکن کا اعتقاد کسی حال میں شرک نہیں ہوسکتا شرک جب ہی ہوگا کہ ان امور میں محال ذاتی کا اعتقاد ہو جیسا کہ عطاء الوہیت ممتنع عقلی اور محال بالذات ہے لیکن اپنی نعمتوں کے تقسیم کرنے کا اذن دینا تو محال نہیں بلکہ امر واقع ہے بلکہ شاہد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اختیارات کی نفی جن دلائل سے لوگ ثابت کرنے کی سعی مذموم کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان سب کا مفاد صرف یہ ہے

کہ حکم خداوندی کے خلاف اور مشیت الٰہیہ کے منافی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے قطعاً کوئی حکم یا اختیار نہیں ہے اور عطاء الٰہی سے کل اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے حاصل وثابت ہیں۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (بروز محشر) کرامت اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ الخ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)
- حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ حدیث سل کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ جل جلالہٗ نے حضور کو طاقت بخشی ہے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔ (پھر لکھا) امام ابن سبع وغیرہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور کی جاگیر کردی ہے اس میں سے جو چاہیں جس کیلئے چاہیں بخش دیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۲۳ طبع ملتان)

۱۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قدرت دی ہے جس کا آپ ارادہ فرمائیں اور یہ کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص کرلیں کیونکہ آپ فضل وکرم اور کمال کا ایسا سمندر ہیں جسکا کوئی ساحل نہیں ہے۔ (لمعات صفحہ نمبر ۲۷۱ جلد ۴ طبع لاہور)

نیز فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم ہاتھ میں ہیں جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۹۶ جلد اول طبع ملتان)

تھانوی جی لکھتے ہیں بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روز مرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ نمبر ۱۰۸ جلد ۹ طبع ملتان ۱۳۱۶ھ) (ابوالجلیل فیضی غفرلہٗ)

● علامہ ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست قدرت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم وزیر ارادہ واختیار کردیئے ہیں جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔ (الجواہر المنظم صفحہ نمبر ۴۲)

آیت نمبر ۵: یاایہا النبی: اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"اے غیب کی خبریں بتانے والے"۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۶)

الجواب:

نبی اور رسول کی تعریف

نبی اور رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کیلئے مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ (شرح عقائد نسفی)

احکام عملی ہوں، جیسے عبادات و معاملات وغیرہ یا اعتقادی مثلاً مرنے کے بعد اٹھنا، فرشتوں، جنت، دوزخ، پر یقین رکھنا اور وہ تمام امور جو لوگوں سے غائب ہیں جن کی تبلیغ کیلئے نبی مبعوث ہوتا ہے اور ان سب امور غیبیہ کی انہیں خبر دیتا ہے۔

اس تعریف سے ظاہر ہوگیا کہ غیب کی خبریں دینے والے کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔

● امام نسفی "بالغیب" کے تحت لکھتے ہیں یعنی غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو لوگوں سے غائب ہو جن کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دی ہو، مرنے کے بعد اٹھنا، حشر ونشر، حساب اور اس کے علاوہ۔ (تفسیر مدارک جلد اول)

● امام قرطبی نے "الذین یؤمنون بالغیب" میں لفظ غیب کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرتے ہوئے فرمایا ایک قول یہ ہے کہ یہاں الغیب سے مراد قرآن میں مذکورہ غیوب ہیں۔ دوسرے علماء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی غیب کی وہ سب خبریں مراد ہیں جو انسانی عقلوں سے بالاتر ہیں، جیسے علامات قیامت، عذاب قبر، حشر، نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔

تمام اقوال کے بعد ابن عطیہ کا محاکمہ نقل فرماتے ہیں یعنی ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ان سب چیزوں کو غیب کہا جاتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن صفحہ نمبر ۱۶۳ جلد اول طبع ایران ۱۳۸۷ھ)

● جلالین میں ہے (الغیب) یعنی غیب ہر وہ چیز ہے جو لوگوں سے غائب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا اور جنت ودوزخ۔ الخ

● امام لغت صاحب قاموس فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

● امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: نبوۃ اللہ تعالیٰ اور اس کے ذوی العقول بندوں کے درمیان سفارت کا نام ہے جو ان کے تمام دنیوی واخروی امور سے ہر قسم کی خرابی دور کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی خبریں دیتا ہے جن کی وجہ سے پاکیزہ عقول کو تسکین وطمانیت حاصل ہوتی ہے۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۰۲۳، مطبوعہ لاہور)

● صاحب لسان العرب اور صاحب تاج العروس فرماتے ہیں یعنی فراء نے کہا کہ نبی وہ ہے جس نے اللہ کی طرف سے خبر دی (اس کا ہمزہ متروک ہوگیا)۔ الخ

(لسان العرب جلد اول، تاج العروس جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جو مبعوث من اللہ ہو کر غیب کی خبریں دینے والا بلند رتبہ ہو۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لفظ نبی کا ترجمہ رماتے ہوئے جہاں بھی غیب کی خبریں دینے والا ارقام فرمایا ہے تو ان ہی مرادی معنی ے لحاظ سے ہے اور اس معنی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ یقیناً صحیح ہے۔

یت نمبر ۶: "قل انما انا بشر مثلکم"۔ (سورہ کہف آیت نمبر ۱۱۰)

اس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہ کیا ہے۔

جمہ: "آپ کہہ دیں میں ظاہری صورت میں تم جیسا بشر ہوں"۔

راض: یہ ظاہر صورت میں انوار رضا کے متوالے بتائیں قرآن کے کس لفظ کا

ترجمہ ہے۔ موجودہ بریلویت انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے والوں کو کافر قرار دیتی ہے۔ الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۷)

الجواب: امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اَلْبَشَرَۃُ : کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح اور اَدَمَۃٌ کے معنی باطنی سطح کے ہیں عام ادباء کا یہی قول ہے...... بشرۃ کی جمع بَشَرٌ وَاَبْشَارٌ آتی ہے اور اسی سے انسان کو بشر کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر اون، بال یا پشم ہوتی ہے...... قرآن کریم میں جہاں کہیں انسان کی جسمانی بناوٹ اور ظاہری جسم کا لحاظ کیا ہے تو ایسے موقع پر خاص کر اسے بشر کہا گیا ہے۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۹۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

مولانا احمد رضا بریلوی نے ''قل انما انا بشر مثلکم'' کا ترجمہ: آپ کہہ دیں میں ظاہری صورت میں تم جیسا بشر ہوں۔ لغوی طور پر یہ ترجمہ کیا ہے۔ رہا آپ کا باطنی مقام، انسانی عقل وفہم سے وراء ہے۔

• قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لیکن ان کی ارواح قدسیہ اور باطنی کیفیات انسانیت کی ان اعلیٰ درجہ کی صفات پر فائز ہوتی ہیں جو ملاء اعلیٰ سے متعلق ہوتی ہیں۔ الخ (الشفاء جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۱)

الزام: موجودہ بریلویت انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے والوں کو کافر قرار دیتی ہے۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۷)

الجواب: نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ صفحہ (ھذا بہتان عظیم) اہل سنت وجماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔

• علامہ راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفار انبیاء علیہم السلام کو کسر شان کیلئے ان کو بشر کہہ کر پکارتے تھے جیسے ان ھذا الا قول البشر۔

(مفردات صفحہ نمبر ۹۲)

اس لئے علمائے اہل سنت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر البشر، افضل البشر اور اکمل البشر کہہ کر یاد کرنا چاہیئے۔

• ایک حدیث اور اُس کا مفہوم

''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر دوزخ پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے درمیان تھی، یہاں تک کہ اس کی آگ کی روشنی میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا''۔

نیز سایہ رسول کا ذکر (طبقات ابن سعد صفحہ نمبر ۱۲۸، مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ نمبر ۴۵۶، مسند احمد صفحہ نمبر ۳۳۶ جلد ۶، مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ نمبر ۳۲۳ میں بھی ہے)۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۱)

الجواب: ''مرتبین انصاف'' نے حدیث تو نقل کردی مگر اس کا حوالہ نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کسی دوسری کتاب سے نقل کی گئی ہے۔ مکمل حدیث مع حوالہ درج ذیل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر حضور نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا پھر اسے پیچھے ہٹالیا۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور سے عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس نماز میں آپ نے وہ کام کیا جو اس کے علاوہ کسی دوسری نماز میں آپ نے کبھی نہیں کیا تھا (یعنی ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹانا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور اس میں انگور کی بیل کے خوشے دیکھے جو بہت قریب تھے ان کے دانے کدو کی طرح (بڑے) میں نے ان سے لینا چاہا تو میری طرف وحی کی گئی کہ محبوب آپ آگے نہ بڑھیں چنانچہ میں فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میں نے اپنے اور تمہارے درمیان نار (دوزخ) کو دیکھا، یہاں تک کہ میں نے اپنے ظل اور تمہارے ظل کو ملاحظہ کیا الخ (حاوی الارواح از ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ) صفحہ نمبر ۴۲ مطبوعہ مصر)

اس حدیث مبارکہ میں ظل بمعنی سایہ نہیں جو کہ روشنی میں کسی جسم کا ہوتا ہے۔

بلکہ یہاں ظل بمعنی شخص اور جسم و بدن کے ہیں۔

- صاحب قاموس ظل کے مختلف معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہر چیز کے شخص اور بدن کو بھی ظل کہا جاتا ہے۔ الخ (القاموس المحیط جلد۴)

- مجمع البحار الانوار میں علامہ محمد طاہر پٹنی "حرف ظ ل" میں ظل کے معنی جسم کے لکھ کر اس کے آگے فرماتے ہیں: **وظلھم و شخصھم** یعنی ان کے ظلال سے ان کے روشنی میں یعنی اجسام مراد ہیں۔

سایہ ہمیشہ روشنی میں ہوتا ہے اور دوزخ کی آگ دنیاوی آگ کی طرح روشن نہیں بلکہ وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۵۰۳) [۱]

اس لئے یہاں ظل بمعنی سایہ نہیں، کیونکہ اندھیرا میں کسی کا سایہ نہیں ہوتا۔

آپ کے فرمان عالی سے ثابت ہوتا ہے کہ میں نے اپنی اور تمہاری ذات کو دیکھا۔

- نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لایرون فیھا شمساً ولا زمھریرا"۔ (سورۃ الدھر آیت نمبر ۱۳)

ترجمہ: "نہ اس میں سورج کی گرمی ہوگی نہ زمہریر کی سردی"۔

یعنی وہاں خوشگوار موسم ہوگا جیسے طلوع اور غروب کے وقت ہوتا ہے۔

(تفسیر نیشاپوری)

اور اس وقت عام انسانوں کا بھی سایہ نہیں ہوتا تو حدیث مبارکہ کے الفاظ ظلی وظلکم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور صحابہ کرام کی ذوات عالیہ مراد ہیں۔

- **اسماء گرامی علماء سلف و خلف جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی سایہ کے قائل نہ تھے**

[۱] تفسیر ابن کثیر صفحہ نمبر ۳۷۸ جلد ۱۲ از حافظ عماد الدین ابن کثیر مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (شہادت ۳۵ھ) تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد۲ صفحہ ۱۰۳۔

۲۔ حضرت امام عبداللہ محمد الحکیم الترمذی (م ۲۵۵ھ) نوادر الاصول صفحہ ۳۱۸۔

۳۔ حضرت قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) شفا شریف صفحہ نمبر ۲۴۲ جلد اول۔

۴۔ حضرت امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) مفردات القرآن۔

۵۔ حضرت برہان الدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) سیرت حلبیہ۔

۶۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) خصائص کبریٰ صفحہ نمبر ۶۸ جلد اول۔

۷۔ حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) مجمع بحار الانوار۔

۸۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۱۱۸ جلد اول، صفحہ نمبر ۱۲۱ جلد ۲۔

۹۔ حضرت امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) مشکوٰۃ الانوار۔

۱۰۔ حضرت علامہ ابن حجر مکی (م ۹۷۴ھ) افضل القریٰ صفحہ نمبر ۲۷۔

۱۱۔ حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) مکتوبات امام ربانی صفحہ نمبر ۱۸۷ جلد ۲۔

۱۲۔ حضرت علامہ خفاجی حنفی (م ۱۰۶۹ھ) نسیم الریاض صفحہ نمبر ۲۸۲ جلد ۳۔

۱۳۔ حضرت علامہ قسطلانی (م ۹۲۳ھ) مواہب اللدنیہ جلد اول۔

۱۴۔ حضرت شیخ عبدالباقی زرقانی (م ۱۱۲۲ھ) زرقانی شرح مواہب جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۲۰۔

۱۵۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ صفحہ نمبر ۲۱۹۔

۱۶۔ حضرت مولانا روم (م ۶۷۳ھ) مثنوی دفتر پنجم۔

۱۷۔ حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ) شرح مثنوی دفتر پنجم۔

۱۸۔ حضرت علامہ حسین بن دیار بکری (م ۹۶۶ھ) کتاب الخمیس النوع الرابع۔

۱۹۔ حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۲۷۹ھ) تاریخ حبیب الٰہ صفحہ نمبر ۱۳۷۔

● **طائفہ دیوبندیت کے گھر کی شہادتیں**

۱۔ مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

......اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور فرمایا اور تواتر سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے۔الخ (امداد السلوک صفحہ نمبر ۱۰۱ طبع لاہور)

۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

ہمارے حضور (ﷺ) سر پا نور ہی نور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔ (شکر النعمۃ صفحہ نمبر ۳۱ مطبوعہ کراچی)

۳۔ مولوی عابد میاں (ڈابھیل) اپنی تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' میں لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک نورانی تھا جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی رات میں آمد و رفت فرماتے تو مطلقاً سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۳۵ مطبوعہ دہلی)

اس کتاب پر مندرجہ ذیل اکابر دیوبند کی تقاریظ اور تائیدات درج ہیں۔

(۱) مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ (۲) مولوی انور شاہ کشمیری۔ (۳) مولوی اصغر حسین۔ (۴) مولوی شبیر احمد عثمانی۔ (۵) مولوی حبیب الرحمٰن۔ (۶) مولوی اعزاز علی۔ (۷) مولوی عبد الشکور لکھنوی۔ (۸) مولوی احمد سعید دیوبندی۔

● **فتاویٰ دار العلوم دیوبند**

سوال: وہ حدیث کون سی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

الجواب: امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی الشمس ولاقمر۔الخ اور تواریخ حبیب الٰہ میں مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اس وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند صفحہ نمبر ۱۳۲ اشاعت اول کراچی ۱۹۷۶ء)

نیز طبقات ابن سعد، مستدرک حاکم، مسند احمد، مجمع الزوائد میں مندرج احادیث کا بھی یہی جواب ہے، کہ وہاں ظل کے معنی شخص (ذات) اور جسم کے ہیں۔

● ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''تفسیر نعیمی کی ایک جھلک''

''ایاک نعبدو ایاک نستعین'' پر لکھتے ہیں۔

اس آیت سے یہ سمجھنا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنا شرک ہے۔ عقیدہ باطل ہے کیونکہ مقربان حق کی امداد، امداد الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں۔الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۱۱)

الجواب: سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور اگر توجہ محض اللہ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہر استعانت کرے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے، اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے غیر سے کی ہے۔ در حقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ (تفسیر عزیزی، پارہ اول (فارسی) جلد اول صفحہ نمبر ۸ مطبوعہ دہلی)

● مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی زیر بحث آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے

حقیقت میں مدد مانگنی بالکل جائز نہیں ۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کریں تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (ترجمہ محمود الحسن، حاشیہ شبیر احمد عثمانی حاشیہ نمبر ۵)

(ماھوجوابکم فھوجوابنا)

• حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جو مرتبین انصاف نے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر نقل کی ہے یہ الحاقی عبارت ہے اس کا جواب ہم اوراق گزشتہ پردے چکے ہیں۔

• ''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں، مما رزقنھم ینفقون کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین لکھتے ہیں:

مسئلہ: تیجہ، گیارہویں، چالیسواں بھی اس میں داخل ہیں۔

الجواب: سورہ بقرہ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی چند صفات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک صفت یہ ہے ''و مما رزقنھم ینفقون '' اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں چونکہ گیارہویں، تیجہ وغیرہ اموات المسلمین کو ایصال ثواب کرنے کے مختلف نام ہیں جن کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ خیرات کر کے اس کا ثواب اموات کو بخشا جاتا ہے یا فقط اپنے حصول ثواب کیلئے مال خرچ کیا جاتا ہے بتایئے اس میں کون سی بات ناجائز، حرام اور شرک ہے۔

• ''ومن اھل المدینۃ مردو اعلی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم''۔

ترجمہ: ''اور کچھ مدینہ والے ان کو خو ہوگئی ہے نفاق کی تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں''۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۱۲ کا جواب)

مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ما سبق ہے اور اس کا علم بعد کو ہوا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ولتعرفنھم من

لحن القول (جمل) کلبی اور سدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کیلئے قیام کر کے نام بنام فرمایا نکل اے فلاں تو منافق ہے نکل اے فلاں تو منافق ہے تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔ (کنزالایمان صفحہ نمبر ۳۲۵ ف ۲۳۲)

خط کشیدہ الفاظ حاشیہ کے ہیں جس میں علم خدوندی کا بیان ہے۔ نیز مرتبین انصاف کا یہ کہنا قرآن کریم کے کن الفاظ کا یہ معنی ہے جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ (یہاں پر تفسیری مفہوم بیان کیا گیا ہے)۔ [۱]

• اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنا مستحسن ہے

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۳ کا جواب)

امام سخاوی (م ۹۰۲ھ مدفن مدینہ منورہ) فرماتے ہیں: صلوٰۃ وسلام کے مستحب یا مکروہ یا بدعت یا مشروع ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کے مستحب

---

۱ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو منافقوں سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا (التوبہ آیت نمبر ۷۳، پارہ نمبر ۱۰) اگر آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہیں تھا تو ان سے جہاد اور ان پر سختی کیسے؟ تین سو منافق مرد اور ایک سو ستر عورتیں منافقات کے نام لے کر مسجد سے نکالا کیسے؟ ملاحظہ ہو شرح شفا صفحہ ۲۴۱ جلد اول طبع بیروت از ملا علی قاری علیہ الرحمۃ، نسیم الریاض صفحہ ۲۳ جلد ۲ طبع ملتان

الروض الانف وبھامشہ السیرۃ النبویہ صفحہ ۳۰، ۲۹ جلد ۲ طبع ملتان

اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو منافقین کا علم عطا فرمایا ہے ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۲۶۱ جلد ۲ طبع بیروت ۱۴۱۴ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۸ صفحہ ۱۲۲ طبع بیروت ۱۴۱۵ھ، تفسیر کبیر صفحہ ۹۳ جلد ۶ دار احیاء التراث العربی بیروت، ابن جریر صفحہ ۱۵ جلد ۱۱، تفسیر القرآن صفحہ ۱۸۷۰ جلد ۶ از امام ابن ابی حاتم، تفسیر سمرقندی صفحہ ۷۱ جلد ۲، الوسیط صفحہ ۵۲۱ جلد ۲، کشاف صفحہ ۲۹۱ جلد ۲، المحرر الوجیز صفحہ ۲۶۲ جلد ۸، اس کے علاوہ بکثرت نام اور بھی ہیں طوالت کے خوف سے نہیں لکھے۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

ہونے پر "وافعلوا الخیر" (نیکی کرو) کے فرمانِ الٰہی سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام اجل القربات سے ہے۔ خصوصاً احادیث اس پر برانگیختہ کرنے کے متعلق کثرت سے وارد ہیں۔ (مثلاً) اذان کے بعد کی دعا رات کے آخری تیسرے حصہ میں اور فجر کے قرب میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا ذکر تاکید کے ساتھ گزرا ہے۔ درست بات یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، صلاۃ وسلام پڑھنے والے کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔[1] (القول البدیع صفحہ نمبر ۳۴۱ مترجم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء)

بوقت اذان حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا اور درود شریف پڑھنا

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۳ کا جواب)

- علامہ شیخ احمد طحطاوی (م ۱۲۳۳ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قہستانی نے کنز العباد سے ذکر کیا ہے کہ مستحب ہے کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ جب مؤذن پہلی بار کہے تو (سننے والا) کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری بار اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنے کے وقت (سننے والا) کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ، اللھم متعنی بالسمع والبصر اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر پڑھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں اس کے قائد ہوں گے اور دیلمی نے فردوس میں ذکر کیا ہے حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث سے مرفوعاً دونوں ہاتھوں کی دونوں انگلیوں کے پوروں کا بوسہ لے کر آنکھوں پر ملنا مؤذن کے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنے کے وقت الخ

[1] اذان سے قبل یا بعد درود وسلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو درمختار علی حامش الردالمحتار صفحہ نمبر ۳۶۲ جلد اول طبع استنبول ۱۳۲۷ھ۔ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۱۱۴ طبع مصر ۱۳۵۶ھ۔ الفتاوی الکبری صفحہ نمبر ۱۹۱ جلد اول النہر الفائق صفحہ نمبر ۱۷۲ جلد ۲ حاشیہ الدرالمختار صفحہ نمبر ۱۸۶ جلد اول (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

تو اس کو میری شفاعت لازمی ہے۔ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۱۱۱ مطبوعہ کراچی)

- ملا علی قاری حنفی[1] (م ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان لو کہ بے شک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے سننے پر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

(فتح القدایہ از شرح نقایہ باب الاذان)

نیز فرماتے ہیں: یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ (الموضوعات الکبری صفحہ نمبر ۱۰۲ مطبوعہ کراچی)

- مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی (م ۱۳۰۴ھ) فرنگی محلی لکھتے ہیں:

بعضے فقہا مستحب نوشتہ اند وحدیثے ہم درین باب نقل میسازند مگر صحیح نیست دو در امر مستحب فاعل و تارک ہر دو قابل ملامت و تشنیع نیستند، جامع الرموزی آرد اعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع اول من شہادۃ صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر، وبعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائدا الی الجنۃ کذافی کنز العباد انتھی۔[2] (مجموعہ فتاوی صفحہ نمبر ۲۷ حصہ سوم طبع لکھنؤ ۱۹۳۵ء)

[1] مولوی عبدالحئی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں: آپ کی تصانیف مفید ہیں اور آپ کو دسویں صدی کے مجدد ہونے تک پہنچا دیا ہے۔ (الفوائد البھیہ صفحہ نمبر ۹ مطبوعہ کراچی) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

[2] مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی لکھتے ہیں: بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام گرامی سن کر انگوٹھوں کو چومنا چاہئے مگر کوئی حدیث ان جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچتی سب ضعیف ہیں ان ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے (علم الفقہ صفحہ نمبر ۲۳ جلد ۲ طبع کراچی) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

ولا یصح کا مفہوم

حدیث کی تین مشہور قسمیں ہیں۔(۱) صحیح۔(۲) حسن۔(۳) ضعیف۔

اور محدثین کرام کا کسی حدیث کے متعلق "لا یصح" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں "صحیح حدیث" کے اوصاف نہیں پائے جاتے اس سے اس حدیث کے حسن یا ضعیف ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

- ابن حجر مکی (م۹۷۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور کسی محدث کا یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لذاتہ نہیں۔اس سے اس کے حسن لغیرہ کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغیر سے حجت پکڑی جاسکتی ہے۔(الصواعق المحرقۃ (اردو) صفحہ نمبر۹۱۷ طبع لاہور)

- حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نفی الصحة لاینتفی الحسن (تخریج کتاب الاذکار از علامہ نووی)

نیز لکھتے ہیں

حسن لذاتہ گو رتبہ میں کم ہے صحیح لذاتہ سے۔تاہم قابل احتجاج ہونے میں اس کی شریک ہے۔(شرح نخبۃ الفکر صفحہ نمبر۱۹ طبع کراچی)

- ملا علی قاری حنفی (م۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لایلزم من عدم صحۃ نفی وجودہ حسنہ وضعیف۔

(الموضوعات الکبریٰ صفحہ نمبر۶۶ طبع کراچی)

لایصح: لاینافی الضعف والحسن، یعنی کسی حدیث کو لایصح کہنے سے اس حدیث کے حسن یا ضعیف ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔(ایضا صفحہ نمبر۲۳۶)

- علامہ عبدالباقی زرقانی (م۱۱۲۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نفی الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم۔(رفیق العلم ماہنامہ کراچی ۳۰رجون ۱۹۹۷ء)

- علامہ سمہودی (م۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور اسکے باوجود قابل حجت ہے اس لئے کہ حسن کا درجہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ہے۔

- شارح ابوداؤد لکھتے ہیں: امام داؤد کا یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ضعیف ہے بلکہ لازم آئے گا کہ وہ حسن ہے۔

(بذل المجہود از خلیل احمد انبیٹھوی صفحہ نمبر۲۱)

- امام محمد، محمد بن امیر الحاج حلبی (م۸۷۹ھ) لکھتے ہیں، اصطلاح حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔(حلیہ شرح منیہ)

لہٰذا حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "لا یصح" کہنے سے موضوع قرار نہیں پائے گی بلکہ یہ حدیث حسن اور ضعیف ہوگی۔

ضعیف حدیث کا حکم

عندالمحدثین اعمال وفضائل میں حدیث ضعیف قابل قبول ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ الموضوعات الکبریٰ از ملا علی قاری حنفی مکی (م۱۰۱۴ھ) صفحہ نمبر۶۳ طبع کراچی

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری حنفی مکی (م۱۰۱۴ھ) صفحہ نمبر۸۳ جلد۲ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۳۔ مقدمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۱۰۵۲ھ) صفحہ نمبر۹ طبع لاہور۔

۴۔ قوت القلوب از امام ابو طالب محمد بن علی المکی (م۳۸۳ھ) صفحہ نمبر۳۸۳ جلد اول۔

۵۔ مقدمہ ابن صلاح از امام ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن (م۶۴۳ھ) صفحہ نمبر۴۹ طبع ملتان۔

۶۔ تدریب الراوی از امام جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) صفحہ نمبر۲۹۸ جلد اول طبع لاہور۔

۷۔ کتاب الاذکار از محدث ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی (م۶۷۶ھ) صفحہ نمبر۳۸ جلد اول طبع کراچی۔

۸۔ القول البدیع از علامہ سخاوی (م۹۰۲ھ) صفحہ نمبر۲۵۸ طبع سیالکوٹ۔

۹۔ احادیث ضعیف در فضائل اعمال معمول بہا است۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام از نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد (م ۱۳۰۷ھ) صفحہ نمبر ۲۷۵ جلد اول)۔

۱۰۔ ضعیف حدیث پر بھی فضائل واعمال میں عمل کرنا درست ہے۔

(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند صفحہ نمبر ۱۰۷ جلد ۲ مطبوعہ کراچی)

۱۰۰۰۰ روپے کا نقد انعام

''مرتبین انصاف'' لکھتے ہیں: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ تمام حدیثیں جن میں انگوٹھے چومنے اور انہیں آنکھوں پر لگانے کا ذکر آیا ہے کلہا موضوعات وہ سب موضوع اور جعلی ہیں۔ (تسیر المقال)۔(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۳)

''تسیر المقال'' نامی مولانا جلال الدین سیوطی نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی، اگر ''مرتبین انصاف'' دنیا کی کسی لائبریری میں یا انکی کتب فہرست میں اس کا نام دکھادیں۔ تو مبلغ ۱۰۰۰۰ روپے نقد انعام حاصل کریں۔[1] (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین)

[1] مفتی محمد تقی عثانی دیوبندی لکھتے ہیں کسی نے اذان سنی اور اس میں کلمہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سنا تو اس شخص کے دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کا داعیہ پیدا ہوا تو آپ کا اسم گرامی سنا تو محبت سے بے اختیار ہو کر اس نے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں کو لگائے تو کوئی گناہ اور بدعت کی بات نہیں (بدعت ایک گمراہی صفحہ ۱۳۱ طبع لاہور)

اہلسنت وجماعت محبت میں نام اقدس چومتے ہیں جیسے ہی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک سنتے پڑھتے ہیں اہل محبت جھومتے اور چومتے ہیں بقول تقی عثانی کے دل میں محبت کا داعیہ پیدا ہو جو دیوبندی وہابی نام گرامی نہیں چومتے بدعت بدعت کی رٹ لگاتے ہیں اور مجوزین کو منع کرتے ہیں تو ان کے دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہیں انہوں نے کبھی نام اقدس نہیں چوما گویا ان کے دل میں محبت کا داعیہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ واہ دیوبندیوں کے مفتی اپنے ہی قلم سے دیوبندیوں کا محبت رسول ﷺ سے خالی ہونے کا اقبالی جرم کا اعتراف کرلیا۔ اذان سن کر نام اقدس چومنے پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ ردالمحتار صفحہ ۳۷۰ جلد اول، جامع الرموز صفحہ ۱۲۵ جلد اول، حاشیہ جلالین صفحہ ۳۵۷، فتاوٰی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۲۵، ۱۰۷، ۹۰ طبع ملتان، بوادر النوادر للتھانوی صفحہ ۳۰۹، بدعت ایک گمراہی صفحہ ۱۳۱، مفتی تقی عثانی دیوبندی۔ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

● جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا

فقہاء کرام نے جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت فرمایا۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۴)

الجواب: مرتبین اصول فقہ سے ناواقف ہیں، حالات اور تقاضوں کے پیش نظر فتاوٰی میں تبدیلی آجانا ایک امر واقعہ ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ ابواللیث سمرقندی سے نقل فرماتے ہیں کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتوٰی دیا کرتا تھا اور اب ان کے اثبات کا فتوٰی دیتا ہوں۔ پہلے میں فتوٰی دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں۔ اسی طرح فتوٰی دیتا تھا کہ عالم کیلئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کیلئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے کیلئے جائے۔ مگر اب تعلیم قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت کی اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کرلیا ہے۔

(رسائل ابن عابدین جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۷ مطبوعہ لاہور)

● علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علامہ حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ جانے والے بیہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں کیونکہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں اور سخت تعجب ہے اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔ (لواقح الانوار القدسیہ از امام شعرانی)

● علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں (زمانہ کے حالات کے پیش نظر) بعض مشائخ نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تا کہ اس سے اس میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غافلوں کے دلوں سے غفلت اور سختی دنیا کی محبت دور ہو۔ (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ)

- علامہ شعرانی اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرماتے ہیں: لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن پڑھنا، جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت کے سمجھنے سے قاصر ہے...... اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے، ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل ہیں بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا۔ الخ

چونکہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ تھی اس لئے فقہاء نے ان حالات کے پیش نظر جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا، لیکن اس زمانہ میں اس کے ناجائز ہونے کا حکم دینا درست نہیں بلکہ جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیئے۔

- مدینہ منورہ میں قاری فتح محمد پانی پتی دیوبندی کا جنازہ لے جاتے وقت کلمہ بالجہر پڑھا گیا۔

مرتبین انصاف کیلئے لمحہ فکریہ!

...... نماز ظہر کے بعد امام حرم نبوی شریف علی عبدالرحمن الحذیفی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی جورات کو ملاقات کر گئے تھے۔ نماز کے بعد جنازہ مسجد سے باہر نکلا تو ہاتھوں پر سروں سے اونچا اٹھایا گیا، کندھوں پر آنے نہیں دیا۔ نیچے کرو نیچے کرو انزلو انزلوا کی آوازیں تھیں۔ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ کا ورد تھا، ہزاروں عربوں، عجمیوں کا مجمع مستانہ وار جنت البقیع تک ساتھ گیا[1] الخ

(ماہنامہ الخیر ملتان صفحہ نمبر ۱۷، جلد ۴ شمارہ ۱۰، شوال المکرم، جون ۱۹۸۷ء)

---

[1] مولوی شفیق احمد قاسمی، مولوی محمد عمر پالن پوری کے حالات میں لکھتے ہیں عشاء کی نماز تک بستی نظام الدین کے گلی کوچے انسانوں سے بھر چکے تھے مجمع کثیر ہونے کی بنا پر نماز جنازہ ہمایوں کے مقبرے کے بالمقابل پارک میں ہوئی پھر وہاں سے قبرستان پنج پیران کی طرف قافلہ روانہ ہوا راستہ میں لا الہ الا اللہ کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ (حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی آخری تقریر اور مختصر حالات زندگی صفحہ نمبر ۴۵ طبع ادارہ نشر العلوم ملتان) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

کیا یہ منافقت نہیں؟ کیا یہ بدعت کا ارتکاب نہیں۔

پاکستان میں بدعت، مدینہ منورہ اور ہندوستان میں جائز۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

بقول "مرتبین انصاف" کیا یہ صریح حدیث کی مخالفت نہیں؟

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۴)

- **مسئلہ قوالی اور اہل سنت کا موقف**

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

صوفیاء کرام نے اپنے سماع کیلئے چند شرطیں مقرر کی ہیں۔

۱۔ سننے والے کا دل ذکر الٰہی سے مطمئن ہو اور اسکی یاد میں مشغول ہو، کسی غیر کی طرف التفات نہ ہو

۲۔ گانے والا اہل شہوت نہ ہو، عورت یا نوخیز لڑکا نہ ہو۔

۳۔ محفل سماع اغیار سے خالی ہو۔

۴۔ نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کا وقت بھی نہ ہو۔

جب یہ شرائط پائی جائیں تو سماع جائز بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ سماع کی یہ تاثیر ہے کہ دل میں محبت کا جو جذبہ خفتہ اور چھپاں ہوتا ہے۔ سماع اس محبت کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ جن لوگوں کے دل میں عورتوں کا عشق سمایا ہوتا ہے ان کیلئے سماع حرام ہے کیونکہ وہ نفس کو برائی پر بھڑکاتا ہے لیکن جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت خیمہ زن ہوتی ہے سماع ان کے ذوق وشوق میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے ان کیلئے سماع مستحب ہے۔

قرآن کریم میں "لہو الحدیث" کو حرام کہا گیا ہے اور صوفیاء کا سماع "لہو الحدیث" کے زمرے میں نہیں ہے۔ وہ احادیث جن سے غنا کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ بھی مخصوص یا بعض ہیں۔ کیونکہ ایسی احادیث بھی ہیں جن سے غنا کا مباح اور جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق اس طرح کریں گے کہ

جو غنا فسق وفجور کا محرک ہو وہ حرام ہے اور جو یاد الٰہی کی آگ بھڑکا دے وہ جائز ہے۔
(تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۲۲۸ جلد ۵ مطبوعہ انڈیا)

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، سماع صوفیاء کیلئے لوازم ضرور یہ سے نہیں ہمارے خواجہ نے بھی فرمایا کہ سماع اہل اللہ کیلئے مقصود بالذات نہیں لیکن سماع سے انکار بھی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بہت سے اکابر اہل سماع گزرے ہیں اور ان کا مقتدر ہونا بدرجہ تواتر پہنچا ہوا ہے سماع کے بارے میں شاہ نقشبند بھی فرماتے ہیں۔ نہ ایں کارے مے کنیم نہ انکارے مے کنیم، پھر اور کسی کے کہنے کی کیا حاجت ہے۔ اصل طریقہ بین بین ہے اور ادھر ادھر ہونے سے افراط وتفریط پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں انصاف کا راستہ چلنا چاہیئے۔ الخ (ملفوظات مہریہ صفحہ نمبر ۸۷ مقام اشاعت گولڑہ شریف ۱۹۸۶ء)

یاد رہے مولانا احمد رضا بریلوی بھی اس سماع کے خلاف ہیں جو انسان کو برائی کی طرف لے جائے۔ اہل سماع اہل اللہ کے مخالف نہیں۔

● مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوئی کا رد

سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی ونیز سبیل لگانا چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا ،شربت پلانا چندہ سبیل اور شربت میں دینا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ نمبر ۱۳۹)، (انصاف صفحہ نمبر ۱۱۴)

الجواب: اہل سنت کے مسلک میں روایات صحیحہ کے ساتھ محرم وغیرہ میں حضرات حسنین علیہما السلام کا ذکر شہادت باعث رحمۃ وبرکت ہے اسی طرح شہداء کرام کو ایصال ثواب کیلئے شربت دودھ وغیرہ پلانا، سب جائز اور مستحسن ہے۔ تشبہ بالروافض کی آڑ لے کر ان امور مستحسنہ کو ناجائز وحرام کہنا مسلمانوں کو حصول خیر وبرکت سے محروم رکھنا ہے۔

فتوئی مذکورہ پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکی کی تنقید

حضرات علمائے دیوبند کی تحریر وتقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تحریر وتقریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے ...... پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیحہ سے ہو منع فرمایا، اور حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب سے لے کر جناب مولانا محمد اسحاق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورہ کے دن بادشاہ دہلی کے پاس روایات صحیحہ سے بیان حال شہادت بیان کرتے تھے ...... میں نے خود تجربہ کیا کہ جب ہندوستان میں تھا اور عاشورہ کے دن حال شہادت بیان کرتا تھا مجلس میں کم از کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہوتے تھے اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جو رسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی تھیں ان کی برائی بیان کرتا تھا۔ الخ
(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل صفحہ نمبر ۳۱۵ تا ۳۱۸،
طبع لاہور (تلخیصا) از مولانا غلام دستگیر قصوری)

● قطب عالم حضرت پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا: سچے حالات اور واقعات اہل علم واعظین کی زبان سے سننا اچھی بات ہے اور جس مجلس میں وعظ ہو رہا ہو تو وہ عرس کی صورت ہو جاتی ہے۔ بشرط کہ اس مجلس میں ایسی باتیں نہ ہوں جیسے منہ پر طمانچے مارنا گریبان پھاڑنا وغیرہ۔ (ملفوظات مہریہ صفحہ نمبر ۹۴، ۹۵ طبع لاہور، ۱۹۸۶ء)

تبصرہ: کفار ومشرکین اور ہنود جو اپنے تہواروں پر مسلمانوں کو پوریاں اور کچوریاں وغیرہ بھیجیں آیا وہ جائز ہیں یا نہیں اور ان کا کھانا حلال ہے یا حرام۔ یہ ایک الگ بات ہے۔ علماء اہل سنت مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوئی پر جو تنقید کرتے ہیں اس کا ماحصل یہ ہے کہ جب تشبہ بالروافض کی آڑ لے کر ذکر حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے فاتحہ کے

شربت کو حرام کہا گیا ہے اور اس کے مقابل تشبہ بالہنود سے آنکھیں بند کر کے ہندوؤں کے مشرکانہ تہوار ہولی اور دیوالی کی پوری کو جائز و حلال قرار دیا گیا ہے۔ یہ اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ بدترین دشمنی کی دلیل ہے اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کو دلیل بنانا قیاس مع الفارق ہے۔

- مرتبین انصاف نے کفار کے مال کے پاک ہونے کی دلیل جو بحر الرائق سے پیش کی ہے اس کا تعلق مال غنیمت سے ہے جس کو مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوٰی کی حمایت میں پیش کرنا انتہائی جہالت اور بے وقوفی ہے۔

• اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتوٰی میں تحریف

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۵ کا جواب)

سوال: طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو، اور یہ لوگ جب کوئی چیز کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کیلئے کوئی شہادت کی ضرورت نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا تو اس کا قول مقبول ہوگا۔ کما نص علیہ فی الہندیہ وغیرھا۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا گیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اسے خاص اجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا، تو مگر اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کیلئے ہو، معصیت، یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم حدیث شریف میں ہے۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلایقص مواقع التهم (ترجمہ) جو اللہ عزوجل

اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

اول تو اس کی چوکی اور فرش اور استعمالی چیزیں احتمالات خباثت پر ہے جو اہل تقویٰ نہیں، اسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے۔ اور جو اہل تقویٰ ہے اس کیلئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے "ومن وقع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ" جو اپنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں بھی پڑ جائے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۴۴، ۱۴۵)

سوال مذکورہ کا جواب مولانا احمد رضا بریلوی نے حدیث نبویہ اور فقہ کی کتابوں سے دیا ہے۔ مرتبین انصاف نے سوال مذکورہ کے جواب کا کچھ حصہ نقل کر کے اس پر جاہلانہ تبصرہ کیا ہے جو کہ سراسر کذب بیانی اور دجل و فریب پر مشتمل ہے

• مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی کا فتویٰ

مال حرام سے امور خیر کرنا اور کھانا پینا اور اس کو تصرف میں لانا سب حرام ہے اگر اس مال کو امور حرام میں صرف کرے گی تو اور زیادہ گنہگار ہوگی۔ اس طائف کو لازم ہے کہ کسی سے روپیہ قرض لے کر اس مال سے ادا کرے اور جس قدر اس کے پاس مال حرام ہے اسی قدر قرض لے کر سب امور خیر کرے اور اس قرض کا ادا اسی مال حرام سے کر دے۔ (مجموعہ فتاوٰی جلد ۲ طبع لکھنؤ ۱۹۳۵ء)

• فاضل بریلوی کے فتوٰی میں تحریف

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۵)

عرض: کافر جو ہولی اور دیوالی میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس روز نہ لے، ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثا کے تہوار کی مٹھائی ہے بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے۔

(ملفوظات حصہ اول صفحہ نمبر ۱۰۳ طبع لاہور)

قارئین کرام! امام احمد رضا کی عبارت مذکورہ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عبارت مذکورہ کے ایک ایک لفظ سے مولانا کی اسلام سے پاسداری، غیرت ایمانی، حمیت دینی اور ہنود و مشرکین کی لغو اور مشرکانہ رسوم سے پرہیزگاری کا پتہ چلتا ہے۔

• مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی کا فتوی

استفتاء: چہ می فرمایند علماء دین اندریں مسئلہ کہ خوردن اشیاء کہ ہنود بروز عید خود پیش اہل اسلام میسازند بطور مسرت یا رسم زینداری چنانچہ تیلشکر بروز ڈھون و شکر قند بروز سکھشن جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

ھوالمصوب: واقعی خوردن ہمچو اشیاء کہ ہنود بروز عید ہائے خود برضامی خود پیشکش میسازند جائز است لیکن بہتر ہماں کہ دراں روز ہدایای شاں قبول نکند تا از شبہ موافقت اجتناب شود و ذخیرۂ ہی آرد، لا ینبغی للمومنین ان یقبل هدیة کافر فی یوم عیدهم ولو قبل لا یعطیهم ولا یرسل الیهم شیئاً۔ حررہ محمد عبدالحیٔ عفا عنہ۔ (مجموعہ فتاوی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۲۱ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۵ء)

ترجمہ: "مومن کیلئے مناسب نہیں کہ کافروں کے ہدیے ان کی عید والے دن قبول کریں۔ اور اگر قبول کریں تو انہیں واپسی میں کچھ نہ دیں اور نہ ان کی طرف کچھ بھیجیں"۔

رنڈی کو مکان کرایہ پر دینے کا مسئلہ

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۶)

عرض: رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ نمبر ۳۰ جلد ۳)

الجواب: "مرتبین انصاف" نے ملفوظات کی عبارت نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ارشاد: اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں، رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں، باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔ (خط کشیدہ الفاظ شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں)۔

نیز مؤلف مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ پر اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

ے......اگر رنڈی کے پاس سوا اس ناپاک کمائی کے اور مال نہیں جس سے کرایہ ادا کرے تو وہ مال زنا نہ لینا چاہیئے اور اگر اور ہو خواہ یوں کہ مال حلال قرض لے کر دے تو حرج نہیں۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ۔ (ملفوظات صفحہ نمبر ۱۷۸ جلد ۳ حاشیہ)

• مسئلہ زاغ معروفہ اور علمائے دیوبند

(انصاف صفحہ نمبر ۱۱۶ کا جواب)

علماء دیوبند کے پیشواؤں کے نزدیک زاغ معروفہ (مشہور کوا جو عام طور پر پایا جاتا ہے) کھانا ثواب ہے۔

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ؟ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

الجواب: ثواب ہوگا۔ فقط رشید احمد (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۵۹۷ طبع کراچی)

تبصرہ: ہمارے دیار میں مشہور کوا یہی ہے جو عام طور پر پایا جاتا ہے۔ کسی تعلیم یافتہ یا جاہل سے بھی پوچھ لیں کہ مشہور کوا کون سا ہے تو وہ فوراً اسی کوا کی طرف اشارا کریں گے جو عام طور پر ہمارے ہاں پایا جاتا ہے۔

نیز کچھ عرصہ پہلے بعض دیوبندی علماء کا اسی کوؤں کو جو ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں ذبح کر کے کھانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ زاغ معروفہ اس کوا کے سوا کسی کو نہیں کہتے اور مرتبین انصاف نے جس کوا کو حلال لکھا ہے اس کو اکثر لوگ جانتے ہی نہیں پھر وہ زاغ معروفہ کیسے بن گیا۔

• سلاں والی (۶ راگست محمد اکبر نامہ نگار) یہاں جمعیۃ العلمائے اسلام ہزاروی گروپ سے تعلق رکھنے والے متقدر علمائے کرام نے کوئے کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے اور اپنے فتوے پر عمل کرتے ہوئے کوؤں کے گوشت سے اپنے کام و دہن کی تواضع بھی کی۔ یہ علمائے کرام مدرسہ جامعہ حسینیہ حنفیہ میں جمع تھے۔ جس میں جمعیۃ العلماء اسلام ہزاروی سرگروہا کے حکیم شرف الدین، قاری فتح کراچی والے، قاری محمد صدیق جھنگ والے اور حافظ محمد ادریس سلاں والی شامل تھے۔ ان علماء کا متفقہ فیصلہ تھا کوے کا گوشت حلال ہے اور کوے کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے اپنے اس فتوے پر اس طرح عمل کیا کہ کوے کے گوشت کی ایک دعوت میں اس سے لطف اندوز ہوئے! (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷ راگست ۱۹۷۶ء) (صفحہ نمبر ۲، کالم نمبر ۳)

• **اہل سنت کا مذہب**

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ پاک غذا پاک لوگوں کیلئے ہے اور خبیث اور ناپاک غذا خبیثوں اور ناپاکوں کیلئے زاغ (مشہور کوا) حرام اور خبیث ہے جس کا کھانا مؤمنین کیلئے جائز نہیں کوا کھانے والے حرام خور اور عذاب آخرت کے سزاوار ہیں۔

---

۱ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں: کہ مولوی ولایت حسین فرماتے ہیں کہ عرصہ ۱۲/۱۳ سال کا ہوا میں فقہی کتب بینی میں مشغول تھا دفعۃً چند روایات دیکھ کر میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ یہ دیسی کوا ہے جسکو عام آدمی حرام سمجھے ہوئے ہیں احناف (دیوبند) کے نزدیک تو حلال ہے میں نے اپنے خیال کی تصدیق کو گنگوہ کی حاضری پر محول رکھا چنانچہ جب حاضر آستانہ ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف میں کوئی شخص کہنے لگے کہ کوے غلہ کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں تو اس کوے کو حلال لکھا ہے حضرت امام ربانی (یعنی رشید احمد) میری اس تقریر کو سن رہے تھے مسکرائے اور فرمایا ہاں کھانا شروع کردو کسی طرح تو کم ہوں (تذکرۃ الرشید صفحہ نمبر ۱۷۷ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۶ھ) رشید احمد گنگوہی کا اعلان ہے حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ نمبر ۱۷ جلد ۲) اس مہنگائی کے دور میں گوشت کے شوقین دیوبندی علماء و عوام کیلئے گنگوہی جی کا فتویٰ بہت مفید رہے گا۔ فافہم وتدبر (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

حاشیہ تفسیر نعیمی سورہ توبہ (پ ۱۱) صفحہ نمبر ۲۹۷ کا جواب

مرتبین انصاف لکھتے ہیں: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو مسلمان بناتے وقت اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کی تفسیر دیکھ لیتے (یہ سراسر جھوٹ ہے اعلیٰ حضرت بریلوی نے فقط قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے) (فانی)۔ تو اس تحریف کے مرتکب نہ ہوتے الخ۔ اور اپنے دعویٰ میں یہ آیت بھی پیش کی ہے۔ (ترجمہ) اور ابراہیم علیہ السلام کی استغفار اپنے باپ کیلئے ایک مدت کیلئے تھی جب واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۱۹)

الجواب: جب انسان فوت ہو جائے تو زندوں پر اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس کیلئے طلب مغفرت کرتے رہیں تا کہ ان کے استغفار سے پروردگار عالم اس میت کو بخش دے لیکن آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا کہ مغفرت صرف ان کیلئے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ اور جو کفر و شرک کی حالت میں مرے ہوں ان کیلئے مغفرت کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اس لئے اس آیت نے بتادیا کہ جن کے متعلق تمہیں علم ہو کہ وہ حالت کفر میں مرے ان کیلئے کسی قسم کی دعائے مغفرت نہ کرنی چاہیے۔ اور وہ تمام آیات جن میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے رسول کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدین کے حق میں دعائے مغفرت نہ کریں کیونکہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تھا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے خوب سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس قسم کی تمام روایات ضعیف اور معلول ہیں۔ اس لئے قابل سند نہیں اور علامہ پانی پتی نے حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔ وقد تاملجا (الطریق) فوجدتہا کلہا معلول (مظہری)۔

• اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:

آیت سابقہ میں مرے ہوئے کافروں کیلئے دعائے مغفرت سے منع کر دیا گیا تھا۔ یہاں اس وسوسہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر حکم یہ ہے تو پھر حضرت خلیل علیہ

السلام نے آزر کیلئے مغفرت کی دعا کیوں کی۔ فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے آزر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کیلئے استغفار کریں گے اور اس وقت آپ کا یہی خیال تھا کہ شاید اسے ایمان لانے کی توفیق عنایت ہو جائے (کیونکہ ہدایت کا خالق اللہ ہے) لیکن جب وہ کفر پر ہی مر گیا تو آپ اس سے بری الذمہ ہو گئے۔ لابیہ سے مراد آزر ہے جو کہ آپ کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا (ترجمہ) ابیہ سے مراد آزر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے بنی آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا، اس لئے ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر گزرا ہو۔ (تفسیر مظہری پارہ ۱۱، التوبہ ۹)

- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ انعام (مترجم) صفحہ نمبر ۸۱ جلد ۲ مطبوعہ لاہور)
- مولوی ابوالکلام آزاد دیوبندی لکھتے ہیں:

یہاں باپ کا مقصود حقیقی باپ ہے یا چچا، جس نے بطور باپ کے پرورش کیا تھا تو زیادہ قوی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ آزر ان کا چچا تھا اور یہ معاملہ اس کے ساتھ پیش آیا[1] (ترجمان القرآن صفحہ نمبر ۱۱۶ جلد ۲)

نیز درج ذیل تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

---

[1] مولوی محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اس کو مجاز متعارف کے طور پر باپ کہا گیا ہے اور آپ کے باپ کا نام تارخ ہے بعض محققین علماء جنہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء سے کفر کی نفی کی ہے انکی یہی تحقیق ہے...... حضرت ابراہیم کے اس چچا پر باپ کا اطلاق اس لئے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا اختلاط اور انکی الفت اپنے چچا کے ساتھ بہت زیادہ تھی۔ (خلاصہ) (التعلیق الصبیح صفحہ نمبر ۱۰۳ جلد ۶ طبع لاہور) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

۱۔ جامع البیان صفحہ نمبر ۳۱۶ جلد ۷۔

۲۔ تفسیر امام ابن ابی حاتم صفحہ نمبر ۱۳۲۵ جلد ۴۔

۳۔ تفسیر در منثور صفحہ نمبر ۳۰۰ جلد ۴۔

● حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان فرشتوں کا قصہ اور اسکا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۱)

جواب نمبر ۱: ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف کے آخر حصہ تک یعنی وصال مبارک تک ماکان و مایکون کے حصول کی نفی نہیں ہوتی۔ نفی پہلے کی ہے جو ہمارا مدعا نہیں، ہمارا دعویٰ حصول تدریجی ہے۔ جسکی تکمیل کے وصال کے قبل تک کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توجہ مکمل طور پر آنے والے مہمانوں کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور آنے والوں کی ملکیت سے (فرشتہ ہونے) عدم توجہ کی وجہ سے ملکیت کا پتہ نہ چلا اور فوراً اس مہمان نوازی کے جذبہ کے تحت بچھڑا بھون کر پیش کر دیا۔ اور انسانوں کی طرح میزبانی کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ نیز عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا درست نہیں۔

جواب نمبر ۳: انبیاء کرام کے حق میں نسیان و ذہول جائز ہے ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے بر بنائے حکمت ان پر نسیان یا ذہول طاری فرما دیا ہو جو مثبت علم ہے نافی علم ہر گز نہیں۔

● قصہ ہاروت و ماروت اور تفسیر نعیمی پر اعتراض کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۱)

قصہ ہاروت و ماروت (جیسا کہ تفسیر نعیمی میں ہے) کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"الغرض ہاروت و ماروت کا یہ قصہ تابعین میں سے بھی اکثر لوگوں نے

بیان کیا ہے جیسے مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابو العالیہ، زہری، ربیع بن انس،
مقاتل بن حیان وغیرہ وغیرہ رحمہ اللہ علیہم اور متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بھی
اپنی اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے لیکن اس کا زیادہ تر دارومدار بنی اسرائیل کی کتابوں پر
ہے کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اس بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
ثابت نہیں۔ اور نہ قرآن کریم میں اس قدر بسط و تفصیل ہے۔ پس ہمارا ایمان ہے کہ
جس قدر قرآن میں ہے صحیح اور درست ہے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
(قرآن کریم کے ظاہری الفاظ) مسند احمد، ابن حبان، بیہقی وغیرہ کی مرفوع حدیث
حضرت علی، حضرت ابن عباس، ابن مسعود وغیرہ کی موقوف روایات تابعین وغیرہ کی
تفاسیر وغیرہ ملا کر اس واقعہ کی بہت کچھ تقویت ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی محال عقلی ہے
نہ اس میں کسی اصول اسلامی کا خلاف ہے پھر ظاہر ہے بے جاہٹ اور تکلفات اٹھانے
کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ (واللہ اعلم)۔

(فتح البیان) (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۳ جلد اول مترجم مطبوعہ لاہور)

اگر اس قصہ ہاروت و ماروت کو نقل کرنے کی بنا پر صاحب تفسیر نعیمی مورد
طعن ہیں تو ذرا اصحابہ و تابعین اور متقدمین و متاخر مفسرین کے متعلق بھی قلم کو جنبش دیں
جنہوں نے اس کو بیان کیا اور اپنی اپنی تفاسیر میں اس کو نقل کیا ہے۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

- ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''تحریف کی مثال''

اس منافق طبقہ نے ایک مسجد بنائی جسے قرآن مجید میں مسجد ضرار کہا گیا اور
اپنے اس عقیدہ کی بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلع علی الغیب نہیں ہیں، حضور کو
اس مسجد میں نماز پڑھانے کی دعوت دی۔

یہ کہنا کہ منافقین نے اس عقیدہ کی بنا پر آپ مطلع علی الغیب نہیں ہیں اس وجہ
سے نماز کی درخواست کی یہ سب انوار رضا کی اختراعات ہیں الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۴)

الجواب: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض و
نلعب (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۵)

ترجمہ: ''اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل
میں تھے''۔

شان نزول

عن مجاهد انه قال في قوله تعالىٰ سألتهم الخ قال قال رجل
من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی كذا و كذا من يوم
كفروا و كفروا ومايدری بالغيب ۔

(تفسیر در منثور صفحہ نمبر ۲۵۴ جلد ۳، وتفسیر جامع البیان صفحہ نمبر ۱۰۵،۱۲۰ ج ۱۰)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بارے میں ایک
منافق نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں
جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر!

معلوم ہوا کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی
طرف سے مطلع علی الغیب نہیں، اس کو انوار رضا کی اختراعات کہنا جہالت کے سوا کچھ
نہیں۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واپسی پر نماز پڑھنے کا وعدہ کرنا (اللہ تعالیٰ کی
مشیئت) نسیان اور عدم توجہ کی وجہ سے تھا کیونکہ یہ واقعہ آیت کے نزول کا سبب بنا
تھا۔ جس سے ان کے فاسد ارادوں کا اظہار فرما کر آپ کے علم میں مزید اضافہ فرما دیا
گیا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے محبوب تیری ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے
بلند تر ہے۔

- امام فخر الدین رازی آیت کریمہ سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[1] تفسیر امام ابن ابی حاتم صفحہ نمبر ۱۸۳۰ جلد ۶ تفسیر زاد المسیر صفحہ نمبر ۴۶۵ جلد ۳ (ابو الجلیل فیضی
غفرلہ)

حضرت سدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ دیا فرمایا نکل اے منافق۔ الحدیث

(تفسیر کبیر صفحہ نمبر ۱۳۱ جلد ۶)

- ابو سعود نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا نکل اے منافق۔ (الحدیث)

۱۔ امام جلال الدین سیوطی نے اسی آیت کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ (در منثور صفحہ نمبر ۲۷۳ جلد ۳ طبع لاہور)

نیز ملاحظہ ہوں۔

۲۔ تفسیر سراج المنیر۔

۳۔ تفسیر معالم التنزیل صفحہ نمبر ۲۷۲ جلد ۲۔

۴۔ تفسیر خازن صفحہ نمبر ۲۹۱ جلد ۲۔

۵۔ تفسیر ابن جریر صفحہ نمبر ۱۵ جز ۱۱۔

۶۔ تفسیر جمل۔

۷۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے تحت سدی کی روایت ذکر کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے جلیل القدر علمائے فن نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

- دیوبندیوں کے مولوی شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک سورہ محمد کی آیت نمبر ۳۰ پر ولتعرفنهم فی لحن کی تفسیر میں اور دوسری سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۱ سنعذبهم مرتین کی تفسیر میں لکھتے ہیں مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس (۳۶) آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا: اخرج فانک منافق یعنی تو منافق

ہے مسجد سے نکل جا۔ (تفسیر عثمانی سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۱ حاشیہ نمبر ۳ سورۃ محمد آیت نمبر ۳۰ حاشیہ نمبر ۵)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس حدیث کی سند پر ناقدین حدیث نے شدید جرح کی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ اس حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد آئمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کیلئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔

(التعقبات علی الموضوعات صفحہ نمبر ۱۱ مطبوعہ علوی انڈیا (۱۳۰۴ھ)

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول "قالت من انباک ہذا" ہمارے مسلک اہل سنت کے خلاف نہیں کیونکہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطائی علم غیب مانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں وہ نسبت بھی نہیں مانتے جو سمندر کے ایک قطرہ کو کروڑوں حصہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔
- مرتبین انصاف لکھتے ہیں: بریلویت عیسائی پادریوں کی نقل ہے۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۳)

الجواب: یہ اکبر شاہ نجیب آبادی کی کذب بیانی، دروغگوئی اور الزام تراشی ہے۔ لعنۃ

---

۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۶ میں اللہ تعالیٰ نے علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنے والوں کو کافر کہا ہے امام ابو جعفر محمد بن جریر لکھتے ہیں حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں جا رہے تھے اور آپ کے آگے کچھ منافق تھے ان میں سے کسی نے کہا اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ امید ہے کہ یہ شام کے محلات اور قلعے فتح کر لے گا حالانکہ یہ بہت بعید ہے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان سواروں کو روکو (صحابہ کرام نے روکا) آپ نے پوچھا تم نے اس طرح کہا تھا انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔ (جامع البیان صفحہ نمبر ۲۲۱ جلد ۱۰ طبع بیروت ۱۴۱۵ھ) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

اللہ علی الکاذبین۔

● مولانا حسن جان سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیت کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

بظاہر (دیوبندیوں) کے خدوخال یہ ہیں کہ اگر ان کے ظاہر پر نظر کی جائے تو پختہ مسلمان ہیں اور باطنی خباثت پر اطلاع ہو تو بدتر از شیطان ہیں۔ بظاہر صلاح سے آراستہ ہیں ان کا لباس سفید و پاکیزہ ہے ریشیں دراز ہیں، نمائشی تقویٰ کے مجسمے ہیں ان کی زبان نرم اور شیریں ہے......مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن وطعن کی خباثت سے آلودہ ہے۔ (الاصول الاربعہ صفحہ نمبر ۱۸ مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء)

● مرتبین انصاف درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"موجودہ بریلویت میں انوار رضا کی مخالفت"۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۵)

الجواب نمبر ۱: بے شک جس عرس کی تقریب میں خلاف شرع افعال ہوں گے وہ ناجائز وحرام ہوگا۔ خلاف شرع افعال کو روکنا چاہیئے نہ کہ عرس کی صحیح محافل پر تنقید کی جائے۔

الجواب نمبر ۲: جو قوالی صوفیاء کرام کے شرائط کے مطابق ہوگی وہ درست وصحیح ہے۔ اور مولانا احمد رضا بریلوی بھی اس کے مخالف نہیں ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

الجواب نمبر ۳: مولانا احمد رضا بریلوی نے مولوی اسماعیل دہلوی کی شہرت توبہ ہونے کی وجہ سے تکفیر نہیں کی، لیکن اب جو کوئی بھی ان کی کفریہ عبارات کو صحیح تسلیم کرے گا اس پر کفر کا حکم ہوگا،

(نمبر ۴ تا ۶) بے شک مولانا احمد رضا بریلوی نے جو کچھ فرمایا ہے حق و درست ہے۔ اگر بعض جہلا اس قسم کی خرافات میں مبتلا ہیں تو وہ خود جوابدہ ہوں گے۔ اہل سنت و جماعت ہرگز ہرگز ایسے افعال کو پسند نہیں کرتے۔ بعض جہلا کے خلاف شرع حرکات کو مدنظر رکھتے ہوئے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر طعن و تشنیع کرنا شیوۂ انصاف نہیں۔

بدعت ممنوعہ اور بدعت حسنہ

(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۶ تا ۱۲۸ کا جواب)

● حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ بدعت ممنوع ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو جس کا حکم دیا گیا ہو اور اگر ایسی صورت نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (عوارف المعارف صفحہ نمبر ۲۳۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء)

● حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہیں، بلکہ اس بدعت کی ہے جس کے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے موجود رہے کہ اس امر کو دور کردے بلکہ بعض احوال میں جب اسباب بدل جائیں بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہے۔ الخ (احیاء علوم الدین جلد ۲ صفحہ نمبر ۵ مطبوعہ لاہور)

● علامہ سید محمد علوی مالکی مکی حسنی لکھتے ہیں:

کچھ ایسے نووارد و دخیل حضرات بھی ہیں جو سلف الصالحین کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوئے نہایت ہی جاہلانہ وحشی پن اندھی عصبیت، بیمار و بنجر عقل و فہم اور تنگ دلی کے ساتھ سلفیت کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر نئی چیز سے جنگ، ہر مفید اختراع سے تکدر ونفرت اور دعویٰ یہ کہ یہ تو بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

انواع بدعت میں ان کے یہاں کوئی فرق نہیں، حالانکہ روح شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انواع بدعت کے درمیان فرق و امتیاز رکھ کر یہ کہا جائے کہ کچھ بدعتیں حسنہ ہوتی ہیں اور کچھ سیئہ ہوتی ہیں یہی عقل و شعور اور فکر و نظر کا تقاضا ہے۔

اس امت کے اسلاف میں جو علماء اصول ہیں ان کی یہی تحقیق ہے جیسے عزالدین بن عبدالسلام، امام نووی، علامہ جلال الدین سیوطی، امام محلی، علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (اصلاح فکر و اعتقاد از علامہ محمد علوی مالکی صفحہ نمبر ۱۵۲، ۱۵۱ طبع لاہور ۱۹۹۹ء)

نیز فرماتے ہیں: بدعت ضلالہ وہ فعل ہے جو کسی اصول شرعی کے تحت داخل نہ ہو۔ (اگر کسی نئے کام کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہو تو وہ کام بدعت حسنہ

کہلائے گا) (ایضاً صفحہ نمبر ۱۵۲)

• زمانہ صحابہ کرام سے بدعت حسنہ کی ایک مثال

حضرت عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی رات میں مسجد کی طرف گیا وہاں لوگوں کو دیکھا کہ کوئی الگ نماز پڑھ رہا ہے اور کہیں ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے تو اس کے ساتھ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ان سب کو ایک ہی قاری پر متفق کردوں۔ تو زیادہ بہتر ہو۔ پھر اس کا ارادہ کر کے ان کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا۔ پھر میں ان کے ساتھ دوسری رات میں نکلا، لوگ ایک قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ ایک اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ یعنی آخری حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں اس سے بہتر ہے جس میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ابتدائی حصہ میں کھڑے ہوتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصیام (مترجم) صفحہ نمبر ۷۰۹، جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء)

• بدعت حسنہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار خوشی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ماہ رمضان کو اول رات میں گھر سے باہر نکلے اور مسجدوں میں قرآن پڑھتے سنا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ روشن کرے کیونکہ انہوں نے خدا کی مسجدوں کو قرآن کی روشنی دی۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجدوں کے پاس سے گزرے اور ان میں قندیلیں روشن ہو رہی تھیں اور لوگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس طرح ہماری مسجدوں کو روشن کیا اس طرح اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۹۸ طبع لاہور ۱۳۹۴ھ)

• زمانہ تابعین سے بدعت حسنہ کی ایک مثال

حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم (نخعی) سے تثویب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی ایجاد کر رکھی ہے لیکن یہ ان نئی باتوں میں سے صحیح ہے۔ (اچھی بدعت ہے)۔

(کتاب الآثار، صفحہ نمبر ۵۷ بروایت امام محمد مطبوعہ کراچی)

• تثویب کا مفہوم

تثویب کے معنی ہیں نماز کے واسطے پکارنا یعنی اذان کے بعد دوسری بار لوگوں کو پکارنا۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار، صفحہ نمبر ۵۷ بروایت امام محمد مطبوعہ کراچی)

• ایک حدیث مبارکہ کی مختصر اور جامع شرح

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر کلام کتاب اللہ اور سب سے بہتر راہ جادۂ محمدی ہے اور بدتر وہ چیز ہے جو نئی ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (یعنی کل بدعۃ ضلالۃ) (رواہ مسلم)

• حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ حضرت ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف معروف بہ امام نووی (م ۶۷۶ھ) کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو۔ اور اصطلاح شریعت میں ایسی نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ ہو اور ارشاد "کل بدعۃ ضلالۃ" عام مخصوص ہے (یعنی وہ ہی بدعت گمراہی ہے جو بدعت سیئہ ہے)۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۸ طبع کوئٹہ)

• حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جاننا چاہیئے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد پیدا ہونے والی چیز بدعت ہے اور اس میں سے جو چیز سنت رسول کے اصول و قواعد کے مطابق ہو، اور اسی پر رائے قیاس کیا گیا ہو، وہ بدعت حسنہ ہے، جو چیز اصل

سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالہ کہا جاتا ہے اور "کل بدعۃ ضلالۃ" کی کلیت اسی پر محمول ہے۔ (یعنی وہ بدعت گمراہی ہے جو اصول سنت کے خلاف ہو)۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۵ طبع ملتان)

• لفظ "کل" کا مفہوم

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

کل کا لفظ کسی شئے کے اجزاء کو یکجا کرنے پر بولا جاتا ہے اور یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ نمبر ا کبھی اس سے کسی چیز کی ذات اور اس کے اجزا خصوصی کا مجموعہ مراد ہوتا ہے۔ اور لفظ تمام کے معنی دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تبسطها كل البسط" (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۹) اور نہ بالکل کھول ہی دو۔ نمبر ۲ کبھی اس سے کئی چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۹۲۳)

چنانچہ زیر بحث حدیث میں لفظ "کل" نمبر ا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

یعنی لفظ کل عام مخصوص ہے ان بدعات کا جن کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو اور جن پر عمل کرنے سے سنت نبویہ منقطع ہوتی ہو۔ اور اس کے برعکس جو بدعت ہو اس پر بدعت حسنہ کا اطلاق ہوگا اور اس پر عمل کرنے سے ثواب ہوگا۔ جس کا مژدہ خود محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنایا "جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اسے وہ طریقہ رائج کرنے اور اس پر اس کے جو عمل کرتے رہنے والوں کا ثواب ہے اسے ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کرے گا تو اس پر اس کے رائج کرنے اور اس طریقہ پر اس کے بعد عمل کرنے والوں کا گناہ اسے ہوگا اور کسی کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۱)...... (رواہ مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۳۲۷ طبع کراچی)
(۲)...... (سنن دارمی صفحہ نمبر ۱۴۱ طبع کراچی)
(۳)...... (ریاض الصالحین از علامہ نووی صفحہ نمبر ۱۱۴ جلد اول طبع لاہور ۱۴۰۶ھ)
(۴)...... (مشکوۃ صفحہ نمبر ۳۳، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

لہٰذا معمولات اہل سنت و جماعت کو بدعت ضلالہ سے تعبیر کرنا، کتاب و سنت کے رموز و اسرار سے جہالت کا نتیجہ ہے۔

• علمائے اسلام کے اقوال

شیخ عزالدین بن عبدالسلام "القواعد" میں لکھتے ہیں:

بدعت کی کئی قسمیں ہیں، واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح اور جاننے کیلئے کہ کوئی چیز کیسی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس بدعت کو شریعت کے قواعد پر پرکھیں گے اگر یہ قواعد ایجاب میں داخل ہے تو یہ واجب ہے اگر تحریم میں ہے تو یہ حرام ہے اگر ندب میں ہے تو یہ مندوب اگر مکروہ میں ہے تو مکروہ اور اگر جائز میں ہے تو مباح ہے۔

پھر لکھتے ہیں: بدعت مندوبہ کی کئی مثالیں ہیں مثلاً مسافر خانے اور مدرسے بنانا ہے۔ اور ہر قسم کا کار خیر جو پہلے زمانے میں نہیں کیا گیا (اور بعد میں ایجاد ہوا۔ مثلاً تراویح (باجماعت) دقائق تصوف کا بیان، علم کلام ومناظرہ اور مسائل میں استدلال کیلئے محافل کا انعقاد، بشرطیکہ ان سے رضائے الٰہی کا حصول مدنظر ہو۔

(خلاصہ) مشکوۃ صفحہ نمبر ۲۷ حاشیہ نمبر ۷)

• بیہقی نے مناقب شافعی میں خود امام شافعی سے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو کتاب وسنت اثر و اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت ضلالہ ہے، دوسری وہ جسے کسی نیک مقصد کیلئے ایجاد کیا گیا ہو اور کتاب وسنت اور اثر و اجماع میں سے کسی کے مخالف نہ ہو، ایسی بدعت غیر مذمومہ ہے (یعنی شرعاً اس میں کوئی برائی نہیں) جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں فرمایا "نعمت البدعۃ ہذہ" (کتنی اچھی بدعت ہے یہ) یعنی یہ اختراع ایسی ہے جو پہلے نہ تھی اور اب شروع ہوئی ہے۔ تو اس میں پہلی کسی چیز کی تردید نہیں پائی جاتی (حسن المقصد فی عمل المولد از سیوطی (م ۹۱۱ھ) صفحہ نمبر ۳۲ تا ۳۴)

یادر ہے کہ بدعت حسنہ کا مقام مستحب امر کا ہے۔ جس کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور اگر بدعت حسنہ کو مستحب کا مقام دینے کی بجائے اسے ضروریاتِ دین کا مقام دیا جائے اور ضروریاتِ دین ان کو کہتے ہیں کہ جن میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے تو ایسی بدعت، بدعت سیئہ یا بدعت ضلالہ کہلائے گی۔ اور یہی مطلب ہے، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کا جو کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد"۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلح جلد اول، صحیح مسلم، جلد ۲، مسند احمد حدیث نمبر ۲۵۹۱۱)

جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ ردّ ہے۔

- ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"فھورد" المعنی یعنی جو شخص نئی بات اسلام میں پیدا کرتا ہے اپنی عقل و مرضی سے جس کی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی نہ دلیل ظاہری نہ دلیل خفی نہ دلیل لفظی نہ دلیل استنباطی، پس وہ کام مردود ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد اول)

- شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

جس نے نکالی ہمارے اس دین میں جو روشن و ظاہر ہے (مالیس منہ) ایسی چیز جو اس میں سے نہ ہو۔ یعنی ایسی نئی بات نکالی جو کتاب وسنت میں نہ تو صراحۃً مذکور ہو اور نہ ہی قواعد استنباط سے اخذ کی گئی ہو اور نہ ہی کتاب نے اس کی صحت کی تصدیق کی ہو ہمارے اس معنی کے مطابق "فی امرنا ہذا" میں اجماع اور قیاس بھی داخل ہو گیا۔ غرض یہ کہ ایسی چیز مراد ہے جو کتاب وسنت کے خلاف اسے تبدیل کرنے والی ہو

(فھورد) تو وہ چیز یا ایسی بات نکالنے والا شخص باطل و مردود ہے۔

(اشعۃ اللمعات صفحہ نمبر ۴۲۱ جلد اول)

اشعۃ اللمعات کی عبارت کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۸)

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علمائے کرام میں اس بات پر اتفاق ہے باوجود کہ بلند آواز سے نیت کے الفاظ کہنا منع نہیں اس میں اختلاف ہے کہ نیت کو الفاظ میں ادا کرنا صحت نماز کیلئے شرط ہے یا نہیں؟ مذہب صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے اور اسے شرط قرار دینا خطا ہے تاہم فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ زبان سے کہہ لینا بھی بہتر و مستحب ہے۔ تاکہ زبان کی دل سے موافقت اور ظاہر باطن میں مطابقت ہو جائے اور نیت کے الفاظ ذکر کرنے سے ان کا معنی سمجھنا اور دل میں اس کا استحضار بھی آسان ہو جاتا ہے۔ (یہ فقہاء کرام کا مذہب ہے، پھر محدثین کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں)۔

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان سے نیت کرتے تھے۔ صرف اس قدر آیا ہے کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو صرف اللہ اکبر کہتے، اگر زبان سے بھی آپ نے کچھ پڑھا ہوتا تو محدثین ضرور روایت کرتے۔ لہٰذا طریقہ سنت اور اس کی اتباع یہی ہے کہ دل کی نیت پر اکتفا کیا جائے اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں آپ کی اتباع ضروری ہے اسی طرح کسی کام کے نہ کرنے میں بھی اتباع ضروری ہے۔ پس جو شخص وہ کام ہمیشہ کرے اور پابندی سے کرے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو ایسا شخص بدعتی ہے جیسا کہ محدثین کرام نے فرمایا ہے۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ نمبر ۱۸۶ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

یعنی ترک کی اتباع کرنا محدثین کا مذہب ہے، لیکن فقہاء احناف نے زمانے کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر نماز میں زبان سے نیت کرنے کو مستحسن

اور جائز قرار دیا ہے۔ ۱؎ لیکن اگر کوئی شخص زبان سے نیت کرنے کو لازمی اور واجب سمجھتا ہے اور اس کے تارک کو مجرم اور گنہگار ٹھہراتا ہے تو واقعی وہ بدعتی ہے۔

● **فقہائے احناف کا مذہب**

زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں، ہاں قلبی نیت کے استحضار کیلئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر صفحہ نمبر ۱۳۲ جلد اول، فتاویٰ عالمگیری صفحہ نمبر ۶۵ جلد اول)

● علامہ طحطاوی حنفی مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نماز میں زبان سے نیت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں نہیں تھا مگر (اب) یہ بدعت حسنہ ہے یعنی ایک مستحسن فعل ہے۔ ۲؎ (شرح مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ)

● **مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں**

بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

۱؎ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے زمانے کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حیات ظاہری میں ہوتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے۔ (احیاء علوم الدین از امام غزالی علیہ الرحمۃ) (ترمذی ابواب عیدین جلد اول صفحہ ۳۱۹ مترجم)

۲؎ مفتی محمد عبداللہ دیوبندی لکھتے ہیں: دل سے نیت کرنا فرض میں زبان سے مروجہ طریق کے مطابق نیت کرنا نہ فرض اور نہ ہی واجب، البتہ متاخرین نے دونوں کو حاضر کرنے اور جمع کرنے کی بنا پر مستحب قرار دیا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں بحث و منازعت غیر مناسب ہے جو زبان سے نیت کرے اس پر بھی نکیر نہ کی جائے اور جو دل سے نیت کرے وہ بھی سنت کا عامل ہے آگے درمختار سے عربی عبارت نقل کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے بدعت پر مرتب فتاویٰ نے علامہ شامی کی عبارت نقل کی ہے کہ بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ (خیر الفتاویٰ صفحہ نمبر ۲۴۲، ۲۴۳ جلد ۲ طبع ملتان) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔

(بہشتی زیور صفحہ نمبر ۹۱۹ گیارہواں حصہ)

قارئین کرام! باوجود عیدین کی نماز کے بعد دعا نہ کرنا آپ سے ثابت ہے لیکن پھر بھی تھانوی صاحب اس کو بقول "مرتبین انصاف" بدعت کہنے کے بجائے (عموم سے استدلال کر کے) مسنون قرار دے رہے ہیں۔

اس لئے مرتبین کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام اور فقہائے اسلام نے ایسے ہر کام کو بدعت فرمایا جس کا نہ کرنا آپ سے ثابت نہ تھا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۸) سراسر جہالت ہے۔ نیز معلوم ہوا عدم نقل عدم ثبوت کی دلیل نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ کام ہوا ہو مگر نقل نہ ہو سکا ہو۔

مولوی مفتی جمیل احمد تھانوی نذیر دیوبندی لکھتے ہیں: اگر زبان سے بھی نیت کر لی جائے تو بھی جائز ہے۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ نماز صفحہ نمبر ۱۰۳ طبع لاہور ۱۹۸۹ء)

● **فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرنے والے چند جید حنفی علمائے کرام**

۱۔ شیخ نظام الدین برہانپوری (جو تدوینی کمیٹی کے سربراہ تھے)۔

۲۔ شیخ نظام الدین ٹھٹھوی سندھی۔

۳۔ ابوالخیر ٹھٹھوی۔

۴۔ قاضی رضی الدین بھاگلپوری۔

۵۔ مولانا محمد جمیل جونپوری۔

۶۔ مفتی وجیہہ الدین گوپاموی۔

۷۔ مفتی ابوالبرکات دہلوی۔

۸۔ شیخ احمد بن ابی النصر گوپاموی۔

٩۔ قاضی عصمت اللہ لکھنوی۔

١٠۔ مولانا عبدالفتاح صدانی۔

١١۔ مولانا محمد سعید شہید سہالوی۔

● امام ابن ہمام حنفی صاحب فتح القدیر

"مرتبین انصاف" سوچ سمجھ کر ان علماء کے خلاف فتوئ صادر کریں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل ترک کو چھوڑنے کی بجائے اس پر عمل کرنے کو جائز اور مستحسن فرمایا ہے۔

مرتبین کی پہلی دلیل اور اس کا جواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دعا میں اس طرح تمہارا ہاتھ بدعت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام دعاؤں میں سوا استسقاء کے سینہ سے زیادہ (ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔ مسند احمد۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۸)

الجواب: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کو بشر بن حرب الازدی نے روایت کیا ہے اس کو ابن معین، ابوزرعہ، نسائی اور ابوحاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ علی بن المدینی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد جلد ۹ صفحہ نمبر ۲۰۲، رقم الحدیث: ۵۲۶۳ مطبوعہ بیروت، ۱۳۶۰ھ)

علاوہ ازیں یہ ضعیف اثر، احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس لئے یہ حدیث منکر بھی ہے

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۲۷۱)

● حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے

اپنا اور حضرت ابوعامر کا ماجرہ بیان کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے بندے عامر کی مغفرت فرما۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ الخ (یعنی اتنے ہاتھ بلند کئے)۔ (بخاری رقم الحدیث ۴۳۲۳، بیہقی جلد ۵ رقم الحدیث ۸۷۸۱)

● حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

"مرتبین انصاف" لکھتے ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گزر ایسی مسجد سے ہوا جس میں ذاکرین کی ایک جماعت کنکریوں پر ایک شخص کے کہنے پر سو بار کلمہ سو بار سبحان اللہ وغیرہ ذکر کر رہے تھے آپ نے اس اجتماعی حیثیت اور اہتمام کو دیکھ کر فرمایا، اللہ کی قسم تم نے ایک تاریک بدعت نکالی ہے۔ تم اصحاب رسول سے بھی بڑھ گئے ہو۔ (سنن دارمی)، (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۸، ۱۲۹)

اس کے بعد شامی کے حوالے سے اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے۔
(انصاف صفحہ نمبر ۱۲۹)

الجواب نمبر ۱: معلوم ہوتا ہے کہ مرتبین انصاف کو اصل حدیث کی کتاب سنن دارمی دیکھنی نصیب نہیں ہوئی ورنہ یہ ہرگز نہ لکھتے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسی مسجد سے ہوا۔ جبکہ یہ واقعہ ان کی اپنی مسجد کا ہے۔ مکمل روایت درج ذیل ہے۔

عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد سے نقل کرتے تھے کہ صبح کی نماز سے پہلے ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے جب وہ باہر نکلتے تھے تو ہم ان کے ساتھ مسجد کو جاتے (ایک روز) ابوموسیٰ اشعری ہمارے پاس آئے اور کہا کہ کیا اب تک ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) تمہارے پاس نہیں آئے ہم نے کہا نہیں تو وہ ہمارے پاس بیٹھے یہاں تک کہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما باہر آئے، جب وہ باہر آئے تو ہم سب ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے تو ان سے ابوموسیٰ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن اس وقت میں نے مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی جو مجھے (بہت) بری معلوم ہوئی اور اللہ کا شکر ہے میں نے خیر ہی دیکھی ہے کہا وہ کیا بات ہے کہا اگر آپ زندہ رہیں گے تو قریب ہے آپ بھی دیکھیں گے ابوموسیٰ نے کہا میں نے ایک جماعت کو حلقہ در حلقہ ہوکر مسجد میں بیٹھے دیکھا جو نماز کا انتظار کر رہی تھی ہر حلقہ میں ایک شخص تھا اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں وہ شخص کہتا تھا کہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہو تو وہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اور کہتا تھا سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ اور کہتا تھا سو مرتبہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا تم نے ان سے کیا کہا۔ آپ کے حکم یا آپ کے انتظار میں میں نے ان سے کچھ نہیں کہا انہوں نے کہا تم نے انہیں کیوں نہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گناہوں کو گنیں (اور کیوں نہیں) تم ضامن ہوگئے کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں کی جائیں گی، پھر چلے اور ہم (بھی) ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے جو تم کو میں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کنکریاں ہیں جن پر ہم تکبیر و تہلیل اور تسبیح کو گنتے ہیں فرمایا اپنے گناہوں کو شمار کرو میں تمہارا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں نہیں ضائع کی جائیں گی۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر افسوس ہے تم کتنی جلد ہلاک ہوگئے یہ لوگ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کثرت سے موجود ہیں اور یہ آپ کے کپڑے ہیں جو ابھی پرانے نہیں ہوئے اور (یہ) آپ کے برتن ہیں جو ٹوٹے نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ایسے طریقے پر ہو جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے یا تم نے گمراہی کا دروازہ کھولا ہے انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن ہمارا تو صرف نیکی کا ارادہ تھا فرمایا بہت سے لوگ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں جنہیں نیکی حاصل نہیں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قوم قرآن پڑھے گی جو

ان ہنسلیوں سے نیچے نہ اترے گا اور قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا ہوں شاید ان میں کے اکثر لوگ تمہیں میں سے ہوں پھر آپ ان میں سے واپس آئے۔ عبدالرحمٰن بن سلمہ کہتے ہیں کہ ان حلقوں کے تمام لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ (واقعہ) نہروان کے دن خارجیوں کے ساتھ ہوکر ہم پر طعن کر رہے تھے۔ (سنن دارمی صفحہ نمبر ۸۵، ۸۶ طبع کراچی)

الجواب نمبر ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے دور میں خارجیوں کا بہت زور تھا اور وہ مسلمانوں کو تنگ کرنے کا ہر حربہ استعمال کرتے تھے اور مساجد میں جا کر جس وقت جماعت میں تھوڑی دیر ہوتی لوگ سنن پڑھنے میں مشغول ہوتے یا جماعت کی انتظار میں بیٹھے ہوئے خاموشی سے تسبیح و تہلیل کرتے، جا کر حلقہ بناتے اور ذکر بالجہر شروع کر دیتے جس سے سنن پڑھنے والے تنگ ہوتے ان کے اس رویے کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں بدعتی کہا اور مسجد سے نکلوا دیا۔

الجواب نمبر ۲: شیخ الحدیث مولانا غازی محمد ”کمال“ دیوبندی لکھتے ہیں: یہ اثر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے مخالف ہے اس کا جواب معتمد کتابیں دیتی ہیں۔

الحاوی للفتاوی صفحہ نمبر ۳۹ جلد اول، فتاویٰ شامی صفحہ نمبر ۶۱۶ جلد اول، تفسیر روح البیان صفحہ نمبر ۳۷ جلد ۳، فتاویٰ بزازیہ صفحہ نمبر ۳۷۸ جلد ۶، تفسیر روح المعانی صفحہ نمبر ۳۸ جلد ۱۶ (مختصر) (اشتہار الیواقیت الجواہر)

الجواب نمبر ۳: یہ حدیث مذکور منقطع ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ نمبر ۱۸۲ جلد اول)

اشتہار الیواقیت والجواہر ”یعنی اقوال الاکابر“ فی تحقیق مسائل العصر الحاضر۔

(نوٹ) اس اشتہار پر ۲۱ علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔

نیز ذکر بالجہر حالات اور واقعات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ ذکر بالجہر ایسی جگہ نہیں کرنا چاہیے جہاں نماز پڑھنے والے تلاوت کرنے والے، تعلیم میں مشغول طالب علم اور سونے والے تنگ ہوں۔ ثابت ہوا ذکر بالجہر ہر جگہ منع نہیں۔

مثال نمبر ۱: جہاد کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ کرام

ایک گھاٹی پر چڑھے باآواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع وبصیر کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ الخ (مشکوٰۃ)

کیونکہ وہ جنگ کا موقع تھا آپ نے ذکر بالجہر سے اس لئے منع فرمایا کہ کہیں دشمن کو مسلمانوں کے آنے کی خبر نہ ہو جائے۔

مثال نمبر۲: بیہقی نے واقدی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں کی زیارت کیلئے جاتے جب گھاٹی پر پہنچتے تو باآواز بلند فرماتے: سلام علیکم۔ الخ (شرح الصدور صفحہ نمبر ۱۹۳ طبع کراچی)

معلوم ہوا کہ ہر جگہ ذکر بالجہر کی ممانعت نہیں بلکہ موقع ومحل کے پیش نظر اس کا حکم ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص نے چھینک ماری اور کہا الحمدللہ وسلام علی رسول اللہ، اس پر انہوں نے فرمایا میں بھی الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ کہتا ہوں لیکن آپ نے اس طرح کہنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیں یہ تعلیم ہے کہ ہم الحمدللہ علی کل حال کہا کریں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۹)

الجواب: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں۔ جسے چھینک آئے وہ الحمدللہ علی کل حال، کان من حال وصلی اللہ علی محمد وعلی اہل بیتہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بائیں نتھنے سے ایک پرندہ نکالتا ہے جو کہتا ہے اے اللہ ایسا کہنے والے کی مغفرت فرما۔

(دیلمی نے مسند الفردوس میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے)

ابن بشکوال نے ابن عباس کی حدیث سے مرفوعاً الایسر تک تو مذکورہ بالا حدیث کی طرح روایت کی ہے۔ الخ (القول البدیع صفحہ نمبر ۳۹۵ مترجم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء)

ممکن ہے کہ ان تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو تبھی انہوں نے یہ فرمایا ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (چھینک کے وقت درود پڑھنے کا) حکم نہیں دیا۔

اور ہمارے دعویٰ پر یہ دلیل کافی ہے۔

حضرت نافع سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے چھینک ماری (اور کچھ نہ کہا) تو اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تو نے بخل کیا ہے تو نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کیوں نہیں بھیجا۔ اس کو البیہقی، ابوموسیٰ المدینی نے تخریج کیا ہے۔ (القول البدیع صفحہ نمبر ۳۹۶)

● ضحاک بن قیس سے روایت ہے ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا الحمدللہ رب العالمین، پھر خاموش ہو گیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھ کر اس کو مکمل کیوں نہیں کیا۔

(القول البدیع صفحہ نمبر ۳۹۶ مترجم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء)

● حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سالم کے سامنے کسی نے چھینک ماری اور کہا الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ تو آپ نے فرمایا تجھ پر اور تیری ماں پر سلام ہو وہ شخص ناراض ہوا تو فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۹)

الجواب نمبر۱: ممکن ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ تک وہ حدیث نہ پہنچی ہو، جس میں چھینک مارنے کے وقت الحمدللہ کے ساتھ درود پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ مشہور قاعدہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا جواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مسجد میں داخل ہوئے مؤذن نے اذان کے بعد الصلوٰۃ الصلوٰۃ سے بلایا آپ نے اپنے شاگرد مجاہد کو فرمایا، مجھے اس بدعتی کی مسجد سے لے چل اور پھر اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۹)

الجواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بینائی کو حجاج کی مخالفت کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اس لئے آپ زمانہ کے نشیب و فراز سے زیادہ واقف نہ تھے جس شخص نے اذان کے بعد بطور تثویب الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے الفاظ کہے آخر وہ صحابی یا تابعی ضرور ہوں گے۔ نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ اس دور کے جلیل القدر صحابہ و تابعین سے اس کا انکار منقول نہیں بلکہ حضرت حماد نے حضرت ابراہیم (نخعی تابعی) سے تثویب (الصلوٰۃ الصلوٰۃ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی ایجاد کر رکھی ہیں لیکن یہ ان نئی باتوں میں سے اچھی ہے (اچھی بدعت ہے)۔ (کتاب الآثار (مترجم) بروایت امام محمد طبع کراچی)

اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو بدعت ضلالہ پر منطبق مانا جائے تو اس طرح کئی ایک صحابہ و تابعین کو بدعت ضلالہ کا مرتکب ماننا پڑے گا جو کہ انکی شایان شان نہیں، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو بدعت حسنہ پر محمول کیا جائے گا یا لغوی معنی لئے جائیں گے۔

- **نماز عید سے پہلے یا بعد نفل پڑھنا**

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو منع فرمایا جو نماز عید سے پہلے نفل پڑھ رہا تھا۔ الخ (انصاف صفحہ نمبر ۱۲۸)

الجواب: یہ مسئلہ صحابہ و تابعین میں مختلف فیہ تھا، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن تشریف لائے اور دو رکعات نماز پڑھی پھر نہ تو عید سے پہلے نماز (نفل) پڑھی اور نہ ہی عید کے بعد۔ الخ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث ابن عباس حسن صحیح ہے۔ بعض صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے، امام شافعی، احمد اور اسحٰق رحہم اللہ بھی اس کے قائل ہیں۔ بعض صحابہ و تابعین عید سے پہلے اور بعد نماز نفل جائز قرار دیتے تھے۔ پہلا قول زیادہ صحیح

ہے۔ (ترمذی صفحہ نمبر ۳۱۸ جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء)

(ف) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان نوافل کو ترک کرنا امت کی آسانی کیلئے تھا، نہ کہ ناجائز اور حرام ہونے کی وجہ سے، ورنہ وہ صحابہ اور تابعین جو نماز عید سے قبل یا بعد نماز (نفل) پڑھتے تھے مجرم قرار پائیں گے۔

- **علمائے احناف کا مذہب**

امام محمد نے کہا کہ عید کی نماز سے قبل کوئی نماز نفل نہیں، لیکن عید کی نماز کے بعد اگر تم چاہو تو پڑھو اور اگر تم نہ پسند کرو تو نہ پڑھو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد صفحہ نمبر ۱۰۱)

- ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز سے قبل نفل نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن نماز سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ)
- مالک، عبدالرحمٰن، بن قاسم اپنے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت ہے کہ قاسم ابن محمد اپنے گھر میں چار رکعت نماز پڑھ کر عید گاہ جاتے۔
(موطا امام محمد صفحہ نمبر ۱۰۱ مطبوعہ کراچی)

مسئلہ عقیقہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ کسی نے کہا دو بکروں کی جگہ عقیقہ میں دو اونٹ ذبح کریں گے فرمایا نہیں دو بکرے کافی ہیں کیونکہ سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی طرف سے ایک کافی ہے۔ (مستدرک صفحہ نمبر ۲۳۸ جلد ۴)، (انصاف صفحہ نمبر ۱۳۰)

الجواب نمبر ۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی طرف سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (ترمذی ابواب قربانی جلد اول)

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کی قربانی دی اور سات ہی کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (ترمذی ابواب قربانی جلد اول)

یعنی کم از کم عقیقہ کا نصاب لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا سنت ہے اس سے زائد یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ جس طرح گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مالدار ہے تو وہ اکیلا ہی گائے یا اونٹ کی قربانی کر سکتا ہے۔ یا گائے میں ایک حصہ قربانی اور باقی حصص بچوں کی طرف سے عقیقہ کے بھی شامل کر سکتا ہے۔

<u>الجواب نمبر ۲:</u> حدیث حاکم میں درج ذیل الفاظ موجود ہیں۔

فقالت عائشه رضی اللہ عنها لا بل السنة افضل عن الغلام شاتان بہلی (المستدرک صفحہ نمبر ۲۶۶ جلد ۴ مطبوعہ بیروت)

یعنی افضل طریقہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک کافی ہے۔ معلوم ہوا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان میں دو اونٹ ذبح کرنے کو منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ افضل اور غیر افضل کی بات ہے۔

ہدایہ وغیرہ کی عبارات کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۳۰)

ان تمام اعمال میں جن کو "مرتبین انصاف" نے نقل کیا ہے۔ آپ نے ان مواقع پر جو کچھ کرنا تھا وہ بیان فرما دیا آپ کے اس اسوۂ حسنہ میں زیادتی ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے ان السکوت فی مقام البیان یفید الحصر (بوقت بیان خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے)۔

مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا

ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال فرما دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا سیکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان ربک نسیا "اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں"۔

امام بزار اس حدیث کی سند کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دار قطنی نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو، حدود مقرر فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، کچھ اشیاء حرام فرما دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہٰذا ان کے بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث میں قاعدہ مذکورہ کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

(نوٹ) جس ترک کا قولاً فعلاً اور تقریراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس ترک اور مذکورہ بالا ترک میں فرق ہے اور ایک مسئلہ کا دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیئے۔

● حدیث کوثر کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۳۱)

<u>جواب نمبر ۱:</u> امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عرضت علیٰ اعمال امتی حسنها و سیئها.

(مشکوٰۃ باب المساجد عن ابوذر غفاری)

ترجمہ: ''میری امت کے تمام اعمال اچھے اور برے مجھ پر پیش کئے گئے''۔

جب امت کے تمام اعمال اچھے اور برے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے تو ان مرتدین کا ارتداد جو برا عمل ہے وہ بھی ضرور پیش ہوا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اعمال کا علم نہ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر۲: نیز مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ سے منقول ہے:

''فیقال اماشعرت ماعملوا بعدک''۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں جو کام انہوں نے تمہارے بعد کئے۔

''ماشعرت'' جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا ہے۔ نفی کا انکار ثابت ہوا ہے لہٰذا حدیث مبارکہ سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے۔ اس لئے جب ایک روایت میں ہمزہ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے۔

جواب نمبر۳: جب کریم کو سخاوت کیلئے بٹھا دیا جائے اور کریم کا دریائے سخاوت جوش پر ہو تو پھر اس کی توجہ اپنے پرائے، دوست دشمن پر نہیں رہتی اور وہ لوگوں کے دامن بھرے جاتا ہے لیکن جب اس کی توجہ دلائی جائے تو وہ متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح روز محشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر پر موجود ہوں گے، امتیوں کو جام کوثر پلا رہے ہوں گے، دریائے رحمت جوش پر ہوگا، مرتدین کی ایک جماعت ادھر سے گزرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اعمال کا مکمل علم ہوگا مگر دریائے جود و سخا میں جوش آنے کی وجہ سے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال ہی نہیں جاتا، غلبہ حال کی وجہ سے فرماتے ہیں یہ میرے اصحاب ہیں یہ میرے اصحاب ہیں لیکن جب

توجہ دلائی گئی کہ اے میرے محبوب آپ کو معلوم تو ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ رحمت عالم ان کی بداعمالیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں سحقاً سحقاً دور لے جاؤ دور لے جاؤ۔

اس لئے اس حدیث پاک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے علمی ثابت کرنا انتہائی حماقت ہے، بلکہ اس کو نسیان وذہول اور بے توجہی پر محمول کریں گے۔

جواب نمبر۴: یہ واقعہ بروز محشر ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آج سے چودہ سو برس پہلے ہی اس کو بیان فرما رہے ہیں، کیا یہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عطائی) نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ منکرین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

- مرتبین انصاف کی گپ

صحیح بات یہ ہے کہ اعراب ابوالاسود نے لگائے جو سیدنا علی المرتضیٰ کے شاگرد رشید تھے۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۳۱)

الجواب: امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اعراب کا جو طریقہ آج کل مشہور ہے وہ حروف سے اخذ کی گئی حرکتوں کے ساتھ تلفظ کا منضبط کرتا ہے اس دستور کو خلیل نحوی نے ایجاد کیا۔ اور یہی بکثرت رائج اور واضح ترین طریقہ ہے۔ اور عمل بھی اسی پر ہے۔ (الاتقان جلد دوم صفحہ نمبر ۳۲۰ طبع لاہور ۱۹۸۲ء)

- پروفیسر عبدالرسول لکھتے ہیں:

حجاج بن یوسف نے عجمیوں کی سہولت کیلئے حروف پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگانے کا طریقہ بھی رائج کیا۔ اس سے لوگوں کو قرآن کریم پڑھنے میں بڑی سہولت ہو گئی۔ (تاریخ اسلام صفحہ نمبر ۳۱۹)

- مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:

(نحو) کے واضع اول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ ہی کے بتائے ہوئے چند اصولوں کو سامنے رکھ کر ابوالاسود دوئلی نے قواعد نحویہ جمع کئے۔

ان کے بعد آپ کے تلامذہ نے بتدریج اس علم (نحو) کو ترقی دی۔ اور کچھ زمانے کے بعد ابو عمر بصری اور ان کے شاگرد خلیل بن احمد نے اس کو باضابطہ مرتب و مہذب کیا۔ خلیل کے مشہور شاگرد سیبویہ نے اس علم میں ایک جامع کتاب لکھی۔ الخ

(قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون صفحہ نمبر ۱۱۹ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

معلوم ہوا کہ مرتبین انصاف کا یہ کہنا کہ قرآن کریم پر اعراب ابوالاسود نے لگائے تھے گپ کے سوا کچھ نہیں۔

- ''مرتبین انصاف'' درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

(مغالطہ نمبر ۱)

کہا جاتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حالانکہ یہ مذہب معتزلہ کا ہے۔

جمہور اہل سنت فقہاء احناف کے نزدیک اصل اشیاء میں توقف ہے۔

(درمختار صفحہ نمبر ۲۰۵ جلد اول)، (انصاف صفحہ نمبر ۱۳۲)

الجواب: علامہ شامی علیہ الرحمۃ ''درمختار'' کی زیر بحث عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(ترجمہ) میں کہتا ہوں ''التحریر'' میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے اس کی اتباع کی ہے اور ''الہدایہ'' کی فصل الحداد میں بھی یہی ذکر ہے اور فتاویٰ قاضی خان کے ''الحظر والاباحت'' کے اوائل میں بھی یہی ہے اور ''تحریر'' کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ بصرے کے معتزلہ اور اکثر شوافع اور اکثر احناف، خاص طور پر عراقیوں کا قول ہے اور امام محمد نے بھی اسی پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ جس آدمی نے کسی کو یہ دھمکی دی تم مردار کھاؤ یا شراب پیو ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا اس شخص نے ایسا نہیں کیا حتی کہ دھمکی دینے والے نے اس کو قتل کر دیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

۱۔ رہا یہ امر کہ بعض معتزلہ نے بھی اباحت کا قول کیا ہے تو کیا کریں اب ہم بھی خدا کو ایک ماننا اس لئے چھوڑ دیں کہ معتزلہ بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ شخص گنہگار ہوگا کیونکہ مردار کھانا اور شراب پینا صرف قرآن کی ممانعت کی وجہ سے حرام ہیں پس امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اباحت کو اصل قرار دیا۔ اور کہا کہ تحریم ممانعت کے عارض ہونے کی وجہ سے ہے۔ شرح اصول بزدوی میں بھی یہی لکھا ہے۔ اباحت کا اصل ہونا ہمارے اکثر اصحاب کا قول ہے اس سے معلوم ہوا کہ شارح یعنی علامہ حصکفی نے استیلاء الکفار کے باب میں جو یہ لکھا ہے کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے، اس پر اعتراض ہے۔ ہمیں اس میں غور کرنا چاہیئے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار جلد اول صفحہ نمبر ۱۹۹ مطبوعہ بیروت)

- علامہ محب اللہ بہاری لکھتے ہیں:

اصل افعال میں اباحت ہے جس طرح اکثر احناف اور شوافع کا مسلک ہے۔ یا حرمت جو بعض دوسرے لوگوں کا مسلک ہے۔ (مسلم الثبوت صفحہ نمبر ۲۱)

- حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چند چیزوں کو فرض کیا ہے پس ان فرائض کو مت ضائع کرو۔ اور کچھ چیزیں حرام کردیں ان محرمات کی پردہ دری مت کرو اور بعض چیزوں کی حدود مقرر فرمائیں پس ان حدود سے تجاوز مت کرو۔ اور باقی اشیاء سے اللہ تعالیٰ نے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا پس ان میں بحث مت کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۲)

- ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ''باقی چیزوں میں بحث مت کرو''۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (مرقاۃ جلد اول)

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پس جسے اللہ نے حلال کیا وہ حلال ہے جسے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ (مشکوٰۃ)

- شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳)

- مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

اصول شرعیہ میں سے ہے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں ان کے کرنے کی ترغیب اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ہو ایسا امر مباح ہوتا ہے۔ (طریقہ مولود صفحہ نمبر ۱۲)

اشیاء میں اصل اباحت ہے

اشتہار الیواقیت والجواہر "یعنی اقوال الاکابر" فی تحقیق مسائل العصر الحاضر۔

زیر نگرانی: شیخ القرآن والحدیث مناظر اسلام حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب۔ وحضرت مولانا محمد علی صاحب "المقری"

مرتب وناشر: محمود الزمان، شیخ الحدیث مولانا غازی "محمد کمال"

تحقیق ونظر ثانی: شیخ الحدیث مولانا محمد ملنگ جان صاحب وحضرت مولانا محمد فضیل صاحب "پشین"

اس اشتہار پر مندرجہ ذیل ۲۰ علمائے دیوبند کے تصدیقات ہیں۔

۱۔ شیخ الحدیث فقیہ العصر مولانا مفتی اعظم پاکستان محمد فرید صاحب۔

۲۔ شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی۔

۳۔ شیخ الحدیث والفقہاء حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب۔

۴۔ شیخ الحدیث اکابر العلماء حضرت مولانا فتح محمد صاحب۔

۵۔ شیخ الحدیث والعلوم حضرت مولانا فضل واحد صاحب۔

۶۔ شیخ الحدیث وفقیہ النفس حضرت مولانا چاند بادشاہ صاحب۔

۷۔ شیخ الشریعت والطریقت سید علی آغا صاحب۔

۸۔ شیخ الشریعت والطریقت سید بادشاہ آغا صاحب۔

۹۔ شیخ الحدیث ورئیس الاتقیاء مولانا رحیم اللہ صاحب۔

۱۰۔ شیخ الشریعت والطریقت مولانا عبدالرؤف آغا صاحب۔

۱۱۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا جان محمد صاحب۔

۱۲۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا عبید اللہ صاحب۔

۱۳۔ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد حمید آغا صاحب۔

۱۴۔ قاضی القضات استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالغفور ستانی صاحب۔

۱۵۔ جامع الفنون حضرت مولانا نور محمد صاحب۔

۱۶۔ شیخ الشریعت والطریقت حضرت مولانا سید عبدالباری آغا۔

۱۷۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا خیر محمد صاحب۔

۱۸۔ شیخ الحدیث والعلماء حضرت مولانا محمد علی صاحب۔

۱۹۔ حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب۔

۲۰۔ علامہ پروفیسر وکیل اسلام عبدالعزیز "خلجی"۔

- حدیث من سن الخ کا ترجمہ

(انصاف صفحہ نمبر ۱۳۴)

یہ حدیث سنن داری میں بھی موجود ہے جس کا ترجمہ کسی دیوبندی عالم نے یوں کیا ہے

"جو شخص کوئی اچھا طریقہ جاری کرے تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور پھر، لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ الخ

(سنن داری صفحہ نمبر ۱۲۱ محمد سعید اینڈ سنز تاجران، کتب قرآن محل، اردو بازار کراچی)

اس حدیث میں لفظ "سن" لغوی معنی کے اعتبار سے "ابدع" کے ہم معنی ہے یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھی (نئی) راہ نکالی تو اس کو اس کا اجر ملے گا یہاں سے بدعت حسنہ کا تصور ابھرتا ہے اسی طرح "من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ" سے بدعت سیئہ کی طرف اشارہ ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو صرف ''سنت'' ہی مراد ہے بدعت مراد نہیں لی جاسکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اس سے مراد صرف سنت ہی ہے تو کیا وہاں ''حسنۃ'' کہنے کی ضرورت تھی کیا کوئی سنت غیر حسنہ بھی ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ عمل کرنے کے حوالے سے ''من عمل'' تو کہہ سکتے ہیں مگر ''من سن'' کہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جو سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو تو پھر عام آدمی اس سے کیا راہ نکالے گا وہ تو صرف عمل اور اتباع کا پابند ہے پس ثابت ہوا کہ سن سے مراد نیا عمل اور بدعت ہے۔

اسی حدیث کے دوسرے حصے میں فرمایا کہ ''من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ'' یعنی جس نے اسلام میں بری راہ نکالی یہاں پر ''سنۃ سیئۃ'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں ''سن'' سے مراد معروف معنوں میں سنت نہیں ہے بلکہ یہاں لغوی معنی یعنی راستہ اور نئی راہ کا نکالنا مراد ہے۔

● بدعت کی مندرجہ بالا تقسیم (بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ) مندرجہ ذیل ائمہ حدیث اور فقہاء کرام کی کتب میں پائی جاتی ہے۔

۱۔ فتح الباری از ابن حجر عسقلانی ۴،۲۵۳۔

۲۔ احیاء علوم الدین از امام غزالی ۲،۳۔

۳۔ منہاج السنۃ از ابن تیمیہ ۴،۲۲۴۔

۴۔ الاعتصام از علامہ شاطبی۔

۵۔ تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی ۳،۲۲۔

۶۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام از عز الدین بن عبد السلام ۲،۱۷۳۔

۷۔ شرح موطا از امام زرقانی ۱،۲۳۸۔

۸۔ جامع العلوم والحکم از ابن رجب حنبلی۔

۹۔ فتاویٰ الحدیثیہ از ابن حجر مکی ۲۰۵۔

۱۰۔ التبیین بشرح الاربعین ۲۴۱۔

۱۱۔ جامع الاصول از علامہ ابن اثیر۔

۱۲۔ مصباح الزجاجہ حاشیہ ابن ماجہ از امام جلال الدین سیوطی۔

۱۳۔ رد المحتار شرح در المختار از علامہ شامی۔

۱۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری۔

۱۵۔ مدارج النبوۃ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔

ان ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس ڈھب پر نہیں پرکھا جاتا کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں اور بعد میں کب شروع ہوا۔ اس لئے کہ کسی عمل کی ہیئت کبھی رسم و رواج پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی اس کام میں حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ اور کبھی کئی مصلحتیں پیش نظر ہوتی ہیں۔

دیکھیئے غور وفکر کرنے کی بات یہ ہوتی ہے کہ کیا اس کی کوئی اصل قرآن و سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیا بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے، یا پھر وہ کام اس لئے بھی قابل مذمت ٹھہرتا ہے کہ اس سے کسی واجب، سنت اور مستحب وغیرہ پر اثر پڑتا ہے یا اس سے ان کے ساتھ اختلاف ہوتا ہے۔

اگر کوئی اس کی اصل قرآن حکیم یا سنت نبوی سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ طعن و تشنیع اور گمراہی یا گناہ وغیرہ کا باعث نہیں رہتی اور اگر وہ بغرض محال قرآن وسنت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ثابت نہ بھی ہو لیکن اس سے قرآن وسنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی کسی قسم کی قباحت کا باعث نہیں بنتی اور نہ ہی اس پر طعن و تشنیع جائز ہے۔ ہاں صرف اس صورت میں کوئی بدعت ناجائز اور قبیح کے زمرے میں شامل ہو کر قابل مذمت ٹھہرے گی جب قرآن وسنت پر پرکھنے کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ یہ قرآن و سنت کی فلاں نص کے خلاف ہے یا شریعت کے فلاں حکم کے خلاف ہے یا پھر یہ دیکھا جائے گا کہ یہ نیا کام دین کے عمومی مزاج اور اس کی روح کے منافی تو نہیں۔

یاد رہے جیسا کہ (بدعت کی تعریف کرتے ہوئے) وضاحت ہو چکی ہے کہ کوئی بھی نیا کام اس وقت ناجائز اور حرام پاتا ہے جب وہ شریعت اسلامیہ کے کسی حکم کی مخالفت کر رہا ہو یا اور اسے ضروریات دین سمجھ کر قابل تقلید ٹھہرالیا جائے یا پھر اسے ضروریات دین شمار کرتے ہوئے اس کے نہ کرنے والوں کو گناہ گار سمجھا جائے اور کرنے والے ہی کو مسلمان، تو ایسی صورت میں بلاشبہ جائز اور مباح بدعت بھی ناجائز اور قبیح ہو جاتی ہے۔ اور اگر جائز اور مستحسن بدعت میں ناجائز امور کو شامل کر لیا جائے جن کی رو سے روح اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ بدعت بھی قابل مذمت بن جاتی ہے۔ (تصور بدعت اور اس کی شرعی حیثیت صفحہ نمبر ۵۲ تا ۵۵)

یاد رہے کہ دیوبندیوں سے ہمارا فروعی اختلاف نہیں بلکہ اعتقادی اور دینی اختلاف ہے اور وہ کفریہ عبارتیں ہیں جو کہ بعض دیوبندی علماء کی کتب میں مذکور ہیں۔

• مکتوبات حصہ چہارم صفحہ نمبر ۹۴ کی عبارت کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۱۳۴)

اس عبارت میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کا رد فرمایا ہے جو کہ ائمہ مجتہدین پر شب و روز تنقید کرتے ہیں۔ "مرتبین انصاف" کا اس عبارت کو اہل سنت کے خلاف پیش کرنا سراسر جہالت ہے۔

الحمد للہ رب العالمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

۳ مئی ۲۰۰۶ء بروز بدھ

ا مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی احداث للدین کی نہیں یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کیلئے بضرورت زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں۔ (سنت و بدعت صفحہ نمبر ۳ طبع کراچی) (ابو الجلیل قطبی غفرلہ)

کیا یہ دوغلی پالیسی نہیں؟

جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرو میں ناجائز | ڈیرہ اسماعیل خاں اور ربوہ میں جائز

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No.32

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

تحفظ ختم نبوت کانفرنس

دو روزہ ۳۰ ویں سالانہ

۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ ❋ جامع مسجد احرار، چناب نگر

زیر صدارت
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

حضرت صاحبزادہ
عزیز احمد مدظلہ
(خانقاہ سراجیہ کندیاں)

مہمانان خصوصی

شیخ الحدیث
مولانا زاہد الراشدی
مرکزی جنرل سیکرٹری پاکستان شریعت کونسل

حضرت
مولانا مجاہد الحسینی
مدیر ماہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد

جناب
حافظ حسین احمد صاحب
مرکزی رہنما جمعیت علماء اسلام

مولانا
عبدالرشید انصاری
مدیر ماہنامہ "نور علیٰ نور" کراچی

مشائخ عظام، جید علماء اور دانشور کانفرنس کی مختلف نشستوں سے خطاب کریں گے

جلوس

منجانب: تحریک تحفظ ختم نبوت ❋ مجلس احرار اسلام پاکستان

0301-2684157 کراچی 048-6482253 چنیوٹ 042-5865465 لاہور 061-4511961 ملتان 047-6211523 رابطہ۔ چناب نگر

Miss Page

وَصَلِّ یَ عَلَیْکَ اللّٰہُ یَاخَیْرَ خَلْقِہٖ
وَیَاخَیْرَ مَامُوْلٍ وَخَیْرَ وَاھِبٍ

(اطیب النغم صفحہ نمبر ۱۵۶)

ترجمہ: ''اے اللہ جل شانہ کی ساری کائنات سے بزرگ ترین رسول اور اے تمام ان لوگوں سے بہتر جن سے خیر کی امید وابستہ کی جاسکتی ہے اور اے ان تمام جود و عطا کرنے والوں سے زیادہ سخی آپ پر اللہ تعالیٰ کے درود ہوں''۔

یہی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اسی قصیدہ میں آگے لکھتے ہیں۔

وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ ھُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ
اِذَا انْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں جب مصیبت ہجوم کر کے آجائے اور اپنے اذیت ناک تیز پنجے میرے دل میں گاڑ دے''۔

- **مرتبین انصاف جواب دیں؟**

مرتبین انصاف نے مختلف اقوال لکھنے کے بعد لکھا ہے، ملا حسین خباز فرماتے ہیں: اور کفریہ کلمات میں سے ہے۔ غائب مردوں کو اس عقیدہ سے پکارنا کہ حاضر ہیں، جیسا کہ یارسول اللہ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی (مفتاح القلوب) الخ۔

(انصاف صفحہ نمبر ۸۷)

- علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

یا رسولِ کبریا فریاد ہے ...... یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل ...... اے میرے مشکل کشا فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے ...... تم سے اے نور خدا فریاد ہے
قید و غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے ...... یا شہ ہر دوسرا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ صفحہ نمبر ۹۰،۹۱ طبع کراچی)

- **مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند کی پکار**

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیء کار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر طبع ملتان)

- **مولوی اشرف علی تھانوی کی پکار**

یا شفیع العباد خذ یدی
انت فی الاضطرار معتمدی

اے بندوں کے شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری آخری امیدگاہ ہیں۔

لیس لی ملجاء سواک اغث
مسنی الضر سیدی و سندی

آپ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں، اے میرے آقا میری فریاد کیجئے میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ (نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۹۴)

''مرتبین انصاف'' جواب دیں کیا، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی، مشرک و کافر تھے۔ (ماھو جوابکم فھو جوابنا)

ارشاد الطالبین کی عبارت کا جواب

(انصاف صفحہ نمبر ۸۷)

بعض جاہل لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ شمس الدین کو مستقل بالذات ، مستعان حقیقی جان کر استمداد کرتے ہیں جو کہ سراسر شرک ہے۔

- قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

صوفیاء کرام نے شرع کے خلاف کوئی کام نہیں کیا، شریعت کا بگاڑ تو ان جاہلوں کی وجہ سے ہوا جو صوفیاء کے پیچھے آئے (اور تصوف کے علمبردار بنے)۔

(تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۲۶۰ جلد ۲ مترجم)

كل بدعة ضلالة

دعوة الحق

دیوبندی بریلوی اختلاف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد صابر صاحب

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبد السلام صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد امتیاز خان صاحب مدظلہ

اللہ

رسول

محمد

مکتبہ فاروقیہ

ہزارہ روڈ حسن ابدال اٹک

اعدلوا هو اقرب للتقوى انصاف کرو کہ یہ تقوی کے بہت قریب ہے

انصاف

جس میں قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ کے ٹھوس دلائل فقہا احناف کے مستند حوالہ جات اور بزرگان دین کے اقوال سے اسلام کے اصل نقشہ کو محض عامۃ المسلمین کی راہنمائی کے لئے پیش کیا گیا ہے اور تاریخ کے ناقابل تردید شواہد سے انگریز کے ثناخوانوں اور خوشامدیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ تحریک آزادی کے صحیح مجاہدین اور تحریک پاکستان کے اصل حامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے

مرتبہ:۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبد السلام صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد امتیاز خان صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ فاروقیہ

ہزارہ روڈ حسن ابدال ضلع اٹک